

UNIVERSAL
LIBRARY

OU 188090

UNIVERSAL
LIBRARY

۵۷۱۶

کنفیوٹس کی کتاب شوکنگ
کا اردو ترجمہ

صحیفہ چین

معہ
مختصر تاریخ چین

و
حالات کنفیوٹس
از

سید اسد علی انوری فرید آبادی بی ایس سی سی آئی ایف ایس

مکتبہ جامعہ دہلی

قیمت عمر

جید برقی پریس دہلی

بالا اول ایکہزار

3

۲۲۲

تہیہ

یہ مختصری کتاب اس مقصد سے پیش کی جاتی ہے کہ اردو داں طبقے کو ان زبردست اور تاریخ ساز ہستیوں سے شناسائی ہو جائے جنہوں نے چین کی تاریخ کی صبح صادق میں لعبت خانہ چین کی صناعی کی تھی اور خاقان چین کو چار دانگ عالم میں منوایا تھا۔

کنفیوشس کی اصل کتاب شوکنگ جس کا یہ ترجمہ ہر دنیا میں تاریخ کی سب سے پرانی کتاب ہے۔ اس کا زمانہ ۲۳۵۵ ق م سے ۶۸۰ ق م ہے۔ اس عرصے میں دراصل مملکت وسطی پر چار خاندانوں اور بادشاہوں نے حکومت کی لیکن کنفیوشس نے اپنی کتاب میں صرف سترہ بادشاہوں

۱۱۔ یو نے چین کی حکومت کو نو اہم مرکز مروجوں میں تقسیم کیا تھا۔ مرکزی مروج میں شہنشاہ کی نشست تھی اس نے چین کی حکومت کا مملکت وسطی نام پڑا گیا۔ جمہوریت کے بعد سے اسی مناسبت سے حکومت کو "گٹل مرکزی" کہنے لگے۔ حکومت چین کو چینوں نے مختلف ناموں سے لکھا ہے۔ بعض جگہ حکومت نگارین "بعض جگہ" حکومت زعفرانی اور بعض جگہ "سلطنت آسمانی" لکھا ہے۔ یہ نام اس کتاب میں کسی جگہ آئے ہیں اور ہر جگہ ان کا مطلب حکومت چین سے ہے۔

کا جستہ جستہ حال لکھا ہے۔ حالات میں تسلسل یا تکیل کا خیال نہیں رکھا گیا ہے۔ اردو ترجمے میں ان ۷۷ میں سے بھی صرف ۱۱ بادشاہوں کا حال نذر ناظرین کیا جا رہا ہے۔ اردو ترجمہ اس انگریزی ترجمہ کا ترجمہ ہے جو مسٹر ڈبلیو گورن اولڈ نے بک آف ہسٹری کے نام سے ۱۹۱۵ء میں شائع کیا۔ کنفیوٹس نے یہ کتاب خاندان چو کی تاریخی دستاویزات کی مدد سے تیار کی تھی۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ ہی سے درباری یا صدر مورخ (جس کو چین میں طائی شی کہتے تھے) ہر بادشاہ کے چار خاص انخاص وزیر اہل سے ایک ہوتا تھا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اُن قدیم صدیوں میں کسی وقت بھی یہ عہدہ خالی نہ رہا، تا آنکہ خاندان چو کے وقت تک بھی صدر مورخ اپنے فرائض انجام دیتا رہا۔ اس لئے کنفیوٹس نے جن مسودوں اور دستاویزوں سے اپنی تاریخ مرتب کی ان کی صحت میں شک کی گنجائش نہیں۔

لیکن ایک وقت ایسا بھی آیا تھا جب کہ تمام مذاہب چین اور خصوصاً چین کی تاریخ بہت معرض بربادی میں تھی۔ ۲۲۰ ق م میں شہنشاہ چو ہوانگ طی نے حکم دیا کہ ملک کی تاریخ کی تمام کتابیں جلا دی جائیں اور تمام مورخین و علما کو زندہ دفن کر دیا جائے (اس کی تفصیل ضمیمہ ب میں دیکھئے) صحیح چین کے لئے خاص طور پر چھان بین کی گئی اور جو اور جہاں ملا نذر آتش کر دیا گیا

چنانچہ جب وان طی نے ادب چین کو دوبارہ زندہ کرنا چاہا تو اس کو ایک سن رسیدہ فقیر فوہ سانگ کی مدد لینی پڑی۔ اس نے اگرچہ دیوانگی کا بہانہ کر لیا تھا لیکن بھر بھی موت سے بچنے کے لئے اس کو اپنی آنکھیں نکھو دینی پڑی تھیں۔ اس پر سال کو صحیفہ کا زیادہ حصہ زبانی یاد تھا۔ تیس سال بعد کنگ وانگ کو کفو شمس کا گھر ڈھانے ہوئے صحیفہ کا ایک پرانا نسخہ اس میں سے مل گیا۔ کنگ آن کا ونے اس کو پڑھا اور رائج الوقت ابجد میں منتقل کر کے معہ تشریح شائع کرادیا۔

صرف یہی نہیں کہ دنیا کی قدیم ترین صحیح تاریخ کا علم ہونا خوش مذاقی اور تعلیم یافتہ ہونے کا ثبوت ہے، بلکہ ان لوگوں کے لئے تو یہ نہایت ضروری ہے جو مشرق بعید کے ادب اور ذہنی ارتقا کا بالتفصیل مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔ باجو مقامی احساسات اور ملکی روایات سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں۔ غالباً یہ کہنا بالکل بے بنیاد نہ ہو کہ جلد ہی مملکت چین میں سیاسی طاقتوں کا توازن نئے سرے سے قائم ہونے والا ہے اور وجہ خواہ ہوس ملک گیری ہو یا تجارتی مفاد، قوموں کی اضافی اقتدار اور افضلیت کی جنگ چین میں لڑی جائے گی۔

قدیم تہذیبوں میں بھی غالباً چین کی تہذیب قدیم ترین ہے۔ غور تو کیجئے سن عیسوی کی ابتدا سے ۲۵ صدیاں پیشتر ہی چین میں فوجداری دیوانی قانون جاری تھے۔ دستور و ضابطہ تھا۔ نو وزیروں کی محکمہ دار وزارت کا مینہ شاہنشاہ کے ماتحت کام کرتی تھی۔ مستقل فوج تھی، صنعت و حرفت بڑے

پیمانہ پر موجود تھی۔ برآمد و درآمد کا توازن قائم تھا۔ جہاز رانی اور آبپاشی کے لئے دریاؤں اور نہروں کا جال بچھا ہوا تھا۔ فلاح ترقی بر تھی۔ لوکل گورنمنٹ موجود تھیں۔ ٹیکس کے اصول طے ہو چکے تھے ادب موسیقی اور سائنس کے مدارس قائم تھے۔ انجینئرنگ اور علم الافلاک ہی میں جنینوں نے اتنی ترقی کر لی تھی کہ آج تک بھی اس سے زیادہ کم ہی دریافت ہوا ہے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ باؤ نے جنتری سیاروں کی رفتار اور ان کے مدور کی مدد سے صحیح کی۔ اور مشاہدے سے شمسی سال کی مدت قائم کی۔ طابو کے متعلق روایت ہے کہ اُس نے طغیانوں کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ بندر بنانا کر ہوانگ^(۱) ہو اورینگ^(۲) سی کیا نگ دریاؤں کے رُخ موڑ دیئے۔ دل لیں خشک کر دیں اور ملک کو دوبارہ کاشتکاری کے قابل بنا دیا۔

اس زمانے کی اخلاقیات و سیاسیات بھی ایسی نہیں کہ فی زمانہ بعید ز عمل ہوں، بلکہ یہ کہنا شاید بے جا نہ ہو کہ آج بھی کوئی ایسے اوامروں یا سیاسی یا اخلاقیات میں نہیں ہیں جن کا وجود قدیم تہذیب چین میں نہ مل سکے۔ اسی لئے یہ کتاب اس امیڈ پر پیش کی جا رہی ہے کہ اب یہ پانچ ہزار برس

۱۱۔ شمالی چین میں ”دریا“ کے لئے ہو بولا جاتا ہے اور جنوبی چین میں کبانگ۔ اس لئے صحیح طور پر تو صرف ہوانگ ہو یا دریا کے ہوانگ کہنا ٹھیک ہے، لیکن اردو کی جغرافیہ کی کتابوں میں عموماً دریائے ہوانگ ہو وغیرہ لکھا جاتا ہے۔ اور یہی طریقہ یہاں بھی رکھا گیا ہے۔

پرانی باتیں سال خوردہ شراب کی طرح اور بھی زیادہ لطیف اور سودمند ثابت ہوں گی۔ اصل ترجمے کے علاوہ اس کتاب میں تین ضمیمے بھی شامل کر دیے ہیں پہلا کنفیوشس کے مفصل حالات اس کے فلسفے اور اخلاقیات سے بحث کرتا ہے۔ دوسرے میں چین کے متعلق عام اور کارآمد واقفیت جمع کر دی گئی ہے۔ تیسرے میں چین کو مختصر کرنے کی انتہائی کوشش کی گئی لیکن پھر بھی یہ داستان بہت سے صفحوں پر پھیل گئی۔ اختصار تو اس قابلِ قدرستی کی طرح بھی کیا جاسکتا تھا جس نے قصہ حضرت یوسف کو چار مختصر فقروں میں یہ کہہ کر ادا کر دیا تھا کہ ”شخصے بود۔ پسداشت۔ گم شد باز یافت۔“ لیکن خیال یہ ہوا کہ ان رموز کو سمجھنے والے اب کہاں۔ تیسرا ضمیمہ چین کے تمام بادشاہوں کی سن وار فہرست ہے جس کا تسلسل عجائبات چین کی گویا ایک مثال ہے۔

شوکنگ کے ترجمے کے ساتھ ان مفصل ضمیموں کو پیش کرنے سے جہاں یہ مقصد ہے کہ اس صحیفہ تاریخی کو ناظرین زیادہ اچھی طرح سے سمجھ سکیں اور اس سے پورا پورا مزہ لے سکیں وہاں اس چیز کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا ہے کہ اگر ہوسکے تو ہماری زبان میں چین کے متعلق کارآمد صحیح اور عہد حاضر تک کی معلومات کی ایک کتاب ہو جائے۔ ہماری تعلیمی دقتوں میں ایک یہ بھی ہے کہ نصاب بذات خود اس قدر منتشر اور دوسری زبان میں ہونے کی وجہ سے اس قدر مشکل ہو جاتا ہے کہ طالب علم اس کے علاوہ عام واقفیت کے لئے پڑھنے کے لئے مشکل وقت نکال سکتا ہے۔ اور پھر اگر وقت نکالے بھی تو اس کے پڑھنے کے لئے کوئی مناسب اور عام واقفیت بڑھانے

کی کتاب سوائے انگریزی زبان کے نہیں ملتی۔ ایسی انگریزی کتاب کو عموماً انٹر میڈیٹ جماعت تک کا طالب علم نہیں سمجھ سکتا اس لئے اس کے لئے ایسی کتاب کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔ بی اے میں پہنچ کر البتہ نصاب کے علاوہ بھی انگریزی کتابیں سمجھنے کی تیز آجانی ہے تو اول تو امتحان کے خوف سے فرصت عنقا اور پھر اگر کسی نے ہمت کی بھی تو ان آخری دو سال میں آخر کیا کچھ پڑھ لے گا اور اس وقت تک کی کمی کو کیسے پورا کرے گا ایسے طالب علم کا پھر اس سے کیا مقابلہ کیا جاسکتا ہے جس نے شروع ہی سے اپنی زبان میں بہت سی مختصر آسان اور دلچسپ کتابیں پڑھ کر تمام دنیا اور اس کی چیزوں سے تعارف کر لیا ہو۔ کیوں نہ ہم بھی اپنی زبان میں مفید اور بُرا معلومات لیکن مختصر آسان اور دلچسپ کتابیں مہیا کریں تاکہ چھوٹی جماعتوں کے طالب علم بھی خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکیں۔ اس وقت تک اردو میں ایسی کتابیں بمنزلہ نغنی کے ہیں۔ افسانہ، ناول، ڈرامہ اور شاعری پر تو خبر کچھ نہیں لیکن عام واقفیت بڑھانے کی کتابیں تو بالکل عنقا ہیں اب چین ہی کو لے لیجئے۔ اگر بالفرض کوئی دسویں جماعت کا طالب علم چین کے متعلق اپنے جزافہ سے علاوہ کچھ مزید واقفیت ہم پہنچانا چاہے تو غالباً اردو میں کوئی کتاب اس کے لئے نہ مل سکے گی۔ انگریزی اس کے بس کی نہیں اب فرمائے کہ وہ اگر اغیار کے لڑکوں کی طرح ہمہ دان نہ ہو تو اس کا کیا قصور۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں بسرعت تمام ایسی کتابیں مہیا کر لینی چاہئیں، کیونکہ جوں جوں تعلیم اپنی زبان میں زیادہ ہوتی جائے گی اسی قدر ایسی کتابوں کی ضرورت بڑھتی

جائے گی۔ زیادہ تر اسی نقطہ نظر سے یہ ضمیمے شامل کتاب کئے گئے ہیں۔ اب یہ ایسی چیز بن گئی ہے کہ اس کے پڑھ لینے کے بعد قاری چین یا اس کے کسی شعبہ مثلاً تاریخ۔ ادب۔ مذہب۔ فلسفہ۔ جغرافیہ۔ سیاست۔ تجارت۔ مشاہیر وغیرہ سے نا آشنا نہ محض نہیں رہ سکتا۔ اس سے زیادہ کا نہ میرا دعوئے نہ کسی کو توقع رکھنے کا حق۔

انوری فرید آبادی

صحیفہ حسین

یا اُو کی یاد

کا ورن اور کنگ ٹوکا بیٹا فانگ ہیون شہر ٹانگ میں پیدا ہوا
 اس نے صوبہ ای میں پرورش پائی اور بعد میں صوبہ کی میں سکونت
 اختیار کی اسی لئے اسے ای کی بھی کہا جاتا تھا۔ اس کے بڑے بھائی پے
 نے مملکت وسطے پر نو برس تک اس ڈھنگ سے سلطنت کی کہ خدا اور
 مخلوق خدادادوں اس سے عاجز آ گئے تو اس وقت طاؤ ^(۱) ٹانگ المعروف
 بے یا اُو بقام پنگ یا ٹانگ تخت پر بیٹھا۔ اس وقت اس کی عمر سولہ برس
 کی تھی۔

چاردانگ عالم میں یہ بات سب کو معلوم ہے کہ کس طرح اس نے سب
 پہلے جنتری کی تصحیح کی۔ چوں ہیا کے زمانے سے اس نے وقت کا حساب

(۱) و ۲۰ :- فانگ ہیون ہی کے مختلف نام ہیں۔

لگایا اور رات کے ستاروں سے موسموں کی مدت قائم کی۔ پھر اس نے اپنے دربار میں یوشانگ کے وحشیوں سے ”سنگ پشتِ اعظم“ کا خراج وصول کیا۔ اس کی پشت پر کھدی ہوئی عبارت کو پڑھ کر اس کو معلوم ہوا کہ طوفان سے قبل قدیم زمانے میں کیا کیا ہوا تھا۔ پھر تمام ملک میں امن و امان کا دور دورہ رہا کیونکہ ظل اللہ مخلوقِ خدا پر بھلائی اور خدا ترسی سے حکومت کر رہا تھا۔

چنانچہ ایک دفعہ وہ ملک کے شہروں اور قصبوں میں دورہ کر رہا تھا تو اسے معلوم ہوا کہ لوگ اپنے سامنے گیتوں میں اس کے گن گاتے ہیں جن میں سے مثال کے طور پر دو ایک یہ ہیں :-

۱۔ اللہ کا وہ بندہ طاقت ور و یگانہ

فضل و کرم کا جس کے ہے معترف زمانہ

وہ شاہِ نیک خوش خو ہے نام جس کا یا او

بخشش ہے جس کی ہر سوا اور لطفِ جاودا

ہر وقت ہم پر اس کا اکرام بیکراں ہے

ہر دم ہے ہم پر اس کا الطاف خسروانہ

محکوم ہم ہیں اس کے حاکم ہے وہ ہمارا

ہم لوگ اس کی خدمت کرتے ہیں غامدائے

جس طرح کوہِ ٹوہ پر لوگوں کا ہے سہارا
ہم مُعتمد ہیں اس کے وہ مُعتمد ہمارا
۲۔ لوگ اب کوہِ ٹوہ کے بل پر جیسے اینڈا کرتے ہیں
ہم یا اُوپر ویسے ہی نہم دل سے بھروسہ کرتے ہیں
جب کہ تارے خاموشی سے رات کو دورا کرتے ہیں
سونے والے ٹوہ پر اکثر چین سے سویا کرتے ہیں
ہم کیا جانیں اہل جہاں کو کیا سوچا سمجھا کرتے ہیں
ہم تو اپنے شاہ کے احکامات کو مانا کرتے ہیں
شاہ پرستی مشرب ہے اور شاہ پرستی مذہب ہے

یہ سن کر بادشاہ کا دل بہت خوش ہوا۔ اور وہ بولا: ”الحمد للہ“ میں نے
تو کبھی اس خاطر پر بٹانی بھی نہ اٹھائی پھر بھی لوگ حکومت سے خوش ہیں۔
میں گنہگار میں رہا، لیکن پھر بھی میری رعایا بامِ شہرت پر پہنچ گئی“ لیکن اسی
بھارت ماتا کے بعض کپوت جن کو اس نے دانا پانی دے کر پالا پوسا تھا اب
بھی تھے جن کے دلوں میں کدورتیں تھیں۔ وہ ناشکری کرتے تھے اور
بڑبڑاتے تھے۔ ”اندھیرے منہم ہم اپنے دھندوں میں جُت جاتے ہیں۔
اور شام سے پہلے اپنی کمر سیدھی نہیں کر پاتے۔ پانی پینا ہو تو خود ہی
کنواں کھود کر پینا پڑتا ہے اور اپنے ہی اہل جوت کرانا ج پیدا کرتے ہیں

پھر بادشاہ کی طاقت سے ہمیں کیا فائدہ ہے۔" اس پر بادشاہ نے اپنے دل میں کہا "تو پھر اب کیا ہو۔ ممکن ہے میرے انکسار اور خاکساری میں کمی نہ لگے ہو۔ اغلباً یہ میرا ہی قصور ہے مجھے کوشش کرنی چاہئے کہ اپنی بھلائی اور نیکی کو ترقی دوں اور غور کروں کہ اللہ کی راہ سے میں کہاں بھٹک گیا ہوں۔"

جب معائنہ کی خاطر شہنشاہ دورے پر گیا تو کوہ ہوا کے پجاری نے مودبانہ طریقہ سے دُعا دی کہ "خدا ہمارے بادشاہ کو دولت کثیر، عمر طویل اور بہت سی اولاد نریتہ عطا فرمائے۔"

لیکن یا اُونے کہا "آپ کی عنایت کا شکریہ۔ لیکن مجھے تو اس دُعا سے بخشنے جس کے بہت سے لڑکے ہوتے ہیں اس کو اتنی پریشانی اور درد سہی ہوتی ہے۔ جس کے پاس بہت دولت ہوتی ہے اس کو بے حد فکر اور خوف لگا رہتا ہے اور جو زیادہ دن تک جیتا ہے پھر وہ بوڑھا اور کمزور بھی ضرور ہوتا ہے اور اس میں گھٹاؤ ہونے لگتا ہے۔"

اس پر خانقاہ ہوا کے پجاری نے کہا "جب خدا آدمی پیدا کرتا ہے تو اس کے لئے کام بھی مقدر کر دیتا ہے۔ لہذا اگر تمہارے کئی ایک بیٹے ہوں اور سب نیک کاموں میں لگے ہوئے ہوں تو پھر تم کو کس بات کا فکر۔ اگر تم امیر ہو تو اپنی دولت غریبوں میں بانٹ سکتے ہو، پھر اس کا خوف ہی کیا۔"

اور اگر تم بہت دن تک زندہ رہو اور صبح راستہ اختیار کرو تو اپنی رعیت کے ساتھ تم کو عروج ہوگا۔ لیکن اگر ملک کو عروج کے بدلے ضلالت اور گمراہی سے واسطہ پڑے تو پھر نہیں چاہیے کہ راج پاٹ چھوڑ کر گناہی میں زندگی بسر کرو اور اپنی ذات میں نیکیاں اور بھلائیاں پیدا کرو، تاکہ جب دنیا کی زندگی ختم ہو اور انسانی خلق قطع، تو تم دیوتاؤں سے جاملو۔ اور اس طرح بادلوں کو عبور کر کے رفعت اعلیٰ پر جا پہنچو۔ پھر بھلا گھٹاؤ و تنزل کا کیسا موقعہ ہے؟

پھر یاؤ نے کہا ”کوہ ہوا کے پجاری عقل کی بات تک بہت مختلف خمیدہ اور شاخدار راستوں سے پہنچ جاتی ہے۔ میں نے بہت سافٹ طے کی ہے۔ بہت دنیا دیکھی ہے اور بہت باتیں سنی ہیں، لیکن یہ بات کہ آدمی باوجود مال و متاع کثیر اولاد زینہ اور درازی عمر کے بھی بے خطر، بے فکر اور بے گھٹاؤ رہ سکتا ہے صرف آج تم سے ہی سنی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جنگل کے درخت بہت مختلف قسم اور مختلف پیمائش کے ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ جب ان میں پھل لگتا ہے تو وہ سب ایک ہی شاخ میں سب کا سب نہیں لگ جاتا۔ میں تمہاری بات پر غور کروں گا۔“

(۱)۔ استعارہ ہے: مطلب یہ کہ سنیا سی بن باسی لوگوں میں مختلف طریقوں کے آدمی ہیں اور یہ ضرور

نہیں کہ ساری عقل کسی ایک ہی آدمی میں ہو۔ بلکہ ہر ایک میں موجود ہو اس لئے تمہاری بات بھی قابل غور

نیک بخت با او کے متعلق یہ روایت ہے کہ اس نے مملکتِ دُستل پر ایک سو سال تک حکومت کی۔ اس کی عمر ایک سو سو لہ برس کی ہوئی۔ وہ خدا کی طرح مہربان اور رحمدل تھا اور دیوتاؤں کی طرح غفلندہ اور ہیشاد دور سے اس کی چمک ابرنا باں سے مشابہ تھی اور قریب سے خورشید زرفشاں جیسی۔ وہ امیر تھا لیکن مغرور نہیں۔ وہ شاہی طبیعت رکھتا تھا لیکن عیاش نہ تھا۔ لباس میں وہ زرد ڈوپٹی اور گہرے سیاہی مائل رنگ کا کوٹ پہنتا تھا اس کی گاڑی سرخ رنگ کی تھی اور اس کے گھوڑے سفید۔ اس کے چھپرے کی اولتیاں ہموار گٹی ہوئی نہیں تھیں اور نہ کڑیاں چوکور اور چورس تھیں اس کے گھر کے اندر شہتیروں پر کسی قسم کا نمائی کام نہ تھا۔ اس کا روزمرہ کھانا ایک قسم کا دلیہ ہوتا تھا جو بغیر کسی خاص اہتمام کے بنایا جاتا تھا۔ وہ غلہ پسند کرتے وقت میں بیج نہیں نکالتا تھا۔ اپنا روز کا دلیہ مٹی کے پائے میں لکڑی کے چھپے سے کھاتا تھا۔ وہ اپنے جسم کی زینت کسی قسم کے جواہر سے نہ کرتا تھا اور نہ اس کے کپڑے زرنکار ہوتے تھے، بلکہ نہایت سادہ اور ہمیشہ ایک سے۔ وہ غیر معمولی اشیاء یا تعجب انگیز حادثات پر کوئی توجہ نہ دیتا تھا نہ عجائب و غرائب کی اس کی نظر میں کوئی خاص قیمت تھی۔^{۱۲} وہ

(۱)۔ انتہائی سادگی کی علامت

(۲)۔ یہی مضمون آخر میں امیر شاہ کے خط میں ہے۔ دیکھو صفحہ ۸۲ نوٹ ۲

اپنا وقت گانا سُنتے میں ضائع نہ کرتا تھا۔ اس کے دربار کی گاڑی بھی مڑھ نہ تھی، اور نہ اس کے گھر کی دیواروں پر رنگ و روغن تھا۔ گھر کی دریاں اور چاند نیاں بے جھال کی تھیں۔ گرمیوں میں سادہ سوتی لباس پہنتا تھا اور سردیوں میں ہرن کی کھالوں کو اوڑھتا تھا۔ باوجود ان سب باتوں کے وہ مملکتِ وسطے کے گزشتہ اور آئندہ سارے بادشاہوں سے زیادہ متمول، زیادہ عقلمند اور زیادہ عمر والا بادشاہ تھا۔ ”بزرگ صرف خدا ہے۔ اور یا اُو کے سوائے کوئی بھی اس کی پیروی نہ کر سکا۔“

(۲۲۵۶-۲۲۵۷ ق م)

شن کی شعاع

چُنک ہوا المعروف بہ لی اویو، گہ ساؤ کا بیٹا تھا۔ وہ اگرچہ بہت گمنامی میں پیدا ہوا تھا لیکن آگے چل کر اس کو اتنی ترقی ہوئی کہ چار دانگ عالم میں کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو اس کی عظمت و شان کا شاہد نہ ہو۔ شن کا باپ کج عقلی کی بے بصیرتی سے اندھا تھا اور اس کی ماں خود ستائی اور کج فہمی کے ضعف سے نحیف۔ اس کا بھائی سیانگ جو اس کی سوتیلی ماں کا بیٹا ہونے کی وجہ سے اس کے باپ کا بہت لاڈلا تھا صابر شن پر اپنا غضب اور غصہ دکھانے میں کبھی کسر نہ چھوڑتا تھا۔ تاہم شن نے کبھی اپنے والدین کی اطاعت میں کمی نہ کی اور نہ اپنے چھوٹے بھائی کی ہمدردی میں کوتاہی۔ بخلاف اس کے وہ ہمیشہ اپنے فرائض کو بطریق احسن بجالاتا رہا۔ وہ نہایت مودب، نیکسلسلہ راج اور با وفا تھا۔ اس کا برتاؤ اپنے ہمسایوں اور ساتھیوں سے بھی ایسا ہی نیک اور ہمدردانا تھا جیسا کہ اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ۔ چنانچہ بچپن ہی میں اس کی نیکی اور اس کا صبر اس کی وفاداری اور اس کی بھلائی زبان زدِ خلایق ہو گئی۔ وہ ہل چلانے میں ایسا مشاق تھا کہ لوگ اس کے آگے اپنا کام بھول جاتے تھے۔ پھلیاں پکڑتا تو لوگوں کی ہنسی ڈور ڈھیلی پڑ جاتی۔ اس نے دریائے ہوانگ ہو کے کنارے مٹی کے صاف اور غیر مسموم دار برتن بنائے۔

شوشان میں اس نے اوزار اور ہتھیار بھی تیار کیے۔ جہاں وہ ایک سال رہا لوگوں نے وہاں ایک چھوٹی سی بسا پت بنائی۔ جہاں وہ دو سال ٹپک گیا وہاں شہر بن گیا اور جہاں اس نے تین سال گزار دیئے وہاں تو خاصہ دار السلطنت آباد ہو گیا۔

نیک بخت یا آؤ کے کان تک بھی یہ خبریں پہنچیں۔ اس کو اپنے جانشین کی تلاش ہی تھی کیونکہ خود اس کا بیٹا طان چوخیوں سے بالکل مُعز تھا۔ اس لئے اس نے فیصلہ کر لیا کہ شُن کو آزماد کر دیکھا جائے کہ آیا وہ بارِ سلطنت بھی اٹھا سکے گا یا نہیں۔ شُن نے مُلک کے عرض و طول میں اخلاقِ عظمیٰ کے پانچ قانون نافذ کئے اور چونکہ وہ بہت تدقیق و تحقیق سے بنائے گئے تھے اس لئے وہ کامیاب ہوئے۔ اس نے حکم دیا کہ محل کے چاروں دروازوں پر مہانوں کا عزت کے ساتھ استقبال کیا جائے چنانچہ وہ وہاں خوشی خوشی آئے اور مطمئن ہوئے۔ ابھی تک دریاؤں کی طغیانی میں کمی نہ آئی تھی۔ اس لئے شُن کو پہاڑوں اور جنگلوں میں بھیجا گیا تاکہ وہاں جا کر موقعہ کا نقشہ بنائے۔ وہاں اگرچہ سخت ترین بادِ طوفانی، گرج کر دک اور موسلا دھار بارش کا دور دورہ تھا لیکن شُن ناامید نہ ہوا اور کام سے مہنہ نہ موڑا۔ اس میں مطلق شبہ نہ تھا کہ

اس کی لیاقت اور ہمت دوسرے لوگوں سے بدرجہا بہتر تھی اسی لئے زمین و آسمان جن و دیوتا سب اس کی مدد پر تیار ہو گئے۔

تب نیک بخت یا اُونے اس کو مخاطب کر کے کہا "شاہاش ٹنن! میں نے تمہارے اعمال کا بغور معائنہ کیا اور اقوال کو جانچا۔ تمہارے اعمال طویل ہیں اور تمہارے اقوال مختصر، لیکن ہیں دونوں نیکی سے معمور۔ اس لئے اب تم ہی بادشاہت کرو، کیونکہ اپنے بیٹے طان چھو میں تو میں کوئی اچھی بات پاتا نہیں۔"

ٹنن نے سارے ملک کو ۱۲ صوبوں میں منقسم کیا۔ اور یو کو حکم دیا کہ وہ زمین کا پانی کا بہاؤ ٹھیک کرے اور طغیانوں کو قابو میں لائے۔ اس نے بارہ پہاڑوں کو مخصوص قربان گا ہی مقرر کیا۔ مجرموں کی تعزیر کی حد قائم کی روایت ہے کہ اس نے کہا "خبردار! قانون کے اطلاق میں بے حد احتیاط رہے۔ بے خبری اور بد قسمتی سے جو گناہ سرزد ہو جائیں ان کو بلا تکلف معاف کر دینا چاہئے۔ اور شک و شبہ کے تمام قضیوں میں فیصلے کا رخ رحم اور عفو کی طرف ہونا چاہئے۔"

اٹھائیس برس بعد جب نیک بخت یا اُونے کا بقام یا ناگ انتقال ہوا تو خلعت با وفا، محنتی اور سچے ٹنن کے ساتھ ہو گئی۔ اس نے سولہ معزز ترین خاندانوں کے سرنجوں کی ایک کاہینہ مقرر کی تاکہ حکومت کا کام چلائیں۔ اپنی ذاتی رائے

کوان کی صلاح اور اصلاح کے ماتحت ماننے پر آمادگی ظاہر کی۔ اس کے علاوہ اس نے ایک محکمہ تنقید و تبصرہ بھی قائم کیا تاکہ ہر وہ شخص جس کو اس کی طرز حکومت سے شکایت یا تکلیف ہو بلا تکلف اور پوری آزادی سے اپنا نقطہ نظر پیش کر سکے اس نے درباری منتی کوئی کو حکم دیا کہ وہ ۲۳ تاروں کا ایک ساز بنائے۔ منتی نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور ساز بنا دیا۔ اس نے ”نومہان“ چھ امراء اور چھ جانباز کے گیت بھی بادشاہ کے فضائل میں بنائے۔

چنگلی بالکل مسحور ہو گیا۔ اور مشورہ دیا کہ اور دوسرے باہر اور اہل کمال گویوں کی تلاش کرانی چاہئے۔ لیکن شاہنشاہ نے جواب دیا کہ ”نہیں گوی ایک ہی کافی ہے“

تیسرے سال سالانہ قربانی کے موقعہ پر شہنشاہ نے سرکاری ملازمین کی ذاتی صفات کی چھان بین کی۔ اور لائقوں کو ترقی دی اور نالائقوں کا تنزیل کیا۔ اس وجہ سے تمام سرکاری افسران نے شاہنشاہ کے نام کا قصیدہ گانا شروع کر دیا۔

جو فطرت کے بازیگر ہیں کھیل تماشا کرتے ہیں۔

قدرت کے بھروسے جو ہیں عیس وہ بدلا کرتے ہیں

جرخ نیلی قام بہ انجم شب کو چمکا کرتے ہیں

چاند اور سورج اپنے اپنے نور کو یکجا کرتے ہیں
تاریہ دونوں شاہ نشن کی جوت جگت میں پھیلائیں۔

اپنے عہد مبارک کے تیسویں سال شاہنشاہ نشن نے زی شان
(شانِ خانقاہ) کے صدر کو بلایا اور کہا ”اگر میری سلطنت میں کوئی ایسا
جس کی نیکی باعثِ فخر ہو اور جنک بخت یا او کے نیک ارادوں کی تکمیل
کرنے کا اہل ہو تو میں اس کو وزیرِ اعظم بنانا چاہتا ہوں، تاکہ وہ اپنی عقلندی
سے ہر چیز میں جلا پیدا کر دے اور ہر چیز کو اپنے کام کے لئے اپنا تابع
فرمان بنالے“

حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا ”گو ان رئیسِ سنگ کا فرزند ارجمند
امیر یو اس کام کے لئے انسب ہے۔ کیا میر نقشہ کی حیثیت سے اس نے
اپنی لاہتہا لیاقت کی دھاک ملک پر نہیں بٹھا دی ہے؟“
”بالکل ٹھیک“ شاہنشاہ نے کہا۔ اس نے یو کو آگے آنے کا اشارہ
کیا، لیکن یو نے خاکساری دکھائی کیونکہ وہ نہایت منکسر المزاج تھا۔ اس نے
کاڈیا او ہر سیا اور زیہہ کی طرف داری میں اس عزت افزائی سے انکا
کر دیا اور کہا ”یہ سب بہتر اور بھلے آدمی ہیں۔ جہاں پناہ ان میں سے کسی
کو بھی منتخب کر سکتے ہیں“

”شاہباش“ شاہنشاہ نے جواب دیا ”لیکن میں تمہیں سے کہتا ہوں

کہ تم انتظام حکومت اپنے ہاتھ میں لو اور اس کام کو شروع کر دو۔
 یونے اصول قوانین مرتب کئے۔ اور مراتب کے نو درجے قائم
 کئے۔ اور از سر نو سلطنت کو نو صوبوں میں تقسیم کیا۔ اس نے نو وزراء سلطنت
 بتفصیل ذیل مقرر کئے :-

میر نقشہ ، وزیر فلاح ، وزیر تعلیمات ، وزیر قانون فوجداری
 وزیر امور بر خلائع عامہ ، میر مراسم ، صدر منشی ، وزیر خارجہ اور
 حاکم دلدل ۔

(۱)۔ نو کے ہندسے کو ہمیشہ سے بہت سودا مانتے چلے آئے ہیں۔ نجوم و دیگر علوم
 باطنہ میں اس کی بہت اہمیت ہے۔ اس کا چھل ضرب کبھی گھٹتا نہیں۔ یعنی اگر چل ضرب کے
 ہندسوں کو اکائی سمجھ کر جمع کیا جائے تو مجموعہ ہمیشہ ۹ رہے گا اس سے کم نہ ہوگا۔ مثلاً

$$9 = 1 \times 9$$

$$9 = 1 + 8 \quad 18 = 2 \times 9$$

$$9 = 2 + 7 \quad 27 = 3 \times 9$$

$$9 = 3 + 6 \quad 36 = 4 \times 9$$

علیٰ ہذا القیاس۔ کسی اور ہندسے میں یہ بات نہیں۔ ان کی قیمت اکثر گر
 جاتی ہے۔ اکائی میں بھی نو کی قیمت سب سے زیادہ ہے کیونکہ اس کے بعد پھر صفر ہے۔

پھر اس نے یا آؤ کے بیٹے طان چو کو بلایا اور کہا "اے پسر یا آؤ یہ انتہائی ضروری چیز ہے کہ عوام میں اور دیوتاؤں میں اور حاکم اعلیٰ اور حاکم حقیقی میں معرفت اور طریقت کا رشتہ قائم رہے۔ اس لئے طان کی حکومت کو سنبھالو اور اپنے اسلاف کے نام کی قربانیاں باقاعدہ اور بلاناغہ کرتے رہو۔

پھر شاہنشاہ اپنے باپ کہہ ساؤ کے پاس گیا اور اس کی خدمت بجالایا۔ اور اپنے چھوٹے بھائی سیانگ کو صوبہ یوپیہہ کا حاکم بنا دیا۔ سارے لوگ خوش حال تھے اور ملک میں امن و امان تھا۔

اپنے عہد کے اڑتالیسویں سال میں صحرائے سانگ وہ میں شاہنشاہ کا انتقال ہو گیا۔ تیس سال تک اس نے یا آؤ کی زندگی میں اور اس کے ساتھ بادشاہت کی۔ اور پچاس سال تک اس کے بعد تنہا بادشاہ رہا۔ پھر وہ بہت دور پہاڑوں میں چلا گیا اور وہیں مر گیا۔ اور لوگ یو کی طرف رجوع ہوئے۔

(۲۲۸۴ - ۲۲۰۴ ق م)

(۱) اس میں باقاعدہ تخت نشینی سے قبل کے دو سال بھی شامل ہیں۔

طاہر کی طاقت

کوان رئیس سنگ اور یوسن کی امیرزادی سوکی کے بیٹے وانگ سنگ۔ زسے المعروف بہ یو یا طاہر کو اپنی لائینہا محنت اور جفاکشی کے باعث ملک میں سب سے اعلیٰ اور ارفع جگہ ابادشاہت مل گئی۔ شاہنشاہ شن نے اس کے باپ کو ان کو وزیر امور و رفیع عامتہ مقرر کر کے دادیوں کو طغیانی کے پانی سے بربادی سے بچانے کے لئے بھیجا تھا۔ لیکن ۹ سال کے عرصے کے بعد بھی طوفان زدہ وادیاں غرقاب ہی رہیں۔

آخر شاہنشاہ نے اپنے وزیروں سے کہا ”کوئی ہے جو ایسے شخص کا پتہ دے جو دریاؤں کو ان کے اپنے پاٹوں میں محصور رکھ سکے۔ اور جو ان طوفانوں کو قابو میں لاسکے جو میری رعایا کی زمینوں کو برباد کئے ڈالتے ہیں۔“ حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا: ”امیر نو سے زیادہ کون اس بات کا اہل ہو سکتا ہے؟“ چنانچہ کوان کا بیٹا میر نقشہ مقرر کیا گیا اور اس نے وہ کام سرانجام دیا جو خود اس کا باپ بھی نہ کر سکا تھا۔

اپنی شادی کے دوسرے ہی دن صبح وہ اپنے کام پر چل کھڑا ہوا۔ شاہنشاہ کا حکم ملنے کے بعد اس نے لہو و لعب بلکہ شادی کی معمولی رسموں تک

میں بالکل وقت نہ ضائع کیا بلکہ فوراً ہی اس حکم کی تعمیل کے لئے کمر بستہ ہو گیا۔ اس نے ملک کو نو صوبوں میں تقسیم کیا۔ زمین کو باقاعدہ بانٹ کر بلند پہاڑوں اور گہرے دریاؤں سے اس کی حدود قائم کیں۔ پھر پہاڑوں پر جا کر وہاں لکڑی ہینا کی اور بند پل اور کشتیوں کے بیڑے بنانا کر نہروں کو چوڑا اور گہرا کیا۔ دلدلوں کے پانی کو چھوٹے چھوٹے تالوں میں نکالا اور پھر ان تالوں کو دریا کے نیچے سی اور دریا کے ہوائی میں لے جا گیا۔ اس پیمائش اور جریب کشی کے دوران میں وہ تین بار اپنے گھر کے دروازے کے آگے سے نکلا اور اپنی دہن کی آواز اور اپنے دودھ پیتے بچے کی آغوں آغوں سنی لیکن وہ اندر نہ گیا۔ اس طرح آٹھ سال کے عرصے میں اس نے اپنا کام پایہ تکمیل کو پہنچا دیا اور شاہنشاہ کے حضور اپنے کام اور اپنے حکم کے کارکنان کو پیش کیا۔

اس پر شاہنشاہ نے کہا ”جزا رک اللہ۔“ یوں جب طوفان کی وجہ سے میں پریشان تھا اور میری رعیت زرخیز وادیوں کو چھوڑ چھوڑ کر خشک اور کوری پہاڑوں کی طرف ہاگ رہی تھی تو تم نے اپنا وعدہ پورا کیا اور وہ کر دکھایا جس کا دعویٰ کیا تھا۔ تم نے ملک کے کام میں محنت اور جانفشانی برتی اور نجی معاملات میں کفایت شعاری اور یہ سب کچھ تم نے بغیر غرور اور بے جا فخر کے انجام دیا۔ اس سے تمہاری لیاقت ظاہر ہے

لیکن پھر بھی تمہیں گھنڈ نہ ہوا۔ اور گو کہ وہ بیہوشی میں سے کوئی بھی تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا اور اگرچہ اس دنیا میں کوئی بھی یہ کام نہ کر سکتا تھا جو تم نے کر دکھایا لیکن پھر بھی تم شیخی نہیں بگھارتے۔ میں تمہاری نیکی کا اقبال کرتا ہوں اور تمہاری بے پایاں خوبی کی عزت کرتا ہوں۔ آج سے تم میرے وزیر اعظم مقرر کئے جاتے ہو“

اپنے عہد کے ۳۳ ویں سال میں شاہنشاہ نے اپنے وزیر اعظم کو بلا کر کہا ”دیکھو یو میں اب بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہوں اور زیادتی کا رکھی بنا پر تھک گیا ہوں۔ اب تم سلطنت کو بے پرواہی اور بے توجہی سے بری رکھنے کا بار اپنے اوپر لو اور میری رعایا کی خیر خواہی کرو“۔ چنانچہ یو نے بار حکومت اپنے ذمے لیا اور باقاعدہ جد نیک بخت یعنی یاؤ کے مندریں بند حکومت پائی ٹین کے ساتھ ۱۹ برس حکومت کرنے کے بعد یعنی نویں منزل^(۱) کے تیرھویں سال میں بہار کے جینے کی پہلی تاریخ کو ہان میں یو تخت

(۱)۔ جینیوں کا سن چوون ہیا کے زمانے یعنی ۲۶۹۶ ق م سے شروع ہوتا ہے۔ یہ یاؤ نے مقرر کیا تھا، اور منزلوں میں منقسم ہے۔ ہر ایک منزل کے ساٹھ سال مقرر کئے گئے ہیں۔ اب (۱۹۳۷) ۷۸ ویں منزل اور ۱۳ واں سال ہے۔

وقت اور زمانے کو ۶۰ کے اجزاء ضربی میں تقسیم کرنا علم الافلاک اور نجوم کے بقیہ صفحہ ۲۹ پر

پر بیٹھا۔ اس نے فولادئی پنجے سے حکومت کی۔ اس نے ہی آ کے خاندانی گیت مرتب کئے اور مختلف مراتب کے لئے مختلف رنگوں کے جھنڈوں کا استعمال مقرر کیا اس نے مراتب کے نو درجے قائم کئے اور نو ہی حکومت کے وزراء مقرر کئے۔ زمانہ قدیم میں چینی بادشاہوں نے گاڑی ایجاد کی تھی شاؤ ہاؤ نے اس میں بیل جوتے تھے۔ لیکن کی چنگ نے گھوڑوں کو جوتے کے لئے سدھا یا۔ اس لئے یونے کی چنگ کو داروغہ صطبل اور میر سواری مقرر کیا۔

(صفحہ ۲۸ کا بقیہ۔ اصولوں پر مبنی ہے) اب بھی ہندوستانی جوتش میں وقت کی تقسیم یہ ہے

۶۰ انویں	=	ایک دیں	ایک سیکنڈ کا ۲۵ واں حصہ
۶۰ دیں	=	ایک پل	۲۴ سیکنڈ
۶۰ پل	=	ایک گھڑی	۲۴ منٹ
۶۰ گھڑی	=	ایک دن	۲۴ گھنٹہ
۶۰ دن	=	ایک رت	
۶۰ رت	=	دس سال	

مردہ گھنٹہ میں ساٹھ منٹ اور منٹ میں ساٹھ سیکنڈ بھی اسی اصول کے زیر اثر ہیں۔

(۲)۔ یعنی سختی اور استقلال سے۔

یونے چاروں اطراف میں عالموں کو مطلع کر دیا کہ ”وہ شخص جو مجھے صحیح راستہ دکھانا چاہے۔ اور وہ جو راست بازی کی تلقین کرنا چاہے یا وہ جو مجھے معاملات تجارت میں مدد دے سکے یا وہ جس کو کوئی شکایت اور یا وہ جو کسی بھی معاملہ میں میرا فیصلہ چاہتا ہو ایسے سارے اشخاص میرے محل میں داخل ہو کہ بطریق مقررہ مجھ سے ملاقات کریں۔ اس بات کا مجھے اتنا زیادہ فکر نہیں ہے کہ علماء میرے دروازے پر کچھ دیر تک انتظار میں رہیں بلکہ مجھے تو یہ خوف بہت زیادہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایسے لوگ مجھ سے مل ہی نہ سکیں“

ایک دفعہ ایک کھانے کے دوران میں شاہنشاہ کو دس باران لوگوں سے ملنے کی خاطر اٹھنا پڑا جنھوں نے اس کے نام کی دہائی دی اور ایک غسل کے درمیان میں تین مرتبہ اس کو اپنی زلفیں سر کے اوپر باندھتی پڑیں تاکہ وہ فریادوں کی فریادیں سکے۔ اس طرح اس نے رعیت کو راست بازی اور فرائض شناسی کی ترغیب دی۔

زمانہ قدیم میں لوگوں نے میٹھی شرابیں بنائی تھیں اور گھوڑیوں کے دودھ سے شراب کھینچی تھی، لیکن اب ایک شخص آئی ٹیہہ اٹھا جس نے پینے کے لئے روح شراب ایجاد کی۔ شاہنشاہ نے اسے جکھا اور مزیدار پایا۔ اس لئے اس نے آئی ٹیہہ کو شہر بدر کر کے بہت دور ایسی جگہ بھیجا

جہاں سے اس کے واپس آنے کا احتمال نہ ہو اور نشہ آور شراب کا استعمال
 ناجائز ٹھہرایا۔ اور کہا ”آئندہ ایسا وقت آنے والا ہے جبکہ شراب کا
 استعمال میرے ملک کے لئے باعثِ بریادی ہوگا“

اسی زمانے میں تین دن تک سونے کی ریت کی بارش ہوتی رہی۔ نو
 صوبوں کے حاکموں نے جو سونا بطور خراج شاہنشاہ کو پیش کیا تو اس میں
 سے شاہنشاہ نے نو تپائیاں بنوائیں ہر ایک تپائی سلطنت کے نوصوبوں
 میں سے ایک ایک کی نمائندہ تھی۔

ایک دفعہ بادشاہ دورے پر جا رہا تھا کہ اس نے ایک مجرم کو دیکھا
 وہ سواری سے اتر پڑا اور مجرم کے جرم کے متعلق دریافت کیا۔ درباریوں
 نے جو دیکھا کہ شاہنشاہ کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہیں، تو عرض کیا
 ”یہاں پناہ بھلا مضمور اس شخص کی خاطر کیوں ملول ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے
 کہ اس نے خلافِ قانون کام کیا ہے۔“

”افسوس“ شاہنشاہ نے جواب دیا ”یا آوا اورشن کی رعیت نے اپنے
 بادشاہ کے اخلاق کی پیروی کرنا فرض سمجھا تھا۔ لیکن جب سے میں ان کا
 بادشاہ ہوا ہوں یہ لوگ اپنی مرضی کی بات کرتے ہیں۔ مجھے اس بات کا
 افسوس نہیں ہے کہ اس شخص نے کیوں خلافِ قانون کام کیا، بلکہ رنج تو
 اس علم سے ہوا کہ اس قسم کی خلافِ قانون حرکت کا ارتکاب میری رعایا سے

ممکن ہے“

یونے پہہ شان سے آئے ہوئے سونے کا سکہ ڈھالا اور اس رُتو سے ایسے غریب بچوں کو آزاد کرایا جن کو ان کے والدین نے فاقوں سے عاجز آکر غلامی میں بیچ دیا تھا اس کے بعد وہ دریائے ینگ سی کیانگ کے جنوب میں اور دور تک دور سے پر گیا۔ اور سلطنت کے سارے امرار و حکام کو کوہ ماو پرن جمع کیا۔ اس وقت سے اس پہاڑ کا نام کوئی کی یعنی ”عام تحقیق اور صلاح و مشورہ کا پہاڑ“ ہو گیا۔

یو کے متعلق روایت ہے کہ اس نے نہایت استقلال اور طاقت سے حکومت کی۔ رنگوں میں اسے کالا رنگ اچھا معلوم ہوتا تھا۔ اس کا پرچم گہرا نیلے رنگ کا تھا۔ اور اس کے قربانی کے جانور ایسے تلاش کئے جاتے تھے جن کا رنگ صوفیانہ ہو۔ اس کا قد نو ہاتھ اور دو انچ تھا۔ اس کے عالما شبھے

(۱) یہ صاف نہیں ہے کہ ہاتھ سے کیا مراد ہے۔ فی زمانہ ”ہاتھ“ ڈیڑھ فٹ کا مانا جاتا ہے اس حساب سے تو یو کا قد ۲۲ فٹ ۸ انچ ہو جو خلاف قیاس ہے۔ برخلاف اس کے آجکل گھوڑوں کے قد بھی ”ہاتھوں“ سے ناپے جاتے ہیں لیکن وہ ہاتھ صرف ۴۰ (مٹھی بند) ہوتا ہے۔ اس حساب سے یو کا قد صرف ۳ فٹ ۲ انچ رہ جاتا ہے جو دوسری مد پر ہے۔ اگر ایک ہاتھ سے ایک بالشت تصور کیا جائے تو اوسطاً دس انچ

اور شاہنشاہی فیصلے تمام ملک میں مشہور تھے، بلکہ سمندر تک ان کا ڈنکا تھا۔ ۸۶ سال تک اس نے اپنے ملک کی خدمت کی۔ آٹھ سال تک وہ طغیانوں سے لڑتا رہا تا آنکہ زرخیز وادیاں پانی کے نیچے سے پھر کے سے نکل آئیں۔ اس کے بعد ۲۰ برس تک اس نے شاہنشاہ یا آؤ کے ماتحت ملک کی خدمت کی۔ ۳۲ برس تک وہ شاہ ٹن کا میر نقشہ رہا۔ اور اس کے بعد آبائی مندر میں ولی عہد مقرر کر دیا گیا۔ ۸۰ سال تک وہ ٹن کے ساتھ

(صفحہ ۳۲ کا بتیہ) کا یا اشت سمجھ کر اس کا قد ۸ فٹ ۱۸ انچ ہوا جو قمر بن قیاس ہے۔

اس سلسلے میں حسب ذیل اعداد و تحسبی سے پڑھے جائیں گے:-

آئرلینڈ کا ایک باشندہ جس کا نام چارلس اور برین تھا ۸ فٹ ساڑھے سات انچ لمبا تھا۔ وہ معماری کا پیشہ کرتا تھا اور صبح اپنے کام پر جانے وقت وہ سرٹک کی لائٹینوں سے بلا تکلف اپنا سکرٹ جلا لیا کرتا تھا۔

آئرلینڈ ہی میں اسی نام کا ایک اور شخص تھا جس کا قد آٹھ فٹ چار انچ تھا وہ ۲۳ سال کی عمر میں لندن میں فوت ہوا اور اس کا ڈھانچہ رائل کالج آف سرجن میں محفوظ ہے امریکہ کا ایک باشندہ کپتان وان برن بیٹس سات فٹ ساڑھے گیارہ انچ لمبا تھا اس کا وزن چھ من آٹھ سیر تھا۔ سلسلہ میں اس نے ایک انگریز عورت مسماۃ انا سوان سے شادی کی جس کا قد بھی بالکل اتنا ہی تھا لیکن وزن صرف پانچ من تھا۔

حکومت کرتا رہا۔ پھر اس کے بعد آٹھ سال تک وہ اکیلا بادشاہ رہا، اور کوئی کی کے مقام پر فوت ہوا اور وہیں دفن بھی کیا گیا۔

(۴۲۸۲—۲۱۹۶ ق م)

————— * —————

خاندان ہی آکا خاتمہ

آن کی واقعہ ہان میں شاہنشاہ طاہو کی تحت نشینی کے وقت سے خاندان ہی آ کے خاتمہ تک ۴۴۰ برس ہوتے ہیں۔ اس مدت میں حکومت تنگاریں پرستہ بادشاہوں نے حکومت کی۔
 ہی آ خاندان کا خاتمہ اس طرح ہوا:-

کیا کوئی بن فابن کاؤ پندرھویں منزل کے چالیسویں سال سلطنت زعفرانی کے تخت پر بیٹھا۔ اس کی غیر معمولی طاقت اور ظالمانہ رویہ کی لوگوں کے دلوں پر ہیبت بیٹھ گئی۔ وہ اس زعم میں عیاشی اور آرام طلبی میں پڑ گیا۔ اس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ لوہے کے کڑوں کو سیدھا کر دیتا تھا اور سلاخ کو بل دے کر رسی کی طرح بٹ دیتا تھا۔ لیکن اپنی کج روی کو وہ سیدھا نہ کر سکا اور نہ اپنی عادتوں کو قابو میں لاسکا۔ وہ چاؤ لیا نگ کی ہر رائے پر عمل کیا کرتا تھا کیونکہ اس کی رائے بھی بادشاہ کی طبیعت کے موافق ہی ظالمانہ اور جاہلانہ ہوتی تھی۔ شاہنشاہ نے چاؤ لیا نگ کے کہنے سے بوشی والی مانگ شان پر حملہ کر دیا اور اپنی فوج کو اپنی ہی رعایا کے بچے ہوئے کھیتوں کو روندتا ہوا لے گیا۔ منجملہ اور مال غنیمت کے جو اس بورش میں اس کے

ہاتھ آیا ایک نو عمر عورت مہی ہی نامی بھی تھی شاہنشاہ اس پر فریفتہ ہو گیا یہاں تک کہ معزز عہدہ دار امراء اور وزراء کی رائیں بھی مہی ہی کی رائے کے آگے رد ہونے لگیں۔ مہی ہی نہایت مغرور تھی اور خود نمائی اور خود ستائی کی دلدادہ پچانچہ شاہنشاہ نے اس کی خوشنودی کی خاطر رعایا پر بہت سخت ٹیکس لگا کر دولت جمع کی اور مہی ہی کے لئے مونگے کا ایک محل بنوایا جس میں ہاتھی دانت کے کمرے تھے اور جواہرات کے کٹہرے اور نشست گاہیں۔ اس نے اس کے لئے مجلا فیروزہ کی ایک مسہری بھی بنوائی۔ اس طرح کیا کوئی عیاشی اور مدہوشی میں غرق رہنے لگا۔ اس نے ہر قسم کے جانوروں کے تازہ اور سکھائے ہوئے گوشت جمع کرائے اور ایک اتنا بڑا حوض شراب سے لبریز بھرا دیا جس میں کشتی چل سکتی تھی۔ مقررہ نقارے کی چوٹ پر تین ہزار نفوس اس حوض میں سے ڈھور ڈنگروں کی طرح سے شراب پیتے تھے اور مست اور از خود رفتہ ہو جاتے تھے۔ غرضیکہ ملک آئے دن کے ٹیکسوں سے قلاچ ہو گیا اور اندرونی بد نظمی سے دم ضیق میں آ گیا۔ رعایا جیخ اٹھی کہ اسے خدا ابسامرشتہ بھیج جو ہمیں اس ظالم کے پھل سے نجات دے۔

اسی اثنا میں شانگ کا حکمران چو کوئی چل بسا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا کاوانی سو بعر ۲۰ سال گزری پر بیٹھا۔ لوگوں کی نظریں اس پر مدد کے لئے

پڑنے لگیں اور اس کو وہ نجات دہندہ سمجھنے لگے۔ جب کو کے حکم اُس نے
 بجا رہیوں اور زائرین پر ظلم توڑا تو لی سوا المعروف بہ چنگ ٹانگ نے ہی
 جا کر اس کو مغلوب کیا اور کو کی حکومت بھی اپنے ہی ذمے لے لی۔ جب وہ
 مشرق میں قانون کی اصلاح کرتا تو مغرب والے حسد کرتے اور مطمئن نہ ہوتے
 اور جب جنوب میں بد نظمی کا انسداد کرتا تو شمال والے بڑبڑاتے اور کہتے
 ”ہمیں ہی کو اس نے کیوں فراموش کر رکھا ہے۔“

اور جب وہ جاتا تھا لوگ خوشیاں مناتے تھے اور کہتے تھے ”ہم تو
 اپنے شاہزادے کا انتظار ہی کر رہے تھے کہ وہ جب آئے گا تو ہر چیز کا
 صحیح بندوبست کر دے گا۔“ اس کی وجہ کچھ یہ بھی تھی کہ لوگ شانگ کے حاکموں
 کی طرف سے ایک عرصے سے بہت خوش عقیدہ تھے۔

چنانچہ چنگ ٹانگ نے آئی پن ولی کے پاس جو یو سن میں رہتا تھا
 اپنا ایک پیغامبر معہ تحفہ و تحائف روانہ کیا۔ اور جب آئی پن شانگ کے
 دار السلطنت شہر پو میں آیا تو ٹانگ نے اس کی بڑی خاطر مدارات کی اور
 پھر اس کو شاہنشاہ کے پاس بھیجا تا کہ وہ اس کی عادتوں کو ٹھیک کرے اور
 اس کو راہ راست پر لائے۔ لیکن باوجود پانچ بار تلقین کرنے کے (جب کہ
 آئی پن نے یاؤ اور سن کے اصول اور ضابطے شاہنشاہ کو سمجھائے اور
 التجا کی کہ وہ بھی ان پر کاربند ہو) شاہنشاہ پر اس کی نصیحتوں کا بالکل کوئی

اثر نہ ہوا، اور وہ نہایت محزون پو کو واپس آیا سارے رئیسوں نے یہ ماجرا سنا اور بولے ”ہمارا شاہزادہ طانگ تو جانوروں تک کی ہمدردی کرتا ہے، آدمیوں کی خاطر تو وہ کیا کچھ نہ کرے گا“ چنانچہ سب نے اس کی مدد اور طرفداری کا تصفیہ کر لیا۔ جب شاہنشاہ نے یہ سنا تو اس کو خوف ہوا کہ کہیں طانگ کا اثر و اقتدار بہت زیادہ نہ بڑھ جائے۔ چنانچہ اس نے طانگ کو ہی آکے قلعہ میں قید کر دیا۔ اور اس طرف سے بے فکر ہو کر خود اور بھی زیادہ ظلم و تعدی اور تشہ و تعیش میں مشغول ہو گیا۔ اور اپنی طاقت اور حکومت کی پائیداری کی بڑائیاں ہانکنے لگا اور کہنے لگا ”میں تو اپنی سلطنت پر اس درجہ حاوی و قابض ہوں جیسا کہ سورج آسمان پر ہے جب سورج بجھ جائے گا تو میں بھی فنا ہو جاؤں گا“ یہ فقرہ بھی لوگوں کی آہ و زاری کا گویا ٹیپ کا بند ہو گیا، کیونکہ ہر جگہ اس جابر شاہنشاہ کے خلاف اس طرح بدگویی ہونے لگی :- ”لے سورج تو کس دن بجھے گا کیونکہ اب تو بس ہم یہی چاہتے ہیں کہ نیرے ساتھ ہم بھی فنا ہو جائیں“

اب کیا کو یہ خیال ہوا کہ شانگ جیسی سربرآوردہ اور ترقی یافتہ ریاست کی مخالفت مول لینا بھی ٹھیک نہیں۔ یہ بھی خوف تھا کہ اور دوسرے امرا درو سا نہ باغی ہو جائیں۔ چنانچہ اس نے چُنک سُوین کے مقام پر طانگ کو قید سے رہا کر دیا۔ تاہم کیا کوئی کسی طرح اپنی حماقتوں سے باز نہ آیا، بلکہ

فسق و فجور میں اور زیادہ غرق ہوتا چلا گیا۔ تیس دن تک وہ اپنے
 بیروں اور ہمراہیوں کے ساتھ اپنے تہ خانے میں شراب و شہوت پرستی
 میں دھت پڑا رہا۔ اس وقت مشہور مہوج چنگ کو ملک کی دستاویزات
 و نقشہ جات لے کر پیشہ نم نصیحت کے ارادے سے اس کے پاس گیا۔ ایک
 شخص کو ان۔ لنگ۔ بانگ نامی بھی اس کے پاس آیا تاکہ اس پر لمن طعن
 کرے۔ رعایا کی طرف سے اس کی بے حسی کو سمجھائے۔ مذہبی رسومات کو تہہ
 کر دینے پر اس کی سرزنش کرے اور اس کی انتہا پسندی اور ضحاکیت سے
 اس کو آگاہ کرے۔ المختصر اس نے بادشاہ سے کہا کہ ”اگر تیری مابا کو کو بیج
 یا غریبے تو بھی کہ ابھی تک تیرے دن پورے نہیں ہوئے ہیں“ ظالم شاہینڈا
 نے اس کو تقریر کے دوران ہی میں قتل کر دیا، لیکن چنگ کو جان بچا کر شاہنگ
 بھاگ آیا اسی طرح طانی اور لوگ بھی معہ اپنے ساتھیوں کے ہی آئے شاہنگ
 چلے آئے۔ انہی ایام میں آسمان پر درد سورج نمودار ہوئے۔ ایک مشرق
 میں اور ایک مغرب میں۔ اور ایک دوسرے کے مقابل چمکنے لگے۔ طانی
 کہتا تھا کہ میں نے پنک آئی سے دریافت کیا کہ اس کا کیا مطلب ہے تو
 معلوم ہوا کہ مغربی سورج سے ہی آ اور مشرقی سورج سے شاہنگ مراد ہے
 پس میں فوراً ”ٹانگ کی طرف ہو گیا۔“

(۱)۔ مغربی سورج غروب ہونے والا ہوتا ہے اور مشرقی سورج کو غروب ہوتا ہے

اس طرح طانگ کے مددگار بڑھتے ہی چلے گئے اور اس کی طاقت بہت ہو گئی۔ روسا، معزز خاندان اور حکومت کے عہدہ داران سب اس کی طرف تھے۔ چنانچہ اپنے عہد کے آٹھویں اور اپنی عمر کے ۴۸ ویں سال میں اس نے اپنی فوج جمع کی اور ان سے حلف وفاداری لے کر اس طرح خطاب کیا۔

”یہ چیز جو میں اب کرنے والا ہوں کچھ مجھے پسند و مرغوب نہیں ہے۔ یہ تو ہی آ کی زیادتیوں پر خدائی فیصلہ ہے۔ یہ خیال بھی نہ کرنا کہ میں صرف ہی آ فسخ کرنے کی خاطر تمہاری جانوں کو قربان اور تمہاری صنعت و حرفت اور کاشتکاری کو تباہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے تم لوگوں کی شکایتیں سنیں، لیکن چونکہ مجھے خدا کے بزرگ و برتر کا خوف ہے میں اس کام سے باز نہیں آ سکتا۔ تم میں سے بعض کہتے ہیں ”ہی آ والوں نے ہمارا تو کچھ بگاڑا نہیں ہے“ لیکن ہی آ کے باشندے تمہارے جیسے حالات میں نہیں ہیں۔ ان کی طاقتیں سلب ہو چکی ہیں اور ان کی ہمتیں مفقود۔ اگر میں اس فساد کا سد باب نہ کروں تو پھر اللہ کی عنایت اور مدد کا کس طرح طالب ہو سکوں گا۔ اگر تم میرا ساتھ دو گے تو تمہارا انعام یقینی ہے، لیکن اگر تم نے میرا حکم نہ مانا، اور آج کی قسم کا پاس نہ کیا اور بالائے توہین تمہیں اور تمہاری اولادوں کو تہ تیغ کر دوں گا۔

سمجھ لو کہ میں بات کہہ کر بھولنے یا بد لنے والا نہیں ہوں۔“
 چنانچہ طانگ نے ہی آ کے حاکم پر جنگ کا اعلان کر دیا۔ اور اس کو
 شکست دے کر فان سیاو کی طرف بھگا دیا جہاں وہ بن باس رہا۔ طانگ
 نے آئی بن کو اپنا وزیر اعظم مقرر کیا اور ہی آ کے افسروں اور عالموں کو
 شانگ کی حکومت میں بڑے بڑے عہدے دے دیے۔ وہ پھر پو واپس چلا
 آیا اور پہلے کی طرح ہنسی خوشی حکومت کرنے لگا۔ اس طرح اس خاندان کا
 جس کا بانی طا یو تھا ایک فرد کی زیادتی سے خاتمہ ہوا۔ اور ایک تنقہ ۲
 نے لوگوں کی ایک حکمران کے ناقابل برداشت ظلم سے گلو خلاصی کی۔

(۱۷۹۴-۱۷۶۴ ق م)

(۱) کیا کوئی

(۲) طانگ

طائی کیا کی تو بہ

طائی کیا کے عہد کے پہلے سال میں بارھویں مہینے کے دوسرے دن آئی بن نے مرحوم شاہنشاہ جنگ طانگ کے نام کی قربانی کی اور اسی وقت نئے بادشاہ کی بھی باقاعدہ طور پر تخت نشینی کی رسم ادا کی گئی۔ نئے بادشاہ نے نہایت ادب سے اپنے والد بزرگوار کی رسم کو ادا کیا۔ قرب و جوار کی بائگزار یوں کے تمام رؤساء موجود تھے۔ وزیر اسطنت و دیگر حکام اعلیٰ بھی اپنے اپنے محکمہ کی روئداد سنا کر وزیر اعظم کے احکام کا انتظار کر رہے تھے۔

تب آئی بن نے شاہنشاہ کے فائدے کے لیے مرحوم شاہنشاہ کے فضائل کو ایک بصیرت آموز تقریر میں اس طرح ادا کیا :-
 ”اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ اگلے وقتوں میں ہی آپ کے حکمران نیکوں کے پتلے ہوتے تھے اور اسی لئے مخلوق غضب الہی سے نجات میں تھی لیکن ان کے وارثان پر جنہوں نے اپنے آباؤ اجداد کی نیک مثال کی پیروی نہ کی خدا نے بڑی سخت مصیبتیں نازل فرمائیں۔ اور بالآخر اس نے ہمارے بادشاہ طانگ کو توفیق دے کر آخری فیصلے کے لئے

منتخب کیا۔ چنانچہ ایک طرف تو کیا نے اسے اسباب و علل پیدا کرنے شروع کر دے جن کا لازمی نتیجہ بمقام ^(۱)ٹانگ طاؤ ظاہر ہوا۔ ادھر سے دلی نعمت پور برصداقت اور انصاف کی حکومت کرنے میں مشغول تھے۔ یہ پورہ ہی کی قسمت تھی کہ یہاں شاہ شانگ نے اپنی عقلندی اور بہت کا اظہار کیا اور ظلم اور تشدد کے بجائے آزادی و نرمی کا برتاؤ کیا جسکی وجہ سے ساری خلقت اس کی دل سے مدد آج ہو گئی۔ یہ چیز کہ آئندہ آنے والی نسلیں کسی بادشاہ کو اچھائی سے یاد کریں گی یا برائی سے بلا استثناء اس بات پر منحصر ہوتی ہے کہ اس بادشاہ نے اپنے عہد کے شروع کے دنوں میں کس طرح کا برتاؤ جائز رکھا۔ اپنے عزیز و اقارب سے نیکی اور بہمدردی کا برتاؤ کرنے سے رعیت کے دل میں بھی اس کی محبت ہو جاتی ہے۔ اور اگر وہ چاہتا ہے کہ رعایا اس کی عزت کرے تو اسے خود بزرگوں اور بڑوں کی تعظیم کرنی چاہئے۔ چنانچہ شاہ سابق نے سب سے پہلے عوام کو غور سے سمجھنا شروع کیا۔ وہ تنبیہ و تادیب پر کان دھرتا تھا اور صلاح و نصیحت

(۱) خاندن ہی آ کا آخری بادشاہ۔

(۲) اس مقام پر ٹانگ نے کیا کوی کو شکست دی۔

(۳) : ٹانگ

کو پس پشت نہ ڈالتا تھا۔ بلکہ تمام عوام کے نمائندوں کے ہمراے تھا۔ حکومت دجہاں رانی میں اس کی لیاقت مسلم تھی۔ اور معمولی اور چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی وہ کسی سے کم نہ تھا۔ دوسروں سے کام لیتے وقت اُن کو کامل اور ہر نقص سے بالاتر نہیں سمجھتا تھا اور نہ خود اپنی کیوں سے بے بہرہ تھا۔ اس طرح اس نے متعدد ریاستوں کی جان نثاری اور دوامی حکومت پائی۔“

لیکن ان نصیحتوں سے بادشاہ کے کان پر جوں بھی نہ پلے۔ اس نے آئی پن ولی اللہ نے پھر کے سے مغر زنی کی اور کہا۔

”عقل مند ہی کی صلاح ہمہ گیر ہوتی ہے اور نیک نصیحت نہایت سہل الفہم۔ حاکم حقیقی کے ہاں تغیر و تبدل نہیں۔ نیکی اور بھلائی کرنے والوں پر اس کی ان گنت رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اور بد اعمالوں پر وہ مصیبتیں اور عذاب بھیجتا ہے۔ نیک کاموں کے کرتے وقت کمتر بن چیز کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہئے اور نہ برائی کے کاموں میں گناہ کبیرہ ہی کو شمار کرنا چاہئے۔ اور کیا نہیں معلوم ہے کہ مرحوم بادشاہ کو کون اس قدر مدد کیوں کر دے سکا؟ صرف اس لئے کہ اس نے خود مشاہدہ کر لیا کہ اگرچہ شرع شرع میں مغربی شہر ہی آٹل اصولوں کا پابند تھا اور اس کے تباہ ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی، لیکن جب مسلسل وہاں کے بادشاہوں کے ہاں نیکی کا فقدان ہوتا چلا گیا

تو پھر وہ کسی کام کے قابل نہ رہے۔

مگر بادشاہ نے اپنے وزیر کی صلاح کی کوئی قدر نہ کی بلکہ اس کو محض بکو اس سمجھتا رہا اس نے اپنے نوابی ہم جلیسوں کے ساتھ عیاشی کرنے میں کوئی کمی نہ کی اور فرائض شاہنشاہی کو بھلا دیا۔

آٹھ مئی تیسری بار پھر مخاطب ہوا۔ بلکہ اس دفعہ نصیحت کو لکھ کر بھی پیش کیا :-

”گذشتہ بادشاہ نے صبح صادق کی ہلکی سفیدی میں کامل روشنی پائی، اور امن سے روزِ روشن کا انتظار کرنے لگا۔ پھر اس نے چہار طرف میں علماء اور فضلا کی چچان بین کی تاکہ وہ اس کی رعایا کی مدد کریں اور صحیح راستہ بتائیں۔ اس نے اپنے تمام امراء و حکام کو تنبیہ کر دی کہ ”اگر تم نے اپنے محلوں کو رات دن کا ناچ گھر بنالیا یا اگر تم نے اپنی حویلیوں میں سوائے راگ رنگ کے اور کچھ نہ کیا، یا تم شراب و شہوت سے بدمست رہے، یا اپنا وقت لہو و لعب اور بیکاری میں گزارا، اور ناکارہ عادتوں میں پڑے رہے اور دانشمندوں کی صلاح کی بے قدری کی، مخلصوں اور وفاداروں کی مخالفت کی، نیکوں سے نفرت اور امیروں اور ان کے بگڑے ہوئے بیٹوں سے رغبت تو سمجھ لو کہ تم اپنے خاندان کی تباہی اور اپنے ملک کی بربادی کا باعث ہو گے۔“

”اس لئے اپنے آباؤ اجداد کے حکموں اور طریقوں کے خلاف نہ جاؤ
 کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بات تمہارے تنزہل اور بربادی کا باعث ہو۔ کفایت
 شعاری کی اچھائی کو ذہن نشین کر لو اور آئندہ کی فلاح و بہبودی کیلئے
 تجاویز سوچنے میں دماغ لٹاؤ۔ راست باز زندگی گزارو اور اپنے
 اجداد کے نیک کاموں کی پیروی کرو۔ پھر بے شک مجھے اطمینان ہوگا
 اور آئندہ دس ہزار نسلیں تمہاری تعریف کے ترانے گائیں گی۔“
 لیکن پھر بھی بادشاہ نے اپنی اصلاح نہ کی۔

بالآخر آئی بن اٹھ کھڑا ہوا اور بولا:۔ ”یہ یقیناً صحیح راستہ نہیں
 ہے! طبیعت کے رجحانات ہی آگے چل کر عادات بن جاتے ہیں شاہنشاہ
 کو جڑوں اور لامذہبوں کی صحبت میں جھوڑ دینا عقلمندی سے بعید ہے۔
 میں اس کے لئے طانگ کے مزار پر ایک خانقاہ بنواتا ہوں تاکہ وہ اپنے
 جد امجد کی خوبیاں ہر وقت یاد رکھ سکے اور ان پر غور کر سکے، اور
 اس طرح آئندہ کے لئے بے نام و نشان ہونے سے بچ سکے۔“
 چنانچہ لائق وزیر نے بادشاہ کے دادا طانگ کے مزار پر ایک
 خانقاہ بنام شان طانگ تعمیر کرا دی اور حسب ذیل نصیحت کر کے بادشاہ
 کو وہاں بھیج دیا:۔

”جب تمہارے جدِ دیشان تخت نشین ہوئے تو انہوں نے ہی آ کی

نا انصافیوں اور مظالم کا خاتمہ کر دیا تھا۔ وہ غریب، مصیبت زدہ اور
 دبے ہوئے لوگوں پر طفلانہ ترحم سے پیش آتے تھے، اس لئے رعیت
 ان کے احکام خوشی سے بجالاتی تھی۔ اور ہر تنفس آرام و آسائش میں تھا
 اور جب مسلسل سات سال تک خشک سالی نے ملک کو نہ چھوڑا تو خود
 شاہنشاہ نے اپنا جائزہ لیا تاکہ معلوم کرے کہ کون کونسی بات اس نخواستہ
 الہی کے خلاف کی تھی جس کی پاداش میں یہ مصیبت نازل ہو رہی تھی چنانچہ
 وہ شہوت کے جنگل میں چلا گیا اور وہاں چھ ایسی باتوں کا دل میں اقبال کیا
 جو قابل الزام تھیں اور خدا سے یہ خشوع و خضوع توبہ کی اور رحم و معافی
 کا خواستگار ہوا۔ ابھی اس کی توبہ اور دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ رحمت
 خداوندی جوش میں آئی اور باران رحمت نازل ہونا شروع ہو گیا۔ کئی
 ہزار میل زمین سیراب ہوئی۔ دریاؤں کے پاٹ لبریز ہو گئے اور لوگوں
 کی مصیبتوں کا خاتمہ ہوا۔ جنگ طانگ نے اس موقع پر ایک قصیدہ لکھا
 اور اس کا ایک گیت بھی بنایا۔ اس نے اس کو پتھر پر کھدوا بھی دیا تاکہ آیندہ
 نسلوں کے لئے موجب نصیحت ہو۔

چنانچہ طائی کیا بین برس تک "باب" نام "پر سر بہ سجد رہا۔ اور اس

مدت کے اختتام پر اس کے دل و دماغ کی پوری پوری اصلاح ہو گئی۔ اور بارہویں مہینے کے پہلے دن آئی بن بادشاہ کو باعزازِ خسروانہ طانگ سے شہرِ پوکو واپس لایا۔ جہاں وزیرِ وادار شہر کے سامنے اس کو پھر کے سے تخت نشین کیا گیا۔

شاہنشاہ نے کہا ”جب خدا آفاتِ سماوی نازل فرماتا ہے تو ان کو برداشت کرنے کی طاقت بھی عطا فرما دیتا ہے، لیکن انسان کی خود اپنی حماقت اور بھالت کا کوئی علاج نہیں۔ شروع شروع میں میں اپنے محسن آقا کی نصیحتوں کو گورِ شتر سمجھتا رہا، کیونکہ میں خود ان کے سمجھنے کا اہل نہ تھا۔ لیکن اب میں آخرت حاصل کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔“ اس طرح آئی بن کی عقلمندی، استحکام اور استقلال کی وجہ سے طائی کیا کی حقیقی اصلاح ہو گئی۔ اور چونکہ اس نے اپنے نفس پر قابو پالیا تھا اس لئے اس کو طائی سنگ یعنی آقائے اعظم کہنے لگے، کیونکہ سچ کہا ہے کہ ”افراد کا فاتح حکمران ہوتا ہے لیکن حقیقی بادشاہ تو وہی ہے جس نے اپنے نفس کو فتح کر لیا ہو۔“

اب ملک کی حکومت طائی کیا کو واپس دے کر آئی بن نے اپنے استعفیٰ کا اعلان کیا اور حسب ذیل نصیحت کی :-

”بلاشبہ خدا کسی کی ناجائز طرفداری نہیں کرتا، لیکن جو اس کی

عبادت اور اس کے عشق کے اہل ہوتے ہیں ان پر وہ رحمت کی نظر رکھتا ہے۔ عوام مسلسل و دوامی عبادت کے اہل نہیں ہوتے لیکن وہ اہل دل عارفوں سے وسیلہ رکھتے ہیں۔ ارواح اور دیوتا بھی ہمیشہ مائل برحمت نہیں رہتے لیکن وہ بھی مخلصین کی قربانی قبول کر لیتے ہیں جس نے نیکی اور بھلائی کو مشعلِ راہ بنایا اس کی فضیلت کو قیام ہوگا، لیکن نیکی کا فقدان بڑے سے بڑے بادشاہ کی حکومت کو بھی ختم کر دیتا ہے۔ یہ بات نہیں کہ خدا شانگ خاندان پر خصوصاً مہربان ہے بلکہ اصلیت یہ ہے کہ وہ نیکی اور نیک معاش کو نوازتا ہے۔ یہ ہرگز خیال نہ کرنا چاہئے کہ مخلوق کی کامیابی یا ناکامیابی بے سوچے سمجھے مقدر کر دی گئی ہے، بلکہ خدا کا مہر و قہر حقِ حق دار رسید کے مطابق ہوتا ہے۔ نیکی کا کوئی ایک قانون نہیں ہے بلکہ وہ تو گویا اچھائی سے عبارت ہے۔

اچھائی قیودِ مکافی سے آزاد ہے، بلکہ وہ تو اہلیت اور سادگی کے مترادف ہے۔ اگر ملک کے ذکور و اناث میں سے ایک بھی اپنے نفس کو قابو میں لانے سے قاصر رہا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ خود بادشاہ کی نیکی میں کمی ہے۔ بادشاہ کے اقوال منصفانہ ہیں اور اس کا دل سادگی پسند خدا اس کو اس کے اسلاف کی خوبیوں کا ترکہ عنایت فرمائے اور اس کو ہمیشہ اپنی رعایا کی بہتری کی توفیق دے گا۔

ٹائی کیا نے ۳۳ سال حکومت کی۔ سن رسیدہ وزیر آئی پن ہی نے
اس کو شہر پو میں دفن کیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا یوٹنگ تخت پر بیٹھا اور اپنے
خاندانی مندر میں اپنے باب کی یاد کی عزت افزائی کی۔

یوٹنگ کی حکومت کے آٹھویں سال میں سن رسیدہ اور ولی صفت
وزیر آئی پن کا جو چار پشتوں کا ناصح شفق و مصلح تھا، انتقال ہوا اور شہر
پو میں دفن کیا گیا۔

(۱۷۵۳ - ۱۷۱۲ ق م)



۶ بادشاہ کی بحث

چنگ کانگ کے شہر پو کو دار السلطنت مقرر کرنے کے وقت سے لیکر (یعنی ۷۹۷ء ا ق م) پون کانگ کی ہنگ میں تخت نشینی تک ۳۸۰ سال ہوتے ہیں اس اثنا میں طغیانوں، زلزلوں اور دیگر آفاتِ سماوی کے سبب سے چار مرتبہ دار السلطنت تبدیل کیا جا چکا تھا۔ اور طاؤ کے بیٹے کی کے وقت سے اس وقت تک ۷۹۷ برس ہو چکے تھے اور اس دوران میں آٹھ مرتبہ دار السلطنت بدلا جا چکا تھا۔

چنانچہ جب پون کانگ نے ان تمام منصبیوں کی وجہ پر دل میں غور کیا تو اس پر عیاں ہو گیا کہ یہ سب ان اصولوں کی غفلت کی وجہ سے ہے جو یا آؤ، شن اور طاؤ نے مقرر کئے تھے۔ کیونکہ زمانہ سلف میں بادشاہ ہمیشہ احکاماتِ الہی کی جو ذریعہ جوش معلوم ہوتے رہتے تھے پابندی کرتے تھے، رعایا کی جانوں کی حفاظت کرتے تھے اور ملک کی بہتری میں جوش و خروش دکھاتے تھے۔ یہ سوچ کر پون کانگ نے نجومیوں سے صلاح لی اور انہوں نے حساب لگا کر بتایا کہ پون کو دار السلطنت مقرر ہونا چاہئے۔ چنانچہ پون کانگ نے اپنا دار السلطنت پون میں منتقل کر دیا اور اس وقت سے خاندان کا نام بھی

بدل کر بن ہو گیا۔

لیکن بعض ارکان سلطنت و امرا قوم جو ہنگ میں جمے ہوئے تھے بادشاہ کے ساتھ جانے پر راضی نہ ہوئے، کیونکہ اس تبدیلی مکان سے ان کو اندیشہ تھا کہ کہیں ان کی دنیاوی ملکیت و اعزاز کو نقصان نہ پہنچ جائے۔ اس پر بادشاہ خود ہنگ واپس آیا اور تمام ارکان سلطنت امرا قوم اور معزز خاندانوں کے بزرگوں اور مخالف لوگوں کو جمع کر کے اس طرح مخاطب ہوا۔

”ہمارے اسلاف میں بادشاہ سُو پہرہ نے اس خیال سے کہ کہیں کانگ کی طغیانی سے رعایا بالکل ہی تباہ نہ ہو جائے اپنا دار السلطنت یہاں ہنگ میں تبدیل کیا تھا۔ لیکن اب ہمارے جدِ اجداد ہونے کی صورت میں گذارہ نامکن ہے بنجومیوں کا یہ فیصلہ ہے کہ بن ہمارے کاروبار کے لئے مبارک ہے۔ شاہان سلف جن سے بڑے بڑے کارنامے ظہور میں آئے بہم عقل و دانش فرمانِ الٰہی کی پیروی کرتے رہے۔ اگر ہم نے اسلاف کے طریقہ پر عمل نہ کیا تو ہمارے پاس اس کی کیا ضمانت ہے کہ خدائی الہامات ہمارے لئے آتے ہی رہیں اور بالکل بند نہ ہو جائیں، بلکہ وہ تو خدا کی عین عنایت رہی ورنہ ایسا ہی ہونا چاہئے تھا

(۱)۔ یعنی بن اور ہنگ میں۔

(۲)۔ جس کا اظہار شبہ شکل بنجوم ہوتا تھا۔

کیونکہ ہم میں وہ جوش و عقیدت نام کو بھی نہیں جو ہمارے اسلاف کا طفرہ
 امتیازی تھا۔ کٹے ہوئے درخت بھی اکثر ہرے ہو جاتے ہیں۔ کیا تعجب ہے کہ
 یمن میں ہنگ پیدا ہو جائے۔ یہ ہمارا شاہی حکم ہے کہ جس کو کچھ بھی شکایت
 ہو وہ ہمارے دربار میں پہنچ سکتا ہے اور داد رسی چاہ سکتا ہے۔ اس لئے کسی بھی
 رکن سلطنت کو غریب سے غریب کی بھی فریاد سے غفلت نہ کرنی چاہئے؛

بادشاہ نے ایک بار پھر خطاب کیا اور کہا:-

”اچھا لوگو سنو! میں بالکل سچی سچی باتیں تم سے کہتا ہوں۔ خدا کے لئے تم
 اپنی خود غرضی غرور اور غفلت کو دور بھٹکو زمانہ گزشتہ میں جنگ طانگ
 خصوصیت کے ساتھ صرف تجربہ کار اور سال خوردہ لوگوں ہی کو ملک کی حکومت میں
 جگہ دیتا تھا، اس لئے جو کچھ وہ کہتا تھا اس کی تعمیل کی جاتی تھی اور اس کے ماتحت
 اس کے ارادوں تک میں فرق نہ آنے دیتے تھے۔ اس نے حکومت اور اس کا
 انتظام خوب سمجھ سوچ رکھا تھا۔ اور اس کے وزیر وفادار تھے۔ چنانچہ وہ لوگ
 اپنے زمانے میں بہت زبردست اصلاح کر سکے۔ لیکن اب تم لوگ ہمیشہ عوام کو
 درغلانی میں اور اپنی طرف رجوع کرنے میں مشغول رہتے ہو مجھے تو بلکہ معلوم
 بھی نہیں کہ تم کیا بکواس کرتے رہے ہو۔ جب کوئی غریب اور محتاج تمہارے
 پاس شکایتیں لے کر آتا ہے تو تم خوب لفاظی کرتے ہو اور جھوٹے جھوٹے دعوے
 کرتے ہو، لیکن میرے ساتھ تم اور بھی دروغ بانی سے کام لینے ہو اور یہ

نہیں سمجھتے کہ میں تمہیں اچھی طرح مزہ چکھا سکتا ہوں۔ تم اپنی تکالیف مجھ سے صاف صاف بیان تو کرتے نہیں اٹا عوام میں غلط افواہیں پھیلا کر ان کو درغلالتے اور جوش دلاتے ہو۔ لیکن خوب سمجھ لو کہ خیر اب تو تم چیز ہی کیا ہو اگر تم میدانوں کی آگ کی طرح بھی بے پناہ ہوتے تب بھی میں خود تمہیں صفحہ ہستی سے نیست فنا بود کر دیتا۔“

”وولڈ میں تمہیں بالکل فنا کر دینا بدرجہا بہتر سمجھتا ہوں بنسبت اس کے کہ میری رعایا کو تکلیف پہنچے۔ مجھ سے پہلے میرے والد ماجد اور ان کے اسلاف نے محنت و راحت دونوں کے خوب خوب مزے چکھے پشتہا پشت سے وہ آپ لوگوں کے بزرگوں کی کارگزاریوں کی قدر کرتے چلے آئے ہیں اور اب میں بھی آپ لوگوں کی صفات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہتا لیکن یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ آپ لوگ میری کوئی تنظیم نہیں کرتے۔ اعلیٰ اس کی وجہ خود میری ناتجربہ کاری اور طریقہ کار ہے چہ جن کا ایک مقولہ ہے کہ آدمیوں میں عمر رسیدہ اور اوزاروں میں بالکل نیا کام کا ہوتا ہے۔“

”اب میں نے آپ سب کو اصل معاملہ کی حقیقت سے اسے آگاہ کر دیا ہے جیسے کوئی مشاق تیر انداز اپنی کمان سے نشانے کو بتاتا ہے۔ آئندہ سے ہر ایک خبردار ہو جائے اور اپنا اپنا فرض بجالائے۔ اس وقت ہر خاص و عام کو مطلع کر دیا جاتا ہے کہ خواہ کوئی بادشاہ کا قریب ترین عزیز

کیوں نہ ہو مجرم کی سزا موت ہوگی۔ اور نیک کام کرنے والے کی نیکی کی قدر دانی کی جائے گی۔ قوم کی بہتری آپ ہی لوگوں کے منفرد اور مجتمع ہاتھوں میں ہے۔ اگر قوم پر مصیبت آئی تو اس کا سبب اغلباً یہ ہوگا کہ میں نے سزا جزا دینے میں کوتاہی کی۔ اس لئے میری التجا ہے کہ جال کے پھندوں کی طرح یکساں و یکجان ہو جاؤ نہ کہ بچھڑ کر پریشان و براگندہ رہو۔“

اس کے بعد پون کانگ لوٹ گیا اور چلتے ہوئے لوگوں سے بہ زور کہا کہ وہ بغیر شور و شر کے اس کے پیچھے شاہی شہر میں چلے آئیں۔ ایسے لوگوں سے جواب بھی جمے کھڑے رہے اس نے نہایت خلوص دل سے کہا۔

”زمانہ گزشتہ میں میرے اسلاف ہمیشہ رعایا کی خیر خواہی میں منہمک رہے اور اپنے بادشاہوں کی وفاداری اور محبت میں کبھی کمی نہ کی بھی وجہ تھی کہ وہ سختیوں کے زمانوں پر بھی باسانی غالب آگئے۔ جب بن پر مصائب عظیم نازل ہو رہی تھیں تو فرمانروا کچھ بے فکر اور الغرض ہو کر نہ بیٹھ گئے تھے بلکہ بہمہ سرعت دار السلطنت کو تبدیل کرنے کا انتظام کر رہے تھے۔ اب تم کیوں ان کی یاد کو بھلا دینا چاہتے ہو۔ جب میں نے خوب سوچ سمجھ کر تمہاری بہتری کے لئے نقل مکان کے لئے حکم دیا تو میں واقعی تمہاری بہتری ہی کا خواہشمند تھا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم نے میرے حکم کے خلاف مزی کر کے مجھے غصہ دلایا ہے اور یہ کہ اب تم سزا کے مستوجب ہو بلکہ میں تو

اس کے خلاف یہ کہتا ہوں کہ دارالسلطنت کا تبدیل کرنا تا مقرر تمہارے ہی نفع کی چیز ہے۔ اور تمہارے اقبال اور نصیب کو ترقی دینے کے لیے۔ لیکن جہاں میں یہ کوشش کر رہا ہوں کہ عوام کو اطمینان دلاؤں اور ان کی ترقی کا باعث ہوں وہاں تم لم ستم اپنی شکایتیں لئے چپ کھڑے ہو۔ اور اس مسئلے میں مجھے اپنے خیالات سے آگاہ تک نہیں کرتے، جو اگر واقعی مخلصانہ رائے پر مبنی ہوں تو یقیناً ان کو اہمیت دی جائے گی۔ لیکن تم تو ایک واہمہ میگزین فار ہو اور خواہ مخواہ اپنے کو پریشان کر رہے ہو۔ تمہارا حال ایسا ہے جیسے غیر منظم ملاج جو خود ہی کشتی کی تباہی کا ذریعہ ہو جاتے ہیں۔ تمہاری پریشانی میں آخر کیسے کمی کی جائے جب کہ یہی نہیں معلوم کہ آخر وہ پریشانی ہے کیوں۔

تم اپنی تدابیر سوچنے میں نال اندیشی سے کام نہیں لیتے اور اسی لئے تمہاری مصیبتیں اور بھی بڑھ گئیں لیکن اب جبکہ ”حال“ تمہارے سامنے ہے اور ”مستقبل“ کا تم نے کوئی انتظام کیا نہیں تو ظاہر ہے کہ تمہیں کسی اور کی رہنمائی قبول کرنی پڑے گی۔ اس لئے اب میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اپنی ہی بربادی سے اس درجہ الغرض ہو مبادا تم پر کوئی جسمانی یا روحانی عذاب نازل ہو۔ جب میں اپنے اسلاف کی ان نیکیوں اور مہربانیوں کا خیال کرتا ہوں جو انہوں نے

تمہارے بزرگوں کے ساتھ روار کھیں تو مجھے تم سب سے نرمی کا برتاؤ کرنے کا خیال غالب آجاتا ہے۔ اور میں تم سب کو وہی سمجھنے لگتا ہوں۔“

”جنگ طانک نے پوکی پہاڑی پر اپنا دار السلطنت تبدیل کر دیا تھا اور اس طرح ہماری مصیبتوں کا خاتمہ کیا تھا۔ لیکن اب میری رعایا رواں دواں ہے بے گھر و بے درہے پھر بھی تم کہتے ہو“ کیوں فضول اس دار السلطنت کی تبدیلی کی وجہ سے تمام لوگوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ اصل یہ ہے کہ میں روایاتِ قدیم کو پھر زندہ کرنا چاہتا ہوں، تاکہ ہمارا خاندان عذاب سے بٹا رہے۔ میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ میں تمہاری دوستی کا حق ادا کروں اور تمہاری رہنمائی کروں۔ تاہم میں تمہارے صلاح و مشورہ سے بے نیاز نہیں ہونا چاہتا اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ تم بھی الہام کے خلاف تو ہرگز نہیں جاسکتے۔ میں ان کی طرف داری ہرگز نہ کروں گا جو دولت جمع کرتے ہیں بلکہ میں ہمیشہ محنتیوں کا دوست بن رہوں گا۔ اور ان لوگوں کی عزت کروں گا اور حکومت میں بھی انہی کو جگہ دوں گا جو میری رعایا کی خیر خواہی اور حفاظت کی کوشش کرتے ہیں۔“

”اب میں نے مفصل طور پر اپنے ارادوں سے تم سب کو آگاہ کر دیا ہے خواہ تم ان سے متفق ہو یا نہ ہو لیکن یہ یاد رہے کہ ان کی خلاف ورزی نہ ہو دھن دولت جوڑنے میں ہرگز نہ پڑو۔ بلکہ ہر خطہ علما کا رآمد ثابت ہو اور دست

بازو کی کمائی پر انحصار کرو۔ کوشش کرو کہ نئی کام ہو۔ خیالات میں خلوص اور سادگی کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔“

اس کے بعد یون کانگ نے لوگوں سے کوئی مزید بحث و مباحثہ نہ کیا بلکہ پن واپس چلا گیا۔ جہاں اس نے چنگ ٹانگ کے اصولوں کے بموجب ۲۸ برس تک حکومت کی۔ اور وہیں انتقال کیا اس وقت سے خاندان شانگ کی حکومت کا دار السلطنت شہر پن مقرر ہو گیا۔

(۱۳۹۹ . ق م)

دشت کا دانشمند

پون کانگ کے چھوٹے بھائی سیاویہہ کے بیٹے دوطنگ نے اپنے باپ کا صبح شام تین برس تک ماتم کیا۔ اور اس دوران میں حکومت کا کل کاروبار اس کے وزیر کان پون کے ہاتھوں رہا۔ اور جب اس لمبی مدت کے اختتام پر بھی بادشاہ نے عہد زبان بندی نہ توڑا تو وزیر و امیر سب بہت مایوس ہوئے اور پریشان ہو کر اس کے پاس آئے اور کہا۔

”قانون کو عمل میں لانے کے لئے علم اور عقل لا بد چیزیں ہیں جہاں بناہ بہت سی ریاستوں کے بادشاہ ہیں۔ اور ہم فقیر حضور کے احکام بجالانے والے حضور احکام صادر فرما کر ہی اپنی خواہش سے ہمو آگاہ کر سکتے ہیں لیکن اس طرح بولنے سے عہد کر لینے کی وجہ سے نو حضور کے وزیر و رعایا سب کے سب حضور کی رضا و رجحان سے ناواقف رہ جاتے ہیں۔“

تب بادشاہ نے لکھ کر اپنا منشا ظاہر کیا۔ اور بتایا کہ جس وقت سے خدا نے مجھے اس ملک کا بادشاہ بنایا اسی وقت سے میں سخت کشمکش میں ہوں اور ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری نیکی و لیاقت اس اہم کام کو انجام دینے کے برابر نہ نکلتے۔ اسی وجہ سے میں اب تک خاموش بھی

رہا۔ لیکن میں اس بات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ جب میں طاؤ پر مراقبہ میں بیٹھا تھا تو میں نے دیکھا کہ حاکم ازل نے مجھے ایک بے مثال وزیر عطا فرمایا ہے جو میرے بجائے اور میری طرف سے گفتگو کرتا ہے۔“

پھر بادشاہ نے اس کا صحیح صحیح نقشہ اور خلیہ بتایا اور حکم دیا کہ اس کے مطابق ایک تصویر بنائی جائے اور تمام ملک میں اس کا مشن تلاش کیا جائے۔ شاہی حکم کی بلام وکاست تعمیل کی گئی تو معلوم ہوا کہ نوہ بن کے دشت میں بند باندھنے والے مزدوروں میں سے ایک یواہ نامی اس تصویر کے مطابق ہے۔ اس کو دربار میں لایا گیا اور شاہنشاہ کے حضور میں پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے اس سے مخاطب ہو کر کہا :-

”خوش آمدید! یواہ! میری داستان سنو۔ سب سے پہلے مجھ طفلک نادان نے اپنے آپ کو کان پون کی نصیحتوں اور ہدایتوں کے سپرد کیا۔ اس کے بعد میں دشت و صحرا کی طرف نکل گیا۔ اور دریائے زرد کے کنارے ایک شہر میں داخل ہوا۔ پھر وہاں سے بجلت شہر پو پہنچا۔ لیکن اس سب کا نتیجہ یہ ہے کہ مجھ میں اب بھی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اب نام مجھے معرفت کے سبق پڑھاؤ اور میرے ذہن کو تربیت دو۔ گو با تم شکر سے شراب بنانے کا خمیر ہو یا کسی لذیذ طعام میں آب و نمک۔ میرے ذہن کو ترقی دینے کی کوشش کرو تا کہ میں تمہاری ہدایتوں پر عمل کر سکوں۔“

یوہ نے سر تعظیم خم کیا اور کہا ”اے بادشاہ۔ لوگ اپنے علم میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ اپنے کاموں کو بوجہ حسن انجام دے سکیں۔ لیکن اگر آپ روایتِ قدیم کے سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں گے تو آپ کی کامیابی یقینی ہے۔ اس لئے کہ اب تک تو اس خاکسار نے کبھی یہ سنا نہیں ہے کہ کوئی شخص اس دنیا میں بغیر روایاتِ قدیم و اصولِ سلف کو سمجھ اپنی قوم و ملت کی بھلائی کر سکا ہو۔ یا اس کو معراجِ ترقی پر پہنچا سکا ہو۔“

چنانچہ جب ووطنگ کو یوہ اہ ساکن فوہ بن کے متعلق پورا اطمینان ہو گیا اور اس کو اس نے اپنے اہام کے مطابق پایا تو اسے اپنا وزیرِ اعظم مقرر کیا۔ اور جملہ امراء و حکام سے تعارف کراتے ہوئے یوہ اہ سے کہا:- ”تم مجھے ہمیشہ نصیحتیں اور ہدایتیں کرتے رہو تاکہ میں نیکی میں ثابت قدم رہوں۔ اگر میں لوہے جیسا کند ہوں تو میں تمہیں صیقل کے طور پر کام میں لاؤں گا۔ اگر میں بحرِ ذخار کو عبور کرنا چاہوں گا تو تم میری کشتی کے ناخدا ہو گے، اور خشک سالی میں بارانِ رحمت۔ اپنے دماغ کے طبقات کو واکرو تاکہ میری دلی مراد بر آئے۔ اگر جسم میں کافی طاقت نہ ہو تو بیماری سے نجات نہیں ملتی۔ اس لئے اپنے محکموں اور ساتھیوں کے ساتھ ساتھ تم کو اپنے بادشاہ کی اصلاح میں بھی مستقل مزاجی اور سختی دکھانی چاہئے اور اس کو

زمانہ سلف کے عقلمند بادشاہوں کی پیروی کی ہدایت کرنی چاہئے اور اسے اپنے مرحوم اور معزز بادشاہ چنگ خانک کی سنت پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دینی چاہئے۔ چونکہ اس میں کروڑوں بندگانِ خدا کی بہتری ہے، یوہاہ نے جواب میں کہا، ”جس طرح لکڑی بنجار کے رندے سے صاف اور سیدھی ہو جاتی ہے اسی طرح بادشاہ بھی اچھی نصیحت پر کاربند ہو کر ولی بن سکتا ہے۔ پھر اس کے وزیر قبل از حکم اور بغیر سختی کئے ہی اس کی مرضی کے موافق خدمت بجالائیں گے۔ اور کسی کی مجال نہ ہوگی کہ بادشاہ کے قابل احترام احکام کے آگے سر تسلیم خم نہ کر دے۔ بلاشبہ عاقل و دانا بادشاہ آسمانی قانون کی کلی موافقت کرتا ہے۔ ملک کا انتظام، دارالسلطنت کا تقرر، یا حکام کے فرائض کا تعین وہ صرف اپنی آسائش یا اپنی افضلیت کے خیال سے نہیں کرتا بلکہ ان سب کاموں میں عوام کی بہتری اس کا مطمح نظر ہوتی ہے۔ اللہ اور صرف اللہ ہی ہمہ دان ہے۔ لیکن دانشمند بادشاہ ظل اللہ کا صحیح مصداق ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں وزراء بہ خوشی احکام بجالائیں گے اور رعایا حکومت سے مطمئن رہے گی اور اسکی پیروی کرے گی۔“

”زبان بعض اوقات ناطق کو عذاب و ذلت میں پھنسا دیتی ہے۔ اور ہتیاروں کا بے جا استعمال اکثر جنگ و جدل کا موجب ہوتا ہے۔ اس لئے

ہر ایک کو ان دونوں کے استعمال میں بہت محتاط رہنا چاہئے۔ جب تک ضرورت نہ پڑے عصائے سلطنت مقفل رہتا ہے لیکن ضرورت پر ملزم کے گناہ کو ابھی طرح چاٹنے کے بعد شمشیر عدل بے مبان کرنی چاہئے۔ جرائم اور بے قاعدگیوں کی اصلاح کی ذمہ داری حکام پر ہوتی ہے۔ اس لئے صرف ایسے ہی لوگوں کو عہدے دینے چاہئیں جو تعصب سے بری ہوں اور اپنے رشتہ داروں کی بے جا حمایت نہ کرتے ہوں اور سلطنت کے وزیر صرف انہی امرا میں سے منتخب کرنے چاہئیں جو بُرائی سے بری ہوں۔“

اس پر بادشاہ یوہاہ کی طرف مخاطب ہوا اور کہا:-
 ”مرجا۔ یوہاہ! تمہاری نصیحت رائگاں نہ جائے گی۔ اگر تم مجھے راہ راست پر چلنے کی صلاح نہ دیتے تو میں مطلق اندھیرے میں رہتا۔ اور کوئی ایسی بات نہ معلوم ہوتی جو کرنے کے قابل ہوتی۔“
 یوہاہ نے سب تعظیم خم کیا اور بولا:-

”کسی بات کا محض جاننا کچھ مشکل نہیں بلکہ مشکل تو اس پر عمل کرنا ہے حقیر اور معمولی ارادوں کو بھی جفاکشی سے پورا کرو۔ اور مناسب وقت و موقعہ پر اسی مناسبت سے محنت کرنے کی کوشش کرو۔ پھر خود بخود بزرگی اور برتری تمہاری غلام ہو جائیں گی۔ خلوص دل سے ان باتوں پر

غور کرو تو خود بخود تم میں نیکی برپا ہوتی جائے گی۔ اپنی کوشش اور محنت کے انجام اور مقصد پر نظر رکھو، تو طریقہ کار کی دشواریاں خود حل ہوتی چلی جائیگی گذشتہ بادشاہوں کی کامل زندگیوں سے نصیحت لو۔ اور ان کو اپنا نمونہ بناؤ۔ بے جا حمایت اور طرفداری کا در نہ کھولو، کیونکہ ایسا کرنے سے اعزاز میں فرق آتا ہے۔ خود ستائی اور خود نمائی میں نہ پڑو کہ یہ بہت بے وقوفی کی نشانی ہے۔ ہر شخص کے لئے وہی اصل شغل ہے جس میں اسے پوری پوری طمانیت قلب حاصل ہو۔ اور اسی میں اُس کو پوری کامیابی ہوگی جیسا کہ اگر مقدس قربانی کے فرائض کسی عاقل گناہگار کے سپرد کئے جائیں تو وہ گویا انحراف تقدیس ہوگا اسی طرح اگر مراسم و فرائض مذہبی لانا خدا ہو جائیں گے تو ان کا انجام دینا گراں گذرنے لگے گا اور خدا کی عبادت مشکل ہو جائے گی۔“

بادشاہ نے جواب میں کہا: ”مجھے اک اللہ بڑا ہے! اگر میری تمام رعایا نے میرے طریقوں اور احکام پر لبیک کہا اور ان کی قدر کی تو بلاشبہ یہ سب تمہاری دانشمندانہ صلاح کا نتیجہ ہوگا۔ انسان کے لئے ہاتھ پاؤں بے حد ضروری چیزیں ہیں اور بادشاہ کے لئے قابل اعتماد وزراء۔ رویت ہے کہ آئی یمن نے جس نے میرے پیشرو کی خدمت انجام دی تھی ایک دفعہ کہا ”اگر میں اپنے شاہزادے کو اتنا ہی کامل الفہم و ادراک نہ بنا سکا جیسا کہ

یا اُو اور فتن تھے، تو اُسے میں اپنی اتنی ہی بے عزتی سمجھوں گا جیسے سر بازار پٹے سے ہوتی ہے۔ اگر عوام میں سے ایک فرد کی بھی حق تلفی ہوتی تو آئی پن کہتا ہاے افسوس۔ یہ سب میرا قصور ہے۔ اس طرح اس نے میرے جدِ معظم کو اوجِ فلک سے بھی بالا تر درجہ پر پہنچنے میں مدد دی۔ تم بھی اسی طرح میری مدد کرو، تاکہ آئی پن اعظم تنہا ہی تباہِ شانگ کی ساری خوبیوں کا حامل نہ ہو جائے۔ خدا تمہیں توفیق دے کہ تم بھی رعایا کی بہتری اور بھلائی میں اس کی پیروی کر سکو۔“

یوہاہ نے سرِ تعظیم خم کیا اور کہا: ”میں حتی الامکان کوشش کروں گا کہ جہاں پناہ کے تمام ارشادات کو پورا کر سکوں اور ظلِ اللہ کے مبارک احکامات کو بجالاؤں۔ اگر جہاں پناہ خلوصِ دل سے میری ہدایت پر عمل پیرا ہوں گے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے گزشتہ باخدا بادشاہوں کی روایات کا ملہ کو قائم نہ رکھ سکیں۔ اگر یوہاہ خاموش رہتا تو وہ بے شک نالائق ترین وزیر ہوتا۔“

اس وقت سے رؤسا ملک دربار شاہی میں آتے رہے، اور چھ

(۱) - یعنی میں متکلم، یہ طرزِ ادا ہے۔ جیسے یہاں خاکسار کا لفظ کہہ کر پھہ واحد غائب کا صیغہ بولا جاتا ہے۔

حکومتوں کے سفیر بھی دربارِ پن میں آئے۔ یہ سب لوگ مختلف زبانیں بولتے تھے اور اپنے اپنے ترجمان ساتھ لائے تھے۔ نب پن میں امن وامان اور فلاح و بہبودی کا دور دورہ ہوا اور چار دانگ عالم میں کبھی اور اتحاد کی لہر دوڑ گئی۔ لیکن وِوِٹنگ کے ۳۳ ویں سال حکومت میں ارضِ شیاطین کے رہنے والے شمالی تاتاریوں نے بغاوت کر دی اور لوٹ مار کرنی شروع کی۔ چنانچہ وِوِٹنگ نے اپنی فوج ان کے خلاف بھیجی اور تین سال بعد ان کو مطیع کر لیا۔ اس کے بعد اندرونی یا بیرونی کسی قسم کی شورش نہ ہوئی اور پن کی طاقت میں بہت اضافہ ہوا۔

اپنی حکومت کے ۵۹ ویں سال بادشاہ کا انتقال ہوا۔ اور کاؤٹنگ کے لقب سے (جس کے معنی "آقلے اعظم" ہیں) سرفراز کیا گیا۔

(۱۳۲۲ء سے ۱۳۶۳ء ق م)

بلدہین کی بربادی

۲۶ دین دور کے ساتویں سال (۱۱۸۹ ق م) میں جب کہ ابھی تک اس کے اجداد کی نا انصافی اور ظلم کے سیاہ بادل ہری گھاس کے دھوئیں کی طرح تمام آسمان پر چھائے ہوئے تھے اور نیکی اور انصاف کو چھپا رکھا تھا، سلطنت آسمانی کے تخت پر طائی طنک کا بیٹا طائی پہہ متمکن ہوا۔ طائی پہہ نیک آدمی تھا لیکن اس کے دادا یعنی طائی طنک کے باپ وہ پہہ کے متعلق روایت ہے کہ وہ بہت بے اصول اور لامذہب تھا۔

اس نے خداؤں اور دیوتاؤں کی شکلوں کے مہرے بنوائے اور ہجر لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ ان سے شرطیچ کھیلیں۔ خود اپنی طاقت کو بھی وہ اس طرح سے آزمایا کرتا تھا اور جب بازی ہار جاتا تو فوراً دیوتاؤں کو برا بھلا کہتا اور ان کو نالائق ٹھہراتا۔

اس کے علاوہ اس نے ٹھکنوں میں خون بھروایا اور ان کو ہوا میں اچھلو کر ان پر نشانہ بازی کی اور اس کھیل کا نام "آسمانی شکار" یا دیوتاؤں کا شکار رکھا بھی وجہ تھی کہ جب وہ دادئی وی میں شکار کر رہا تھا تو آسمانی آگ نے

اس کو جلا کر بھسم کر دیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا، لیکن تین سال حکومت کر کے مر گیا۔ اب طائی بہمن کا بادشاہ ہوا۔ اسی زمانے میں رئیس چوچی ہو اور آئی طو کے غیر ملکیوں سے لڑائی میں مشغول تھا۔ لیکن طائی بہمن کی حکومت کے پانچویں سال کیبوی یہ رئیس چو کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد اس کا لائق اور مہربان بیٹا چانگ رئیس چو ہوا۔

طائی بہمن نے ایک داسۃ حرم میں ڈال لی تھی جس سے اس کے ہاں دولہ کے وی سے اور چنگ پن ہوئے۔ اس کے بعد بادشاہ نے اس سے باقاعدہ شادی کر لی اور وہ ملکہ ہو گئی۔ پھر اس کے ہاں ایک اور لڑکا سن پیدا ہوا۔ طائی بہمن کی یہ مرضی تھی کہ وی سے تخت کا وارث ہو کیونکہ وہ بہت نیک اور بھلا ثابت ہوا تھا، لیکن طائی شہنہ (صدر موخ) نے اس کے حق وراثت کو نہ مانا اور قانون کے الفاظ پر جمارہا۔ جو یہ تھے: ”اگر کسی کے ہاں شادی شدہ بیوی سے جائز بیٹا موجود ہو گا تو وہ اپنی داسۃ کے بیٹے کو جائز بیٹے پر ترجیح نہ دے گا۔“

اسی وجہ سے جب طائی بہمن ۳۷ سال حکومت کرنے کے بعد مر اتواسکا بیٹا چو سن تخت پن پر متمکن ہوا۔

سن میں جنات کی سی طاقت تھی اور وہ بہت ہی لامذہب اور ظالم طبیعت واقع ہوا تھا۔ جو اس کی ہاں میں ہاں نہ ملاتے تھے ان کو وہ بلا تکلف

قتل کر دیتا تھا اور جو اس کی خوشامد میں لگے رہتے تھے ان کو وہ ترقیاں دیتا تھا۔ وہ عیاشی اور فضول خرچی میں منہمک رہتا تھا اور بد چلن عورتوں سے دل بہلاتا تھا بحث و مباحثہ میں وہ خوب ہشیاری اور جالاکئی سے کام لیتا تھا اور چونکہ وہ اتنا طاقت ور تھا کہ جنگلی درندوں کو ہاتھوں سے چیر دیتا تھا اس لئے اس کے درباری سب اس سے خائف تھے اور اس کی خوشامد میں لگے رہتے تھے۔ اس طرح وہ بے حد ظالم اور بالکل خودمغائے ہو گیا اور اپنے کو خدا سمجھنے لگا۔

جب اس نے پہلی مرتبہ ہاتھی دانت کی طعامی قلیں بنوائیں تو عقلمند کی سے نے اس پر ملامت کی اور کہا ”اب تو تم نے ہاتھی دانت کی طعامی قلیں بنائی ہیں پھر تم بور کے پیالے بنوا دگے۔ پھر آگے چل کر تم رچھ کے پنجنے اور شیرنی کا رحم کھانا چاہو گے۔ ان کی اور اسی تماش کی چیزوں کی ضرورت تمہیں روز بروز زیادہ ہوتی جائے گی۔ یقیناً ملک اس طرح جلد ہی کنگال ہو جائے گا“

(۱)۔ دو تیلیاں جن سے چینی کھانا کھاے ہیں۔ عام طور سے بانس یا لکڑی کی ہوتی ہیں۔

(۲)۔ گویا اس قدر نامن چیزیں چاہو گے۔

اس کے سات سال بعد شاہنشاہ نے یوہ - سوہ کی فتح کے بعد وہاں کی ایک عورت طاکی کو بیوی بنالیا۔ گویا وہ اس جنگ کی نشانی تھی۔ طاکی شاہنشاہ کے بہت مہنہ چڑھ گئی جس کی وہ طرفداری کرتی شاہنشاہ اس کی ہی ترقی کرتا اور جس سے وہ نفرت کرتی اس کو دہ قتل کر دیتا۔ اس لئے وہ یوہ سوہ کا انتقام کہلاتی تھی۔ اس کی خوشنودی کی خاطر شاہنشاہ نے ایک محل بنوایا جس کا نام لوطائی رکھا۔ اس کے کمرے اور دروازے بہت قیمتی پتھروں اور جواہرات سے مزین تھے یہ ایک ہزار ہاتھ اور نچا اور نصف لی^۱ لمبا تھا۔ سات سال تک رعایا سخت اور ظالمانہ محال سے پستی رہی اور اس غرضہ میں بمقام کی واقع صوبہ چوہ محل بناتا کہ اس میں سونا اور غلے کا ذخیرہ رکھا جاسکے۔

بدنخت رعایا مصیبت اور غصہ سے کانپ اٹھتی تھی۔ پھر طاکی نے کہا ”جہاں پناہ۔ سزائے موت بہت کم دی جا رہی ہے اور سزائیں بہت کمزور اور معمولی ہیں، اس لئے سلطنت خطرے میں ہے۔“ چنانچہ طاکی نے آتش^۲ انصاف ”سیرنجی پل“ سرٹایا لوہے کا پل اور

(۱) - دیکھو نوٹ (۱) صفحہ ۳۲

(۲) : چینی میل جو ۴۶۵ گز لمبا ہوتا ہے۔ (۳) و (۴) صفحہ ۱۱ پر ملاحظہ ہو

”سُخ سُوختی“ کی سزائیں ابجا دکیں۔ رعایا خوف سے تھرا اٹھی۔

جب لنگ کیو امیر مقرر ہوا تو اس نے اپنی بیٹی کو محل شاہی میں بھیجا تاکہ آداب بجالائے لیکن جب سن نے دیکھا کہ وہ اس کی شہوانی خواہشات

(۳، بقیہ صفحہ ۷۰۔) آتش انصاف۔ ملزم کو آگ میں جلاتے تھے۔ اگر جل جائے تو جرم ثابت ورنہ بے گناہ سمجھا جاتا تھا۔ یہی طریقہ ایک تاریخی موقع پر ہندوستان میں عمل میں لایا گیا تھا جب راجپوت راجا سیتا جی کو راون کے چگل سے چھڑا کر لنگ سے واپس آجو دھبیا لائے تو عوام میں جہمی گویاں ہونے لگیں اور وہ سیتا جی کی عصمت پر زیر لب ہنسنے لگے تو اس وقت ان کی عصمت پر کھنے کے لئے ان کو آگ میں ڈالا گیا تھا اور روایت ہے کہ وہ بے ضرر اس میں سے نکل آئیں۔ لیکن لوگ اس پر بھی مطمئن نہیں ہوئے اور راجپوت راجا سیتا جی نے ان کو شہر بدر کر دیا، اور پھر جنگل میں چھڑا دیا۔ وہیں ان کی وفات ہوئی۔

(۴،) : لوہے کا ٹیل : لوہے یا پتیل کا ایک بڑا موٹا سانلکا لے کر اس پر خوب چکنا چلی جاتی تھی تاکہ وہ خوب پھسلواں ہو جائے۔ پھر ایک گڑبے پر اس کو اس طرح ٹاڈا جاتا تھا کہ ایک سر اس کا گڑھے کے ادھر اور دوسرا گڑھے کے پار دوسری طرف ٹکارتا تھا اب گڑھے میں خوب آگ دہکائی جاتی تھی اور اس وقت مجرم سے کہا جاتا تھا کہ وہ اس آہنی ٹیل پر سے گزرے۔ نتیجہ ظاہر ہے۔ گویا زندہ جلانے کی ایک ترکیب ہے۔ (۱، صفحہ ۳۲)

کو پورا کرنے پر رضامند نہیں ہوتی تو ظالم نے غصہ میں آکر اس کو قتل کر ڈالا اور اس کے باپ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اس پر گنگ کیو شاہنشاہ کے پاس گیا اور اس کے ظلم پر لعنت ملامت کی۔ شاہنشاہ نے اس کو بھی قتل کر دیا اور قیمہ کی طرح اس کے ٹکڑے کر ڈالے۔ پھر ولی اللہ کی سے بھی اس کو مجبور و معقول کرنے گیا لیکن اس کو فوراً ہی قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ پی کان نے بھی یہ کہہ کر اسکو غیرت دلائی تمہارے ظلم اور بے انصافی کی وجہ سے رعایا تمہارے بالکل خلاف ہو گئی ہے اور خدا نے بھی اپنی رحمتیں تم پر سے اٹھالی ہیں۔ خدا کے لئے اپنا طریقہ درست کرو قبل اس کے کہ تم تمام ملک کی تباہی کا باعث ہو ورنہ آئندہ نسلوں کے لوگ تمہارے نام پر لعنت بھیجیں گے۔“

چانگ امیر چو نے ایک آہ بھری لیکن خاموش رہا۔

(۱۱۸۹ سے ۱۱۹۱ ق م)

(۱) صفحہ ۷۷ کا نوٹ: سیخ سنوئی۔ آہنی سبوں کی ایک جالی بنائی جاتی تھی جو نیچے آگ جلا کر اس قدر گرم کر دی جاتی تھی کہ سبیں سبج ہو جائیں۔ اس پر کباب کی طرح ملزم کو بھون دیا جاتا تھا۔ یہ سزا ہندوستان میں شہر کے غدر کے زمانے میں بعض باغیوں کو بھی دی گئی تھی (دیکھو ایڈورڈ تھامسن کی کتاب "تصویر کا دوسرا رخ")

سيف و سلم يا دويکيلي چيرين^(۱)

چونکہ دان^(۱) وانگ امیر چونے شاہنشاہ شو^(۲) کی ہاں میں ہاں نہ ملائی تھی بلکہ اس ظالم کی بے انصافیوں کی خاموش مخالفت کی تھی اس لئے شاہنشاہ نے اس کو پی او۔ لی کے زندان میں ڈلوادیا۔ یہاں اس نے صحیح اور انصافانہ طریقہ حکومت کے اصول کا بے نظیر غائبیت جانفشانی سے مطالعہ کیا۔ اور اس پر کئی ایک کتابیں اور حاشی سپرد قلم کئے۔ گویا وہ قید میں بھی بے کار نہ رہا۔

اس رحم دل امیر چونے کے دو نوکر ہنگ یا او اور سان سنگ بہت وفادار تھے۔ اور وہ اس کی قید سے خود اس سے بھی زیادہ ملول خاطر تھے۔ ان دونوں نے لاکھ جتن کئے اور آخر پی او۔ سن۔ کی ولایت میں ایک نہایت خوبصورت عورت ڈھونڈ نکالی۔ اس کے ساتھ لی جنگ کا ایک اہل قہر اور دو جوڑی پی او۔ ہی انگ کے گھوڑوں کی بھی اور پھر معہ اور بہت سے

(۱)۔ اصل نام چانگ تھا دان وانگ کے لقب سے مندر نشین ہوا۔

(۲)۔ چو، شو، سن، چو سن سب ایک ہی نام ہیں یعنی شاہنشاہ چو سن۔

عجائبات و نوادرات کے پیچنگ کے پاس پہنچے جو ان دنوں پن کے دربار میں بہت مہنہ چڑھا وزیر تھا اور اس سے درخواست کی کہ وہ ان تحائف کو چوسن کی جناب میں پیش کرے۔ شاہنشاہ ان تحائف سے بے حد خوش ہوا اور اس طرح گویا ہوا: ”صرف یہ عورت اکیلی ہی امیر مغرب کی آزادی دلانے کے لئے کافی ہے۔ تم ناحق ان دوسری چیزوں سے مجھ پریشان کرتے ہو۔“

اس طرح وان دانگ کی رہائی ہوئی۔ اس کے بعد اس نے دریائے لو کے مغرب کی طرف کا علاقہ شاہنشاہ کی نذر کیا اور اس سے انجائی کہ سیچ سوختی کی سبز کو موقوف کر دے یہ درخواست قبول کر لی گئی۔ اس کے بعد شاہنشاہ نے امیر مغرب کو ایک تبر و کمان اور ایک تبر عنایت کیا۔ یہ اس کی نشانی تھی کہ اب امیر چو کو مجرموں کو اپنی مرضی اور عقل کے مطابق سزا دینے کے اختیارات مل گئے۔

روایت ہے کہ اسی زمانے میں یو اور جوئی کے شاہزادگان میں کسی زمین کی ملکیت پر تنازعہ ہوا تو دونوں وان دانگ کو اس اختلاف میں ثالث بنانے پر رضامند ہو گئے اور اس مقصد سے چو کو روانہ ہوئے۔

سرحد پار کرتے ہی انہوں نے دیکھا کہ کھیتوں میں ہل چل رہے ہیں لیکن ڈول اور حد بندی کہیں نہیں ہے۔ سڑک پر لوگ ایک دوسرے کو جگہ اور راستہ دینے میں سبقت کرتے ہیں شہر چو میں انہوں نے دیکھا کہ عورتوں اور مردوں کے چلنے کی جدا جدا راہیں ہیں۔ ضعیف اور عمر رسیدہ لوگوں کو بوجھ ڈھونے کی اجازت نہیں ہے۔ دربار میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ علماء افسران کے لئے جگہ خالی کرتے ہیں اور افسران علماء سے نہایت مودبانہ طریقہ سے پیش آتے ہیں۔ یہ سب دیکھ کر شاہزادوں پر بہت اثر ہوا۔ اور انہوں نے کہا ”ہم جیسے ناکارہ لوگ ہرگز اس قابل نہیں کہ ان بے مثال لوگوں کے درباروں کو اپنی خاکِ پاسے آلودہ کریں۔“

چنانچہ وہ دونوں خود ہی رضا مند ہو گئے کہ متنازعہ فیہہ زمین دونوں کی مشترک ملکیت رہے اور واپس چلے گئے۔ اس سے چو کی شہرت اس قدر اور اتنی دور دور پھیل گئی کہ بیلین ریاستوں نے بخوشی اس کی حکومت کو منظور کر لیا۔ چنانچہ اس طرح طان فوہ کی اپنے پوتے چانگ کے متعلق یہ پیشین گوئی پوری ہوئی کہ ”اگر میرے خاندان کو عروج ہوا تو وہ چانگ کی بدولت ہوگا۔“

ایک بار جب امیر چو نے شکا میں جانے کا ارادہ کیا اور استخارہ

کیا تو اس میں یہ نکلا؟ نہ بھیانگ درندے تمہارے ہاتھ آئیں گے نہ سانپ نہ جنگلی سور نہ شیر نہ ریچھ نہ گلدار بلکہ صرف ایک آدمی ملے گا اور وہ آدمی ایسا ہو گا کہ حاکم ملک کی سلطنت کو وسیع کرنے میں بہت مدد دے گا۔
 چنانچہ ایسا ہی ہوا، کیونکہ دریائے وری کے جنوب میں اس کو ٹٹانگ ملا جس سے باتیں کر کے وہ بے حد خوش ہوا۔ اور کہا "میرے جد امجد طائی کنگ کہا کرتے تھے کہ چو میں ایک عقلمند آدمی آئے گا اور اس کی آمد سے چو کو بہت عروج ہو گا۔ یقیناً آپ ہی وہ شخص ہوں گے۔ میرے بزرگوار نے برسوں آپ کا انتظار کیا۔"

اس طرح شانگ امیر غرب کا صدر معلم مقرر ہوا۔ اور اس کی خدمت اور یہودی میں اسی طرح تندرہی سے کام کرنا شروع کیا جیسا کہ اس سے پہلے اس کے جد امجد نے شاہنشاہ سن کی خدمت کی تھی اور اس کے بعد طائی کو طغیانوں کے مقابلے اور دلدلوں کو سکھانے میں مدد دی تھی۔

امیر چو یعنی مہربان اور لائق وان وانگ کے متعلق روایت ہے کہ ایک مرتبہ وہ کھیتوں میں چلا جا رہا تھا کہ اس کو ایک ہڈی نظر پڑی۔ اس نے فوراً حکم دیا کہ اس کو دفن کیا جائے۔

اس کے درباریوں میں سے ایک بولا ”جہاں پناہ۔ اس ہڈی کا تو کوئی مالک نہیں ہے“

وان وانگ نے جواب دیا ”پھر بھی اس کو دفن کر دینا چاہئے۔ ساری سلطنت کا انتظام شاہنشاہ کے ہاتھ میں ہے اور ریاستوں کے امیر ریاستوں کے مالک سمجھے جاتے ہیں۔ اس لئے اس ہڈی کا مالک بھی میں ہی ہوں۔ اور اسی لئے اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ اغلباً اس کو دفن بھی مجھے خود ہی کرنا چاہئے۔“ چنانچہ اس نے اپنے ہاتھ سے اُسے دفن کیا۔ پھر جس نے یہ قصہ سنا وہ یہی بولا ”اگر امیر غریب ایک پرانی ہڈی کی اتنی پرواہ کرتا ہے تو وہ آدمیوں کا تو بھلا کیا کچھ خیال نہ رکھتا ہوگا۔“

بلاشبہ امیر غریب واقعی مہربان اور خدا ترس تھا۔ سائے لوگ اس کی عزت کرتے تھے بلکہ وہ سب کا محبوب تھا۔ وہ بن رسیدہ اور ضعیفوں کا ادب کرتا تھا اور کم عمروں پر نرمی اور عنایت۔ اور نیکوں اور خدا پرست بزرگوں پر وہ نہایت مہربان تھا۔ وہ اپنی ذاتی آسائش اور کھانے پر اس قدر کم توجہ دیتا تھا کہ اس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ اس کا کھانا نوکتابیں اور علماء ہی ہیں۔ تمام سلطنت کے علماء و فضلاء اس کے پاس جوق جوق آتے تھے۔

اور جب اپنی عمر کے ایک سو بیسویں سال ۲۷ دین منزل کے میسرے

سال (۱۱۴۳ ق م) میں وان دانگ بن کوئی پہلے بن طان فوہ کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹے فا کو اپنے پاس بلایا اور اس سے کہا "جان پدر اینکی کی تلاش میں رہو اور جب اور جہاں ملے اس کو ہاتھ سے نہ جانے دو بلکہ اس پر مداومت کرو۔ جب موقع ملے تو جھجک نہ میں۔ بدی اور برائی کو دل سے نکال دو اور اس کو جڑ نہ پکڑنے دو۔ بس انہی تین نکتوں میں نیکی اور بھلائی مضمر ہے۔"

اس کے بعد قابل امیر کا انتقال ہو گیا اور اس کو پیہہ میں دفن کر دیا گیا۔

(۱۱۴۰ سے ۱۱۴۴ ق م)

سیف قلم یا دو نیلی چیزیں۔

امیر قلمکیت چو یعنی ولایت غزنی کی مسند پر وُو وانگ کے لقب سے
 متکون ہوا۔ ظالم شاہنشاہ شوکی بربادی اور خاتمہ خدا نے اسی کے ہاتھوں
 لکھا تھا اور وہ اس طرح کہ صحرائے موہ پر شکست کھانے پر شاہنشاہ بالکل
 از خود رفتہ اور مجنون ہو گیا اور بھاگ کر لوطائی (یعنی محل آہوا پہنچا اور
 وہاں دیوانہ وارا اپنے آپ کو موتیوں اور جواہرات سے لاد کر آگ لگالی
 اور جل کر مر گیا۔

پھر وُو وانگ نے طاکی کو بھی اجل رسید کیا۔ اس کے بعد اس نے
 ظالم اور جلا دشاہنشاہ کے مقتولین کی قبروں پر ایک مقبرہ بطور یادگار
 بنوایا۔ اور پین کے نیک اور پاک باز خاندانوں کی عزت افزائی کی۔ کیونکہ
 کے اندج کے ذخیروں کو اس نے غریبوں میں تقسیم کر دیا۔ لوطائی کے
 خزانہ کو رفاہ عام کے کاموں میں لگا دیا۔ اور حرم کی عورتوں کو ان کے
 گھر واپس بھیج دیا۔ جب یہ سب دیکھا تو پین کی رعایا نے اس کو بہت سراہا

اور کہا "اگر بادشاہ نیکوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہے کہ مردوں کی یادگار قائم کرتا ہے، تو بھلا وہ زندوں کے لئے کیا کچھ نہ کرے گا۔ اگر پابکار مرحومین کے پسماندگان کی اتنی عزت کی ہے تو موجودہ خاندانوں کے ساتھ تو بہت ہی زیادہ مہربانی سے پیش آئے گا۔ اور اگر اس نے ہزار مشکل سے جمع کئے ہوئے ذخائر اس دریا دلی سے تقسیم کر دئے ہیں تو اس کا تو امکان بھی نہیں کہ پھر کے سے محاصل میں زیادتی اور سختی کی جائے۔ اور جب اس نے ان عورتوں کو جو پہلے ہی سے حرم میں موجود تھیں ان کے گھروں کو واپس بھیج دیا تو بھلا وہ اوروں کو کیوں طلب کرے گا؟

زاں بعد بادشاہ نے شاہزادگان سلطنت کا تقرر کیا اور ہوا کے مقام پر تخت نشین ہوا۔ اس نے جنتری مرتب کی اور قومی جھنڈے کا رنگ سرخ منتخب کیا اس نے جنگی گھوڑوں کو واپس کو ہستانی وادیوں میں بھیج دیا۔ اور بلوں کو ہوا۔ بن کے ویرانہ میں چھوڑ دیا۔ اس نے اسلحہ جات جنگ کو شیروں کی کھالوں میں تہہ کر کر اور زرہ بکتر سپر اور جنگی گاڑیوں پر غلاف چڑھوا کر الگ بند کر دیا، اس طرح گویا اس نے جنگ کا خاتمہ کیا۔

(۱)۔ اغلباً جنگی بلوں سے مراد ہے جو لڑائی میں بار برداری کے کام آتے تھے۔

پھر اس نے اپنے آبائی مندر میں قربانی کی رسم ادا کی، اور اپنے اجداد کا نام روشن کیا۔ اس نے اپنی بھلائی اور تنبیہ کے لئے لال کتاب کا مطالعہ کیا اور پھر اپنے درباریوں اور وزراء سے دریافت کیا ”نیکی اور برتری کس چیز میں ہے۔ عمل صالح کیا ہے۔ وہ کونسا قانون ہے جو دس ہزار پشتوں تک قابل عمل و تقلید رہ سکتا ہے“

اس کا جواب اس زمانے کے ولی شانگ فوہ نے اس طرح دیا۔ اس کا جواب لال کتاب میں موجود ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ جب بے پرواہی پر احتیاط حاوی آتی ہے تو سارے کام ٹھیک ہوتے ہیں، لیکن جب احتیاط پر فحشتی کا غلبہ ہوتا ہے تو بربادی ہوتی ہے۔ جب تناسب اور ضبط شہوت اور خواہش بے جا پر حاوی ہوتا ہے تو معاملات سدھر جاتے ہیں، لیکن جب صداقت پر بے جا خواہش غالب ہو جاتی ہے تو پھر سارے کام بگڑ جاتے ہیں۔ غلط کاری اور سہل انگاری کا نتیجہ تباہی ہے۔ ان اصولوں کی سچائی دس ہزار نسلوں تک قائم رہے گی۔“

بادشاہ پران الفاظ کا بہت اثر ہوا۔ اور اپنی اور اپنے آس پاس کی ہر چیز پران الفاظ کو لکھوا لیا یا کندہ کرا لیا بلکہ کہڑوں تک میں بنوا لیا پھر اس نے بن کے معاملات کو ترتیب دیا اور شو کی غلط کاریوں کی تلافی کی۔ لیکن آئی اور سے یں کے دو آدمی جنھوں نے جنگ میں وو وانگ

کی مخالفت کی تھی بھاگ گئے اور شرم کے مارے شو یا ننگ کے بہاڑوں میں جا چھپے۔ چونکہ ان کی مخالفت نیک نیتی پر مبنی تھی اس لئے انہوں نے چور کے اناج پر وی کے گھاس پات کو ترجیح دی۔ بھوک سے جب موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے ایک نظم لکھی جو یہ ہے :-

یہ نیر درخشاں جو کوہ پر ہے تاباں	اب کوئی دم میں ہنی نظر دل ہوگا بہاں
خاموش کیوں کھڑے ہو کیا سوچتے ہو آؤ	شاہاں کوہ وی پر کیوں مل کے چڑھ نہ جاؤ
جو بوجھ ہوا اٹھا و جو رنج ہو سہاڑ	منزل اگر کٹھن ہو ہمت کبھی نہ ہارو
غفلت کی نیند کب تک اللہ اب تو جاگو	ندبیر سے نہ چو کو تقدیر سے نہ بھاگو
جنگِ مجدل کو چھوڑو قسمتِ سمنہ نہ موڑو	ظلم و ستم سے تھک کر راہِ وفاء چھوڑو
جب تک کہ دم میں دم ہر دو رخِ شکم کا پاؤ	یہ ساگ بات کھا کر دن زندگی کے کاٹو
شن ننگ، یا او اور شن سب ہو گئے فسانہ	بھولے زمانے کو وہ بھولا انہیں زمانہ
اب عدل وجود کس کا اور کسکی داد خواہی	اب تاج و تخت کس کا اور کس کی بادشاہی
دیکھا نہ تم نے آخر ایک خواب کا سماں تھا	اب آج پن کہاں ہر گل تک بھلا کہاں تھا
ظلم و ستم کی بدلی جب ہر طرف ہو چھائی	انصاف سے خدا کی خالی ہو جب خدائی
امن و امان کا سورج جسم ہو چھپنے والا	تاریک جب ہو دنیا معدوم ہو اُجالا
انسان کو ہے لازم اس وقت یہ یقینی	دنیا کو ترک کر دے ازراہِ پیش بینی

بس الوداع بسوچ اپنا بھی ڈوبتا ہے

وہ اپنی ابتدا تھی یہ اپنی انتہا ہے

خاندانِ جو کی نیکی اور نیکنامی نے تمام دنیا میں اجالا کر دیا یہاں تک کہ
قبائلِ غیر بھی خراج اور تحائف کے طور پر طرح طرح کی چیزیں دربار میں بھیجنے
لگے۔ انہی اشیاء میں ایک بڑا کتابھی تھا جو چار ہاتھ اُونچا تھا۔ اور اس طرح
سدھایا گیا تھا کہ انسانی شکار پکڑتا تھا۔ اس غیر معمولی بات نے شہہ امیر شاؤ
کو بہت مشتہور بن چکا۔ اس لئے اس نے بادشاہ کو ایک نصیحت آمیز
خط بھیجا جس میں لکھا:-

”انسانوں کو کھیل بنالینا نیکی کو زائل کرتا ہے۔ اشیاء کی حقیقت نہ سمجھنا
طفلانہ حرکت ہے۔ اپنی خواہشات کو حد اعتدال سے نہ بڑھنے دو اور اپنی گفتگو
کو خلوص اور نیک نیتی کے زیور سے آراستہ کرو۔ ناکارہ چیزوں میں تضحیح
اوقات نہ کرو۔ اور نہ کارآمد باتوں کی طرف سے بے پرواہی۔ کیونکہ اسی میں
تمہاری خوبی کو کمال حاصل ہوگا۔ کیا بے اشیاء کو انمول نہ سمجھو اور نہ ہی روزمرہ
کی کارآمد چیزوں کو حقیر سمجھو۔ اسی میں تمہاری رعایا کی فلاح اور بہبود ہے

گھوڑے اور کتے جس ملک سے ہوں اس سے باہر پانے ٹھیک نہیں اگر
 کمپاب چیزوں کی بے جا اور بے حد قدر نہ کی جائے گی تو اجنبیوں کو نصیحت
 ہوگی۔ صرف قابلِ قدر اور کارآمد چیزوں ہی کی عزت کرنے سے تم اپنے
 ہمسایا قوموں کے ساتھ امن و آشتی سے رہ سکتے ہو۔

اتفاق ایسا ہوا کہ وُوانگ کی حکومت کے تیسرے سال کی سے
 دربار میں آیا جاردانگ عالم میں یہ بات مشہور تھی کہ اس نے قسم کھا رکھی تھی
 کہ اگر فاندان بن کو شکست ہوئی تو وہ کسی اور کی ملازمت نہ کرے گا لیکن اس کے
 علاوہ اور کوئی بھی صحیح و کامل حکومت کے اصول بادشاہ کو نہیں بتا سکتا تھا
 اس لئے بادشاہ نے اسے ڈھونڈ بلایا۔ جس وقت وہ بازار میں سے گذرا
 تو اس نے دیکھا کہ جہاں پہلے پن کے محلات کھڑے تھے وہاں اب گہوؤں کے
 کھیت لہلہا رہے ہیں۔ اس کا جی چاہا کہ آواز بلند ماتم کرے۔ لیکن اس کو رکیک
 اور ملکا سمجھ کر نہ کیا پھر بھی اس کا دل تنہائی میں آنسو بہانے پر ٹکلا ہوا تھا۔ لیکن
 اس کو بھی اس نے مردانگی سے بعید سمجھا۔ چنانچہ وہ خاموش بیٹھ گیا اور یہ
 مرثیہ لکھا :-

جیسے کہ موجزن ہو ایک قلمِ طلائی	گہوؤں کی کھیتیاں ہیں اس طرح لہلہائی
گندم کے ہیں یہ خوشے باعقدہ ہائے پروں	زر بخش ہے زراعت زرخیز کشتِ زین
سونے کے پیر پوے سونے کی بالیاں ہیں	گہوؤں کے کھیت ایسے جنت میں اب کہاں ہیں

یہ جنتی غذا ہے ہر ایک غزلے اعلیٰ قسمت ہی سے ملے ہے یہ سونے کا نوالہ
کھاتے ہو اس کو کھاؤ تم کھا گئے کہاں تک ان نعمتوں کو آخر جھٹلاو گے کہاں تک
جو ناسپاس ہے وہ ایزد شناس کہہ ہے ایزد شناس جو ہے وہ ناسپاس کہہ ہے
دنیا کی کیا اقامت دنیا کا کیا ٹھکانا دودن کی زندگی ہے دودن کا آبنے دا
خاقانِ چین جو کل تھا وہ آج اب کہاں ہے وہ تخت اب کہاں ہے وہ تاج اب کہاں ہے
آدم کے تم غلف ہو آدم سلف تمہارا لیکن پسر جو بد ہو کب ہو پدر کو پیارا
امیر خیر کی ہو کیونکر کسی بشر سے ترکیب ہی بشر کی قالی نہیں ہے شر سے
اس تاجور کو دیکھو جو ظلم کا تھا بانی جس نے نہ قدر مطلق اسن اماں کی جانی

احکام عہد و معبود اس نے نہ دیکھے
مٹی کی طرح بالکل ظالم نے سو نہ بھینکے

شاداب اب جہان میں یہ کھیتیاں تہاری ایک وقت بھی ہمیں پر دوت سراہماری
ٹھیک اب اسی جگہ پر یہ کھیت لہلہائیں تعمیر نہیں جہاں پر اپنی حرم سرا نہیں
الندے خرابی - الندرے تباہی کیا تھے کبھی ہمیں پر ایوانِ قصر شاہی

اب شان و شوکت اپنی کس سے کہیں کہاں تھی
کیا یہ وہی زمین ہے کل تک جو آسمان تھی
کہنے کو یوں تو کہوں تن پرور اک غذا ہے لیکن سلف کی شانِ گم گشتہ سے سوا ہے
واجب ہے آدمی پر گہیوں کی قدردانی
جنت کا ہے یہ میوہ آدم کی ہے نشانی

اور جب مملکتِ پن کی باقیماندہ رعایا نے یہ مرثیہ سنا تو ان سے آنسو
 ضبط نہ ہو سکے۔ لیکن بادشاہ نے کی سے کی عزت افزائی کے لئے اور اس
 خیال سے کہ اس نے کسی اور خاندان کی ملازمت کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔
 اس کو کوریا کا حاکم بنا دیا۔

اس کے بعد تیسرے سال کے موسم سرما میں یہ شیر دل اور بہادر بادشاہ
 فوت ہوا اور اس کا بڑا بیٹا سنگ چنگ وانگ کے لقب سے تخت پر بیٹھا اور
 طان امیر جو وزیر اعظم مقرر ہوا

اس کے قرون بعد تک جب کبھی چو کے علماء کسی مسئلے کے ہر دو پہلوں
 پر بحث کرتے تو دو ٹوکلی جبریں ہمیشہ پیش پیش ہوتی تھیں!۔ وان کا قلم
 اور دُور کی سیف۔

ضمیمہ (۱) کنفیوشس

انسان کا سب سے بڑا دشمن خود اس کی تنگ نظری ہے۔ زیادہ تو ہم ہیں سے ایسے ہوتے ہیں جو کسی غیر چیز کو محض اس بنا پر کہ وہ غیر ہے برا اور غلط سمجھتے ہیں۔ کم ایسے ہیں جو اس طرح بے سمجھے تو غیروں کو غلط نہیں ٹھہراتے لیکن جو اپنے علم اپنے فلسفے اور اپنی ہر چیز کو اس قدر مکمل اور خامیوں اور غلطیوں سے پاک سمجھتے ہیں کہ دوسروں کی بہتر سے بہتر چیز کو سمجھنے اور جاننے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے۔ اور ایسے خدا کے بندوں کی تعداد تو بہت ہی کم ہے جو نیکی اور اچھائی کی بات کو اپنی کھوئی ہوئی چیز اور اپنی دراشت سمجھتے ہیں اور جہاں پاتے ہیں اس کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اس عام انسانی فطرت کے علاوہ بھی کنفیوشس کے نام اور فلسفے کی گناہی میں اتنے عرصے پڑے رسنے کی وجہ چینی زبان کی مشکلات بھی ہیں غیر چینیوں کے لئے یہ زبان سیکھنا بے حد مشکل ہے اور یہی چیز زیادہ تر کنفیوشس کے فلسفے کو منظر عام پر لانے میں اس قدر حائل رہی۔ شروع شروع میں عیسائی بادربوں نے مناظرانہ طریقہ پر کنفیوشس کے فلسفہ پر رائے کا اظہار کیا اور اس کی تضحیک کی لیکن چین میں غیروں کے عمل دخل کے سلسلے میں ایسے بھی لوگ وہاں پہنچے جنہوں نے حتی الوسع نیک نیتی اور سچائی سے اس چینی ولی اللہ کا فلسفہ دنیا کے سامنے پیش کیا اور فوراً ہی کنفیوشس کا نام دنیا کے بزرگ ترین مذہبی پیشواؤں اور مصلحین میں شمار

ہونے لگا۔

لیکن خود چین میں کنفیوشس کے نام اور اس کی تعلیمات کو جو درجہ حاصل ہے اس کی مثال کہیں اور ملنی مشکل ہے۔ بعض مغربی علماء کا خیال ہے کہ کنفیوشس اپنی زندگی میں کامیاب نہ ہو سکا بلکہ اسی صدمے سے متاثر ہو کر وہ مر بھی گیا۔ لیکن اس کے انتقال کے تقریباً دو سو برس بعد مین سی اس پیدا ہوا جس نے اس کی تعلیمات کو خوب عام کیا اور اس کی کتابوں پر شرحیں لکھیں جس کا بہت اثر ہوا۔ چنانچہ گوسن خاندان کے زمانے میں اس فلسفے کی سخت مخالفت ہوئی تھی اور اس کی ساری تصانیف محلاً جلوا دی گئی تھیں لیکن اس کے بعد سے جو کنفیوشس کی قدر ہونی شروع ہوئی تو پھر کوئی حد نہ رہی۔ خاندان ہان کے زمانے میں اس کو ”میر“ اور ”نواب اعظم“ کے خطابات دیے گئے۔ پانچویں صدی عیسوی میں اس کو ”رہبر کامل“ کا لقب دیا گیا۔ خاندان ٹانگ (۵۰۹-۶۱۸ عیسوی) کے زمانے میں اس کو ”بادشاہ کا خطاب دیا گیا اور خاندان سنگ نے اس کو ”شاہنشاہ“ بنا دیا۔ منغل خاندان اور منچو گوتاماری تھے اور مذہب میں چینیوں کے ہمنوا نہ تھے لیکن وہ بھی کنفیوشس کو ”رہبر کامل“ اور ”معلم قدیم“ کے نام سے یاد کرتے تھے آج بھی جب کہ اس کی دفات کو دو ہزار برس سے زائد ہو چکے ہیں دنیا کی آبادی کے تقریباً چوتھائی حصے کی اخلاقی، مذہبی اور سیاسی زندگی پورے طور پر اس زیر اثر ہے۔ اس کی کتابیں جو کنفیوشی یا چین کی کلاسی کہلاتی ہیں چین میں الہامی کتابوں کا درجہ رکھتی ہیں اور ان کا پڑھنا اور سمجھنا انتہائی علم و فضل سمجھا جاتا ہے۔

(۱)۔ فان ڈر گلیٹ

(۲)۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔

بعض اصحاب کا یہ خیال ہے جو درست بھی معلوم ہوتا ہے کہ کنفیوشس کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ اس نے کوئی نئی چیز چینیوں کے سامنے پیش نہیں کی بلکہ اُسی قبول شدہ فلسفہ زندگی کو جو پہلے سے ملک میں موجود تھا منظم اور باقاعدہ صورت میں پیش کیا۔ یہ چیز خود کنفیوشس نے قبول کی ہے اور اس کے علاوہ بھی کنفیوشس سے پہلے کی کتابوں میں وہی اس کے نظریے مثلاً "انسان کامل" "فرزندانہ اطاعت اور سعادت مندی" "سلطنت اور اس کا نظام" سب موجود ہیں۔ بہر حال وجہ خواہ کچھ ہو اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ چین میں جو ہر دلعزیزی کنفیوشس کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے کو کبھی نہیں ہوئی۔

کنفیوشس ۵۵۱ ق م میں ریاست لو میں پیدا ہوا۔ اس کا اصلی نام کنگ فوزے تھا جو مغربی مصنفوں نے بگاڑ کر کنفیوشس کر لیا اور اب اسی نام سے وہ ساری دنیا میں مشہور ہے۔ اس کا خاندان کنگ ملک کے نہایت معزز خاندانوں میں شمار ہوتا تھا۔ اور آج تک بھی اس کا بزرگ امیر کنگ کہلاتا ہے اس وقت اعلیٰ دنیا میں یہ سب سے قدیم خطاب یافتہ خاندان ہے۔

کنفیوشس کے باپ کا نام شو ریائنگ تھا۔ جو ایک بہت جری اور طاقتور سپاہی تھا۔ پہلی بوی سے اس کے ہاں نو لڑکیاں اور ایک اپانچ معدور لڑکا تھا ستر برس کی عمر میں اس نے دوسری شادی کی جس سے کنفیوشس پیدا ہوا اس کی پیدائش کوہ نی کی خانقاہ میں ہوئی تھی اس لئے اس کو چنگ نی کہنے لگے جو بعد کو کنگ فوہ زے ہو گیا۔ جب کنفیوشس تین سال کا تھا تو اس کا باپ فوت ہو گیا اور اس کی تعلیم کی ذمہ داری اس کی ماں پر آئی۔ ماں نے سات سال کی عمر تک

خود تعلیم دی اور اس کے بعد مدرسے میں داخل کر دیا جہاں وہ ۷ سال کی عمر تک رہا۔ مدرسے میں وہ ہمیشہ اپنی جماعت میں اول رہا۔ اور ادائے آداب میں مشہور ہو گیا۔ مدرسے کی تعلیم کے بعد اس کو غلہ فروخت کرنے کی محاسبی کا عہدہ مل گیا۔ جس کو اس نے اس خوبی سے انجام دیا کہ بالاخر اس کے محلے کے ماتحت ایک زرعتی مدرسہ قائم ہو گیا۔ کچھ عرصے کے لئے کنفیوشس زرت اور موشیوں کا انسپکٹر بھی ہو گیا۔ لیکن اسی زمانے میں اس کی ماں وفات کر گئی اور اس کو مجبوراً تین سال کے لئے گوشہ نشین ہونا پڑا۔ اس زمانے کو بھی اس ضائع نہ ہونے دیا بلکہ اس عرصے میں موسیقی اور تیر اندازی میں بہارت تامہ حاصل کر لی۔ تیس سال کی عمر میں وہ علوم ظاہری و باطنی سے کما حقہ آراستہ ہو گیا اور اب اس نے چاہا کہ بادشاہ اور ملک کی اصلاح کرے۔ اس وقت ملک کی عجب حالت تھی۔ خاندان جو کے پہلے شاہنشاہ وودانگ نے سلطنت حاصل کرنے کے بعد اس کو ۷۲ ماتحت ریاستوں میں تقسیم کر دیا تھا اور ہر ایک کو اپنے اعزاد اقارب کو دے دیا تھا اس طرح ساری حکومت واقعی ایک بڑی مشترکہ خاندان کے مشابہ ہو گئی تھی۔ لیکن جوں جوں رشتہ داری اور آپس کے محبت کے تعلقات بعید اور کمزور ہونے لگے تو توں مرکزی حکومت کا اثر اپنی ماتحت ریاستوں پر برائے نام رہتا گیا اور یہ ماتحت ریاستیں آپس میں اور مرکزی حکومت سے جھگڑنے میں پیش ہوئی گئیں۔ پھر ریاستوں میں اپنی جگہ بھی امن نہیں رہا کیونکہ ان میں بعض بہت با اثر اور بڑے خاندان ایسے ہوتے رہے جو خود میں کے ہی خلاف ہوئے جاتے تھے اور رئیس بننا چاہتے تھے۔ کنفیوشس نے اس طوائف الملوکی اور بد نظمی کے زمانے میں آئینکھ کھولی۔ گو اس کے ذہن میں سلطنت اور حکومت کی کوئی اور صورت کبھی بھی نہ آئی لیکن وہ یہ ضرور جانتا تھا

کہ اسی نظام کو برائیوں اور خرابیوں سے پاک دیکھے۔ وہ چاہتا تھا کہ اگر ایک طرف رئیس شاہنشاہ کی حمایت اور اطاعت میں کمی نہ کریں تو دوسری طرف ریاست کے خاندانی اور فوجی ذی اقتدار لوگ رئیس کو مدد دینے میں کوتاہی نہ کریں۔ سلطنت کے متعلق اس کا نظریہ انہی حالات پر ڈھلا ہوا ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ خود حکومت میں کچھ حصہ دار بن کر اپنی بات لوگوں سے منوائے اور اصلاح اور تلقین کرے۔ کیونکہ اس کا یقین تھا کہ جب تک حکومت کا زور پشت پناہ نہ ہو اصلاح غیر ممکن ہے۔ اور اس کے لئے اس نے کوشش بھی کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا اسی وجہ سے بعض مغربی مصنفین نے اس پر جاہ طلبی کا الزام لگایا ہے۔ جو ہمارے نزدیک جائز نہیں۔ اس کی جاہ طلبی ایک مقصد کے ماتحت تھی خود مقصد تھی جب اس نے دیکھا کہ دربار میں کامیابی ممکن نہیں تو حصول طاقت کی ایک اور صورت نکالی اور تعلیم و تعلم میں مشغول ہو گیا۔ معلم کی حیثیت سے اس کی شہرت جلد ہی دور دور پہنچ گئی اور تھوڑے ہی عرصے میں اس کے گرد تین ہزار جاننا شاگردوں کا غول جمع ہو گیا۔ بالآخر ۵۰۱ ق م میں جب کہ اس کی عمر پچاس سال کی تھی اس کا مقصد برآیا اور وہ ریاست کو میں شہر گوکا کو توال بنا دیا گیا۔ گویا اس طرح وہ عملی طور پر بھی سیاست میں داخل ہوا۔ اس نے معاشرتی اصلاحات میں خاص کامیابی حاصل کی اور رفتہ رفتہ ریاست کو کے رئیس ٹنگ کا معتبر خاص ہو گیا۔ جس کی ایک دفعہ اس نے اپنی ہمت اور بہادری سے جان بھی بچائی۔ لیکن یہ حالت بہت دن تک نہ رہی۔ کنفیوٹس کے مخالفین نے ناقص العقل رئیس کے کان بھرنے شروع کئے۔ ہمسایہ ریاست جی کو گو کی ترنی دیکھ کر حسد ہوا اور وہاں کے لوگوں نے بہت سی خوبصورت اور گانے ناچنے میں مشاق عورتیں اور عمدہ گھوڑے تختار رئیس کو بھیجے۔ تاکہ اس کی توجہ

نیک کاموں سے ہٹے۔ ان باتوں سے رئیس بالکل پلٹ گیا اور کنفیوشس کو مستعفی ہونا پڑا، اور لوگوں کو خیر باد کہنا پڑا۔ یہاں سے وہ دشت نوردی کیلئے نکل گیا۔ اس کے شاگرد پھر اس کے گرد آ جمع ہوئے اور وہ معہ اپنے بے شمار شاگردوں کے شہر بشہر اور ریاست بہ ریاست گھومتا پھرا۔ اس صحرا نوردی میں اکثر و بیشتر اس کو سخت ترین جسمانی تکالیف اٹھانی پڑیں خوف اور خطرے کے مقامات سے گذرنا پڑا، لیکن اس کا عزم اور اس کے شاگرد اس کے ساتھ رہے۔ ریاست دی کی سرحد پر جب ایک افسر نے اس کو اس ساز و سامان سے دیکھا تو اس کے شاگردوں سے کہا کہ تمہارے آفاقی ترقیاں تو اب ہونی شروع ہوئی ہیں اور یہ ٹھیک بھی تھا۔ کیونکہ کنفیوشس کی شہرت جتنی اس طرح شہر شہر کی خاک چھاننے سے ہوئی وہ اور کسی طرح ممکن نہ تھی۔ تیرہ سال تک کنفیوشس اسی طرح بن باسی رہا، اور سخت سے سخت مصیبتیں جھیلنا رہا۔ آخر پھر رئیس نے اس کو وزارت پر بلا لیا۔ لیکن گو کنفیوشس نے یہ عہدہ منظور کر لیا تھا پر اب وہ بڑھا اور کمزور ہو گیا تھا۔ وہ پہلی سی ہمت و جوش اب نہ تھا اس لئے اس دفعہ اس نے اصلاحات کی طرف حسب سابق توجہ نہ کی بلکہ اپنا وقت علمی مشغلوں میں گذارا۔ معترضین یہاں یہ کہتے ہیں کہ اس دفعہ کی اصلاحات کی طرف سے خاموشی اس وجہ سے تھی کہ کنفیوشس پہلی مرتبہ کی طرح پھر اپنا عہدہ کھو نہ چاہتا تھا، کیونکہ جب اس کی ضمیمی اس کے علمی کاموں میں ہانت نہ ہوئی تو اصلاحی کاموں میں کیونکر حائل ہو سکتی تھی۔ ہمارا یہ خیال ہے کہ غالباً کنفیوشس نے تجربے سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ ملک کی اس وقت حالت ایسی گر گئی تھی کہ اگر وہ ساری عمر بھی اصلاح میں صرف کر دیتا تب بھی کوئی مستقل قاعدہ نہ ہوتا اس لئے اس نے یہ مناسب سمجھا کہ اپنے تجربوں اور نظریوں کا بخور اپنی کتابوں

میں چھوڑ جائے تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان سے سبق لے سکیں اس کی تمام کتابیں اسی زمانے کی لکھی ہوئی ہیں۔ آخر کار ۲۷ سال کی عمر میں یہ دلی، سیاست داں، فلسفی، مورتی، ملک و قوم کا پیشوا اور ہزاروں کا مشفق استاد اس دنیا سے گزر گیا اور کوہ فوہ ہنگ کے مقام پر دفن کیا گیا۔ جہاں اس کی قبر اب تک مرجع خلافت ہے۔

کنفیوشس کی نجی زندگی بدقسمتی سے خوشی اور کامیابی کے ساتھ نہ گزری یہ انتہائی تعجب کی بات ہے کہ کنفیوشس جو تعلقات باہمی، پدرانہ شفقت اور ہمسرانہ سعادت، آداب خانہ اور خاندان کی اہمیت کا سب سے بڑا حامی بلکہ ایک طرح سے موجد تھا اور جو ان احکامات کی خلاف ورزی کرنے والے کو قتل تک کا مستوجب سمجھتا تھا، خود اس کے گھر کے حالات نہایت ناخوش گوار تھے۔ انیس سال کی عمر میں اس کی شادی ہوئی لیکن بیوی سے نہ بھی اور ایک لڑکا ہونے کے بعد ہی اس نے بیوی کو طلاق دے دی۔ اس لڑکے سے بھی اس کے تعلقات نہایت کھمبے ہوئے رہے۔ روایت ہے کہ اس نے اپنے بیٹے سے تمام عمر میں صرف دو بار گفتگو کی، بلکہ اسی سے اس کے شاگردوں نے بیچہ نکالا کہ ”انسان کا دل کو اپنی اولاد سے کچھ ہوئے رہنا چاہئے۔ ان کے علاوہ اس کا باپ کثیر الاولاد تھا اور اس کا ایک ہی بھائی اچانچ۔ لیکن اس بھائی یا نو بہنوں کا کوئی ذکر اس کی زندگی میں نہیں آتا۔ یہ مانا کہ وہ سوتیلے تھے لیکن ”انسان کا دل“ سے تو یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ ان چیزوں سے بالاتر ہوگا“

(۱)۔ ٹسن نے اپنے سوتیلے بھائی کی بہت خدمت اور بعد میں عزت افزائی

کی۔ دیکھو صفحہ ۱۹ و ۲۵

کنفیوشس دراز قامت اور مضبوط ہاتھ پاؤں کا آدمی تھا۔ وہ سچائی اور نیکی کی گویا جتنی جاگتی تصویر تھا۔ اپنے شاگردوں سے وہ نہایت مربیانہ طریقہ پر پیش آتا تھا لیکن غبی اور کند طالب علم سے پریشان ہو جاتا تھا۔ اس کا قول تھا کہ ”میں صرف ایسے طالب علم کو پسند کرتا ہوں جو ایک حصہ پڑھ کر تین حصے خود نکال لے۔“ وہ تمام علوم مروجہ میں طاق تھا خصوصاً اس کی تقریر تو بہت ہی با اثر ہوتی تھی۔

کنفیوشس کی تعلیم اور فلسفہ کے متعلق بہت کچھ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی تصانیف میں اس زمانے کی روئ کے مطابق نہ مضامین میں تسلسل ہے نہ عبارت کا کوئی نظام جس سے اس کا مفہوم سمجھنے میں بہت دقت اور اکثر غلطی ہو جاتی ہے۔ سینگ زو کی دقیق بین نظر کنفیوشس کی ساری تعلیم کا خلاصہ ان دو جملوں میں دیکھتی ہے ”اپنے فرائض پر خیال اور دوسروں کی طرف حسن عمل اور حسن ظن“۔ اس کی تصانیف پڑھنے کے بعد جو ایک فوری اثر مرتب ہوتا ہے وہ یہ کہ وہ نہایت خشک اور سخت قسم کا فلسفی تھا جو باطن سے بہت زیادہ ظاہر پر زور دیتا تھا۔ ڈاکٹر لیگ جو برسوں چین میں رہا اور جس نے پہلی مرتبہ کنفیوشس کی کتابوں کا انگریزی میں مع شرح ترجمہ شائع کیا کہتا ہے کہ : ”ظاہری عمل اور آداب قاعدہ کا سختی کے ساتھ لحاظ رکھنا کنفیوشس کے لئے بہت کچھ مانع راہ ثابت ہوا۔ اس کی تعلیم اخلاق صرف اس کی عقل کا نتیجہ نہیں بلکہ وہ قدامت پرستی اور اقوال قدیم کی سرحدوں سے محدود ہے۔ اسی طرح اس کے احکام سے یہ شبہ بھی نہیں ہوتا کہ یہ اس دل سے نکلے ہوئے ہیں جس میں اگر ایک طرف آسمانی رحمت کا خیال ہے تو دوسری طرف مخلوق کی

بے بساطی اور "الانسان مرکب من الخطأ کا علم" اس کے خلاف مسٹر گائز کی رائے میں کنفیوشس کے فلسفہ اور تعلیم پر کسی قسم کے اعتراض کا امکان ہی نہیں اس کے نزدیک کنفیوشس کی اخلاقی تعلیم دُر بے بہا ہے اور اپنی جگہ بالکل مکمل۔"

اس کی تعلیم کو ہمیں دو حصوں میں تقسیم کر دینا چاہئے۔ i۔ نظریہ حقوق العباد یا فلسفہ تعلقات خمسہ اور ii۔ اخلاقیات یا فلسفہ انسانِ کامل۔ اصل میں مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کنفیوشس کے متعلق آراء کا اس قدر اختلاف صرف اسی وجہ سے زیادہ تر ہوا کہ ان دو چیزوں کو الگ الگ سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی اور اکثر غلط بحث کی وجہ سے بے جا اعتراض یا اعتراف کیا گیا۔

i۔ فلسفہ تعلقات خمسہ یا جسے میں نے نظریہ حقوق العباد بھی کہا ہے کنفیوشس کے دماغ کا رہن منت نہیں۔ اکثر مغرب کے مصنفین جو یہ اعتراض کرتے ہیں کہ کنفیوشس نے کوئی نئی چیز نہیں پیش کی وہ صرف اس نظریہ حقوق العباد کی حد تک سو فی صدی ٹھیک ہے۔ چین کا معاشرتی نظام ازل سے ہی رسوم اور آداب سے جکڑا ہوا ہے۔ اور پان کو کے زمانے ہی سے ہر ایک کے یہ ذہن نشین کر دیا گیا ہے کہ یہی رسوم اصل زندگی، مقصد زندگی اور انتہائی زندگی ہیں۔ کنفیوشس بھی اسی زمین کی اولاد اور اسی ماحول کا پروردہ تھا۔ اب اس کو آپ قدامت پرستی کہتے یا بے وقوفی کہ اس نے بھی ان تمام رسوم و آداب کو ضروری سمجھا اور ان کو باقاعدہ اور منضبط کر کے کتابی صورت میں ملک کے سامنے پیش کیا اور اس کو دلائل سے سمجھایا کہ یہ کیوں ملک کی ترقی کے لئے ضروری

ہیں۔ تمام حقوق العباد کو اس نے پانچ تعلقات میں تقسیم کیا یعنی تعلقات ما بین
 ۱۔ شاہنشاہ و رعایا۔ ۲۔ باپ و بیٹا۔ ۳۔ خاوند بھائی۔ ۴۔ بڑا بھائی اور چھوٹا
 بھائی (یا بزرگ اور خورد) اور ۵۔ دوست اور دوست۔
 کنفیوشس کا فلسفہ تعلقات انسانی فطرت کے سمجھنے پر مبنی ہے انسان
 کی فطرت صحیحہ اجتماعی ہے اور وہی نیک ہے۔ برخلاف اس کے انفرادیت اور
 انانیت فطری نہیں بلکہ عادات ہیں اس لئے بری۔ یہی وجہ ہے کہ کنفیوشس نے
 خلق اللہ کے لئے بھلائی کرنے پر اس قدر زور دیا ہے اور کہا ہے کہ ایسے رہو
 کہ دوسروں کے لئے تمہاری زندگی رحمت ہو، گویا کنفیوشس کے نزدیک
 فرد ایک بڑی تمدنی مشین کا ایک پرزہ ہے۔ اور وہ مشین خاندان یا گھر نہ ہے
 جتنی نقطہ نگاہ سے خاندان چھوٹے پیمانہ پر سلطنت ہے بلکہ یوں کہنا زیادہ
 ٹھیک ہوگا کہ سلطنت بھی خاندان کے ہی نمونہ پر ہے۔ وفاقی نظام حکومت میں
 یہ مشابہت بہت صاف معلوم ہوتی تھی۔ شاہنشاہ اپنے رئیسوں کے لئے بمنزلہ
 باپ کے تھا اور رئیس آپس میں چھوٹے بڑے بھائیوں کے مانند۔ رئیس
 اپنی اپنی ریاست کی رعایا کے باپ کی جگہ ہوتے تھے (یا کم از کم ہونے چاہتے
 تھے)۔

مشین کے صحیح طور پر چلنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر ایک پرزہ اپنا اپنا
 کام دوسرے پرزوں کے ساتھ اور مستری کی مرضی کے مطابق کرے۔ خاندان
 میں بھی چیز باپ کی مرضی کے مطابق چلنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اسی لئے
 باپ کا اختیار اپنے خاندان پر مکمل مانا گیا۔ یہ اختیار ظالمانہ اختیار نہیں بلکہ
 یہ بھی فطرت کے عین موافق ہے۔ باپ اور اولاد کے تعلق میں ظلم کی بجائے محبت
 اور نرمی فطری ہے۔ یہی جینی "برخوردارانہ سعادت مندی" کی اصلیت ہے

جس کا ذکر چینی اخلاقیات میں اس قدر ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ بابر بھی فرائض قائم کئے گئے ہیں جو اس قصہ سے خوب ظاہر ہوتے ہیں کنفیوشس کے زمانہ وزارت میں ایک شخص اپنے بیٹے کو لایا اور اس کے غیر برخوردارانہ رویہ کی داد چاہی۔ کنفیوشس نے دونوں کو تین تین ماہ کی سزا دیدی۔ اس پر اس کے ساتھی جی ہوان نے اعتراض کیا اور کہا ”تم خود ہی کہتے ہو کہ فرزندانہ اطاعت سب سے زیادہ اہم چیز ہے تو اب کیوں اس خود سرکبوت کو سزائے قتل نہیں دیتے تاکہ سب کو عبرت ہو جائے۔“ کنفیوشس بولا کہ ”تو دو دنوں کا ہے اس باب نے بھی تو اپنے بیٹے کو کبھی اطاعت کی تعلیم نہیں دی۔“ غرضیکہ مشین کے صحیح کام کرنے کے لئے ایک طرف جھوٹوں میں اطاعت اور رکھتی ہونی چاہئے اور دوسری طرف بڑوں میں محبت نرمی اور خیر خواہی۔ اسی دو طرفہ اتحاد عمل کے معاملہ کو چینی میں لی کہتے ہیں جس کا ترجمہ ”آداب“ کیا گیا ہے۔ اور اسی پر سارے تعلقات خمسہ مبنی ہیں۔

کنفیوشس نے یہ دیکھا کہ وہی عام قاعدہ جو خاندانوں کی بہبودی اور نظام کے لئے کارگر ہوتا ہے وہی سلطنت پر بھی منطبق ہوتا ہے۔ جس کو ملک کا سب سے بڑا خاندان کہہ سکتے ہیں یہاں شاہنشاہ باپ کی جگہ ہے اور جہاں اس کو اختیارِ اعلیٰ حاصل ہیں وہاں اس کے فرائض بھی اسی قدر سخت اور اہم ہیں۔ عزت و اطاعت کا وہ صرف اسی وقت حقدار ہے جبکہ وہ رعایا کی بہبودی اپنا فرض سمجھے۔ یہاں بھی رعایا اور شاہنشاہ کے وہی ”آداب“ ہیں

لیکن چونکہ شاہنشاہ کے لئے یہ ممکن نہیں کہ اپنی رعایا کے ہر فرد و بشر سے ذاتی میل جول رکھ سکے اور نہ رعایا انفرادی طور پر اپنی اطاعت کا اظہار شاہنشاہ سے کر سکتی ہے اس لئے اس کے اظہار کو گنہگار لیکن مقررہ طریقہ پر ضروری سمجھا گیا اور وہ مراسم اور طریقے عائد کئے گئے جن کا کنفیوشس ماہر سمجھا جاتا ہے۔

۲۔ اخلاقیات یا نظریہ ”انسان کامل“ یہاں کنفیوشس کا تخیل اس قدر پاکیزہ اور ارفع ہے کہ اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ اس کی تعلیم کے اصول دنیاوی یا دنیوی منافع پر منحصر نہیں ہیں۔ جلب منفعت خواہ اس دنیا میں کامیابی کی شکل میں ہو یا دوسری دنیا میں کیف و نجات کی صورت میں اس کے اخلاقی اصولوں کا منبع نہیں۔ ”بہی صرف نیکی کی خاطر“ اس کی تعلیم کا لب لباب ہے۔ اس نقطہ نظر سے اگر نیکی کسی اور مقصد کو حاصل کرنے کی غرض سے کی جائے یا برائی سے

(صفحہ ۹۰ کا بقیہ) اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ حکومت سے متعلق تھا۔ صفائی سے بات نہ کہہ سکتا تھا۔ لیکن اس کا پسرومن سی اس جو اس کے دو سو سال بعد ہوا زیادہ دلیر اور صاف گو ثابت ہوا۔ اس نے صاف طور سے کہہ دیا کہ اگر بادشاہ رعایا کی بہبودی سے بے پرواہی برتے تو ایسے بادشاہ کے خلاف بغاوت بلکہ اس کا قتل تک جائز ہے۔ من سی اس افلاطون کا ہم عصر تھا۔ ۳۸۹ ق م میں فوت ہوا۔ اس کے ایک مشہور قول سے اس کے فلسفہ کا پتہ چلتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ”خدا، رزق، بادشاہ اور عوام چاروں قابل احترام ہیں۔ لیکن ان سب میں عوام کا رتبہ سب سے بلند ہے۔ پھر خدا اور رزق کا اور سب سے بعد بادشاہ کا۔“

دفع مضرت کے خیال سے بچا جائے تو وہ نیک نہیں بلکہ عاقبت اندیشی و درہنہ یا ہشیاری ہو جاتی ہے۔ اب ذرا اس تعلیم کے مقابلے میں دنیا کی اور تمام تعلیمات اخلاق کو دیکھئے۔ خواہ کتنا ہی چھپایا جائے لیکن نیک کاموں کی طرف رجحان جلب منفعت کے خیال سے دلا یا جاتا ہے اور بدی سے بچنے کے لئے عذاب سے بچنے یعنی دفع مضرت کی نیت ہوتی ہے۔ اس لئے یہ واقعی معجزہ سے کم نہیں کہ کنفیوشس کا فلسفہ جو کسی قسم کی بخشش یا انعام کا وعدہ نہ اس دنیا میں کرتا ہے نہ آخرت میں اس درجہ کامیاب ہوا۔ اس کے مذہب میں اور مذاہب کی طرح سزا و جزا کا خوف یا ترغیب نہیں۔ بدھ مت بھی گو خدا کے وجود سے منکر ہے لیکن اس چیر سے خالی نہیں۔ کیونکہ وہاں بھی تزکیہ قلب کے لئے ”نروان“ کی ترغیب ہے اور ان لوگوں کے لئے جن کا دل پاک نہیں ہے بے شمار جؤفون کی سختیاں مقدر ہیں۔

یہ اخلاقیات کے اصول سب کے لئے تھے، لیکن خاندانی تنظیم ہی میں کنفیوشس نے وہ قدرتی طاقت بھی دیکھی جو نیک پیدا کرنے اور نیک کو عام کرنے کے لئے اکسیر ثابت ہو سکتی ہے۔ یعنی انسان کی نقل اور پیروی کرنے کی صلاحیت اور عادت۔ گویا اگر خاندان کا سرپرست خود نیک کی مثال ہو تو اس خاندان میں سب اشخاص عادات نیک ہو جائیں گے۔ یہی مناسبت شاہنشاہ اور رعایا کی بھی ہے چنانچہ کنفیوشس نے صاف طور پر اعلان کر دیا کہ اگر شاہنشاہ خود اپنی ذات سے صحیح العمل ہو گا تو رعایا بغیر کلمے اپنا فرض بجالائے گی۔ ورنہ یوں کوئی حکم یا سختی بیکار ثابت ہوگی۔ اس کا قول ہے کہ ”بادشاہ کی حالت ہوا جیسی ہے اور رعایا گھاس کی مانند ہے۔ کیونکہ یہ گھاس کی فطرت میں ہے کہ ہوا کے لٹخ کے موافق جھک جائے“

اس فلسفے کی کمزوری ظاہر ہے۔ ہر بادشاہ تو کنفیوشس ہو نہیں سکتا۔ اور جب تک بادشاہ کے انتخاب کا کوئی ایسا قابل عمل طریقہ معلوم نہ ہو سکے جو محض ذاتی خوبیوں پر مبنی ہو یہ تقریباً ناممکن ہے کہ ہر دفعہ بادشاہ ایسا ہو جو رعایا کے لئے مثال ثابت ہو۔ تعلیم و تربیت بھی ہمیشہ کارگر نہیں ہوتی۔ خود کنفیوشس کا قول ہے کہ ”گلی ہو گئی لکڑی پر مثبت کاری نہیں ہو سکتی“ فلسفہ تعلقات میں جو چیز ہر پھر کر کھٹکتی ہے وہ اس کی ظاہر اور غیر ضروری چیزوں پر اتنا زور دینا ہے۔ اس میں کوئی چیز جذباتی نہیں کوئی عادت یا عقلاً اس پر عمل کرے تو کرے لیکن اس کے لئے دل میں ہلک اٹھنا معلوم۔ پھر اس کا انسانی فطرت کے متعلق نظریہ بھی ٹھیک نہیں معلوم ہوتا یہ کہنا کہ انفرادیت یا انانیت غیر فطری ہے صحیح نہیں۔ سب سے پہلا اور سب سے فوری جذبہ یہی ہے اخلاقیات میں گو کنفیوشس کا تخیل بہت بلند ہے لیکن یہ تعلیم چند علمی دماغوں کے بے دلچسپی کا باعث بن سکے تو بن سکے ورنہ عوام کے لئے تو اس میں بجائے نفع کے نقصان زیادہ ہے۔ اس کی موجودگی میں جرائم اور معاصی میں بیسی ہونی لازمی ہے۔ سزا و جزا کا تخیل کنفیوشس باغائب کے لئے بے نتیجہ ہو تو ہو لیکن ۹۹۹۹ فی صدی کے لئے تو اشد ضروری ہے۔

کنفیوشس ہر طرح طرح کے الزام لگائے گئے ہیں اور عجیب عجیب اعتراض کئے گئے ہیں۔ لیکن یہ سب عیسائی پادریوں کی ستم ظریفیاں ہیں

(۱) غالب کہتا ہے کہ: طاعت میں تار ہے نہ بے و انگلیں کی لاگ
دوزخ میں ڈال دے کوئی نیکر بہشت کو

پادری جینگلز تو اس حرکت میں سب سے ہی برٹھ گیا ہے۔ کنفیوشس کو مغرور، خود سر، خود غرض اور سرد اور بد مزاج بنا با گیا ہے۔ حالانکہ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ایسا آدمی تین ہزار جانثار اور مصیبتوں میں ساتھ دینے والے شاگرد کیسے جمع کر لیتا۔

قبل اس کے کہ ہم اس کے اقوال بحیثیت مشنرے از فر دارے نذر ناظر بن کر پس مسٹر گلنز کی ایک آخری رائے بھی پیش نظر کئے دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ”گو اس پر الزام تو بالکل متضاد چیز کا لگایا جاتا ہے لیکن ہلیت میں کنفیوشس خیال پرست تھا“ یہ حیرت انگیز بات ہے کہ وہ بالکل غیر ممکن باتوں کے حصول کے لئے بلا امید نتیجہ جان و دل سے لگا رہتا تھا۔ ایک چینی ہی کا قول اس کی زندگی کا خوب نقشہ کھینچتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ”کنفیوشس وہ چیز حاصل کرنے میں لگا رہتا ہے جس کو وہ جانتا ہے کہ ناقابل حصول ہے۔“ بلاشبہ اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں کسی آدمی نے کبھی اپنے ہم جنسوں کی بھلائی کے لئے اس قدر کم کامیابی کی امید کے باوجود اس قدر استقلال سے اتنی محنت نہیں کی۔ یہ کہنا بھی غلط ہوگا کہ کنفیوشس کا مشن ناکامیاب رہا۔ جس قابل تقلید مثال کی اس کو چین کے رئیسوں میں تلاش تھی بالآخر وہ مثال وہ خود ہی ثابت ہوا۔ اور اپنے

(۱) فلسفہ جدید کی اصطلاح۔ خیال پرست Idealist حقیقت پرست Realist

(۲) غالب کہتا ہے کہ بلتا ترا اگر نہیں آسان تو سہل ہے

دشوار تو بھی ہے کہ دشوار بھی نہیں

اب دیکھئے کہ کنفیوشس کا اپنے نظریہ پر یقین کس پایہ کا ہے۔

مومنوں کے دلوں میں ہمیشہ کے لئے گھر بنالیا۔ نتائج کے لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو اس کے مرنے کے بعد جو بے انتہا اثر اس کی تعلیمات کا چینی مخلوق پر ہوا اس کے اعتبار سے اس کو دنیا کے کامیاب ترین آدمیوں میں گنا جاسکتا ہے۔ ہمہ گیر اثر کے نقطہ نظر سے وہ بدھا۔ ابن مریم اور رسول عربی کی صف میں جگہ پانے کا مستحق ہے اور یہ صف ایسی ہے کہ ان چار کے سوا اور کسی کی اس میں گنجائش نہیں!

کنفیوشس کی تصانیف کی اہمیت بتائی جا چکی ہے۔ یہ چینی کلاسی تعداد میں نو ہیں۔ اور سب کنفیوشس کی تعلیمات کی حامل ہیں۔ لیکن صلیت میں ان میں سے صرف پانچ ایسی ہیں جو کنفیوشس نے خود تصنیف یا تالیف کیں۔ اور ان کو کنگ کہتے ہیں۔ بقایا چار اس کے انتقال کے بعد اس کے فاضل شاگردوں نے لکھیں۔ یہ یا کنفیوشس کی کتابوں کی شرحیں ہیں، یا اس کے اقوال ہیں، اور یا اس کے شاگردوں کے اقوال۔ ان کو ٹو کہا جاتا ہے۔

پانچ کنگ یہ ہیں۔

۱۔ شو کنگ۔ یعنی صحیفہ چین جس میں یاؤ (جو حضرت نوح کا معصوق) سے لے کر ۶۱۹ ق م تک کے جستہ جستہ حالات ہیں۔ مسٹر ولز ولیم کے بقول "اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کی چینیوں کو تھوڑی بہت بھی قدر ہے۔ اس میں ان کی سیاسیات کے اصول، تاریخ، مذہبی رسوم، اصول جنگ، موسیقی، نجوم غرضیکہ سب کچھ جمع ہے"۔ اسی کتاب کا ترجمہ اس وقت نذر ناظر بن کیا گیا ہے۔

۲۔ شی کنگ یعنی صحیفہ منظوم۔ یہ ان قطعوں اور نظموں کا مجموعہ ہے

جورئیسوں کے شاعر مقررہ موقعوں پر شاہنشاہ کے ہاں ہدیہ بھیجتے تھے ان میں زیادہ تر تاریخی نظمیں اور دیہانی گیت ہیں۔ کل ۳۱۱ نظمیں ہیں۔ ان میں ۱۱ خاندان شانک (۵۰۰ اق م) ہیں اور بقایا ۲۰۰ خاندان چو کے زمانے کی۔

۲۔ نی رنگ یعنی صحیفہ تغیرات۔ یہ کتاب پہلے ۱۱۵۰ ق م میں دودانگ نے قید میں لکھی تھی کنفیوشس نے اس کی مفصل شرح لکھ کر شائع کی۔ یہ رمل وجہز کے علم پر ہے۔ اور ۶۴۷ مسدس نقوش کی تشریح ہے۔

۴۔ لی کی یعنی صحیفہ آداب و رسومات۔ یہ گویا کامل انسان کا مکمل نصاب ہے۔ اس میں تمام رسوم بالتفصیل لکھ دی گئی ہیں۔ مسٹر کیری کا خیال ہے کہ یہ کتاب جنیوں کا بہترین اور مفصل ترین مرقع ہے۔

۵۔ چن سن۔ یعنی صحیفہ بہار و خزاں۔ اوپر کی کتابیں تصنیف نہیں بلکہ تالیفیں تھیں گو کنفیوشس کا ان میں بڑا ہاتھ تھا۔ لیکن یہ کتاب تو ہاتھ اس کی ہی تصنیف ہے۔ یہ ریاست لو کی تقریباً ڈھائی سو سال کی تاریخ ہر من سہی اس نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ ”دنیا میں ایتری پھیلی ہوئی تھی بچائی اور حقیقت کی کوئی توقیر نہ رہی تھی۔ کنفیوشس خدا سے ڈرا اور اس نے یہ کتاب لکھ دی تاکہ ہدایت ہو۔“ لیکن یہ ماننا پڑیگا کہ یہ کتاب بالکل بھی امید کے موافق نہیں ہے۔ اس میں کوئی بھی بات ہدایت کی نہیں ہے۔ وہ تو محض اس وقت کا روزنامہ ہے۔ بڑی سے بڑی بات بھی اسی بے تعلقی کے ساتھ لکھی گئی ہے جیسے کوئی ابھی سے اچھی بات۔ نہ ایک کو برا کہا ہے نہ دوسری کی تعریف۔ نہ اس کا نقصان دکھایا نہ اس کا نفع۔ ڈاکٹر یانگ وغیرہ کا خیال ہے کہ ”یہ کتاب بالکل ایسی نہیں کہ کسی اعلیٰ تعریف کی مستحق ہے“

نہ زبان نہ ادا۔ نہ سبق نہ نتیجہ نہ تفصیل نہ فلسفہ۔“

چار مثنویوں کا ذیل ہیں۔

۱۔ لُنْ یُوْ یعنی کتاب اقوال۔ اس میں کنفیوشس کے وہ تمام اقوال ہیں جو اس کے شاگردوں نے وقتاً فوقتاً سنے اور جمع کر لئے۔

۲۔ طائی ہیوان یعنی کتاب علم اعظم۔ اس میں تفصیل کے ساتھ بتایا ہے کہ کس طرح انسان پہلے ولی اور پھر بادشاہ بن سکتا ہے۔ یہ کنفیوشی اخلاقیات کی کتاب ہے۔

۳۔ چنگ یینگ یعنی کتاب اصول اوسط۔ اس کو کنفیوشس کے پوتے کنگ کی نے تالیف کیا۔ جو اپنے دادا کی تعلیم کے ماہرین میں سے تھا۔

۴۔ من سی اس یعنی کتاب من سی اس میں دس ولی الٹہ اور کنفیوشس کے خلیفہ صادق کے اقوال ہیں۔

اب ہم کنفیوشس کے اقوال میں سے چند نذرِ ناظر بن کرتے ہیں تاکہ جنابِ خود اس کا اندازہ لگا سکیں۔

اقوالِ کنفیوشس

سختی ظلم اور سزا کے دباؤ سے جن لوگوں پر حکومت کی جاتی ہے وہ گوتانونی طور پر جرائم سے باز آجائیں لیکن ان کے اخلاق بالکل بریاد ہو جاتے ہیں۔ لیکن نیک حکومت اور اپنے ضمیر اور اختیار کی مانتی میں رعایا نہ صرف جرائم سے بچی رہتی ہے بلکہ گناہ سے بھی محفوظ رہتی ہے۔ اگر کسی ملک میں ایک صدی تک مسلسل اچھے حکمران ہوتے رہیں تو گناہ و جرائم کا

وجود ہی نہ رہے اور سزا ئے موت آپ اپنی موت مر جائے۔
 حکومت وہ اچھی جہاں کی اپنی رعایا خوش ہو۔ اور غیر اس کے ماتحت
 آکر رہنا چاہیں۔

”کامل انسان“ وہ ہے جس کو اپنی گنہگارمی سے غلش اور پریشانی نہیں
 ہوتی۔

”کامل انسان“ کا فعل اس کے قول سے پہلے وقوع میں آتا ہے اور اس کا
 قول فعل کے مطابق ہوتا ہے۔

نیکی اور سچائی کو جانتا اچھا ہے۔ لیکن اس کو پسند کرنا اس سے بھی اچھا
 اور اس پر عمل کرنا سب سے اچھا۔

دلی وہ ہے جو حسن ظن رکھتا ہے اور دھوکا اور جھل کا خیال دوسروں کی
 طرف سے نہیں رکھتا لیکن یہ برائیاں ظاہر ہو جائیں تو ان کو فوراً ہی پہچان جانے
 میں دھوکا نہیں کھاتا (۱)

دوسروں کے لئے وہ نہ کرو جو تم نہیں چاہتے کہ دوسرے تمہارے لئے
 کریں (۲)

”مجھ کو اس کا رنج نہیں کہ لوگ مجھے نہیں جانتے۔ مجھے تو یہ رنج ہے کہ میں
 لوگوں کو نہیں جانتا“

(۱) حضرت عمر کا قول :- لیلۃ المؤمنین من حجۃ واحد متین (نہیں کاٹا جاتا ہے مومن

ایک سو رانج سے دو مرتبہ)

(۲) حدیث شریف ہے :- اِجِبِ النَّاسَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ (دوسروں کے ساتھ تم دینا
 ہی برتاؤ کرو جیسا تم اپنے لئے پسند کرتے ہو)

نیکی پیدا نہ کر سکتا۔ اپنے علم کا جائزہ نہ لے سکتا۔ رستہ دیکھ لینے کے بعد بھی اس پر نہ چل سکتا (مطلب ہے کہ قدمائی پیر دی نہ کر سکتا) اور اپنی غلطیوں کی اصلاح نہ کر سکتا۔ یہ ہیں میرے رنج کے باعث۔

میں اس کو کچھ نہیں سکھا سکتا جو سیکھنے کا مشتاق نہ ہو۔ اگر ایک حصہ پڑھائی کے بعد طالب علم تین حصہ خود ہی نہ آگے نکال لے تو میں سبق کو نہیں دہراتا۔ میرا علم من اللہ نہیں ہے۔ میں تو قدما اور قدامت کے پرستاروں میں سے ہوں اور ان کا ہی سچے دل سے مطالعہ کرتا ہوں۔

اگر میں دو قسم کے دو آدمیوں کے ساتھ ہوتا ہوں تو دونوں سے کچھ حاصل کرتا ہوں۔ ایک کی اچھائی کو سیکھ کر دوسروں تک پہنچاتا ہوں اور دوسرے کی برائی سے سبق لیتا ہوں اور اپنی اصلاح کرتا ہوں۔

علم من اللہ اور کامل نیکی میرے حصے میں نہیں آئی۔ میں تو خود ہی جو چیز صحیح سمجھتا ہوں اس میں پھر کسر نہیں چھوڑتا نہ دوسروں کو بتاتے میں ٹھکتا ہوں۔

تصور اور دھیان گیان کرنے کی خاطر میں دنوں کچھ نہ کھاتا تھا اور راتوں مطلق نہ سوتا تھا۔ لیکن اس طرح میں نے کوئی چیز حاصل نہ کی۔ محنت اور مطالعہ ان چیزوں سے بہت بہتر ثابت ہوا۔

مادر اور الطبیعات اور روحانیات میں انہماک سخت ترین نقصان دہ ہے۔

صحیح علم کیا ہے ؟

اگر علم ہے تو یہ جاننا کہ ہمیں یہ علم ہے۔

اور اگر علم نہیں تو یہ ماننا کہ ہمیں یہ علم نہیں۔^(۱)

(۱) صفحہ ۱۰۸ پر

تکلیف شدہ معاملات پر بحث کرنا۔ ناقابل علاج کا شکوہ کرنا اور گزشتہ چیزوں پر نکتہ چینی کرنا حماقت ہے :-
ایسا انسان ملنا مشکل ہے جو نفس پر قابو پانے میں زیادتی کا مرتکب ہوا ہو :- (یعنی خواہ کتنا ہی قابو ہو وہ ضرورت سے زیادہ کبھی نہیں ہوتا، بھلائی کبھی اکیلی نہیں رہتی۔ اس کے گرد جلد ہی ہمسایہ آ رہتے ہیں (یعنی بھلائی بھلائی کو کھینچتی ہے)۔
اسراف سے رعوت پیدا ہوتی ہے اور خست سے ہلکا بن۔ لیکن یہ رعوت سے بھر بہتر ہے۔
اگر مناسبت سے اور حد کے اندر نہ ہو تو خاطر مدارات تکلیف دہ ہو جاتی ہے۔
مال اندیشی بزدلی میں بدل جاتی ہے۔ جو امر دی سختی اور ظلم بن جاتی ہے اور صاف گوئی بد تیزی اور گستاخی۔
جو بجائے غیروں کے خود اپنی ذات پر امید لگاتا ہے وہ نفرت سے محفوظ رہتا ہے۔
جہاں تعلیم ہے وہاں ذات پات کی تفریق ممکن نہیں۔
اعلیٰ ترین انسان وہ ہے جس کا علم من اللہ ہو۔ پھر وہ جس کا علم اکتسابی ہو

(صفحہ ۱۰۴ کا بقیہ (۱۱) قطعاً)

آن کس کہ بداند و بداند کہ بداند	آن کس کہ بداند و بداند کہ بداند
آن کس کہ بداند و بداند کہ نداند	آن کس کہ بداند و بداند کہ نداند
آن کس کہ نداند و بداند کہ بداند	آن کس کہ نداند و بداند کہ بداند

اسپ طرب خود بسیر عرش دو اند
اونیز خرخ خوش بہ منزل برساند
در جہل مرکب ابدالہ ہر ماند

اس کے بعد وہ جو ذہین نہیں لیکن سیکھنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ سب سے گیا گذرا ہے جو نہ ذہین ہے نہ سیکھنے کی کوشش کرے۔ انسان کی فطرت ایک ہے۔ اس کی عادتیں اس کو ایک دوسرے سے الگ اور مخالف بنا کر دیتی ہیں۔

لڑکیوں اور نوکروں کے ساتھ صحیح برتاؤ کرنا سب سے مشکل ہے اگر اگراں کے ساتھ بے تکلفی برتی جائے تو وہ بدتمیزی پر اتر آتے ہیں اور اگر ان سے الگ تھلگ اور کھچا ہوا رہا جائے تو وہ برا مانتے ہیں۔

(۱) حدیث شریف ہے: يَا بَنِي مَرْثَدَةَ اِنَّكَ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ الْاَمِيَّةِ وَلَكِنْ الْاَبَوَاءُ يَهُودِيْنَهُ دَنِيْصَرِيْنَهُ دَجَجَانَهُ -

(کوئی بچہ نہیں پیدا ہوتا ہے مگر پیدا ہوتا ہے فطرت کے طریقہ پر۔ بعد کو اس کے ماں باپ اس کو یہودی و نصرائی و مجوسی بناتے ہیں۔)

ضمیمہ ب

چین

ملک چین بڑا عظیم ایشیا کی مشرقی حد پر تقریباً وسط میں واقع ہے۔ گو اس کا رقبہ اکثر بدلتا رہا ہے لیکن عام طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ۱۸۶۳ درجہ و ۵۳۲۵ درجہ شمالی عرض بلد اور ۸۰ درجہ سے ۱۲۰ درجے مشرقی طول بلد کے درمیان واقع ہے۔ لفظ چین سب سے پہلے شاہنشاہ چے ہوانگ ملی نے ۲۲۱ ق م میں سامے ملک کے لئے استعمال کیا۔ یوں تو منوسمرتی اور ہابھارت میں بھی چین لوگوں کا ذکر ہے لیکن اغلباً وہ بہاڑی قبائل کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اصل چین کی طرف اشارہ نہیں۔ ۱۱ ویں صدی عیسوی تک یورپ والوں کو چین کی تحقیق نہ تھی۔ مارکوپولو وغیرہ سیاح کی حکایتوں سے وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ مشرق میں ایک بڑا ملک ہے جس کو عام طور پر ”کے تھے“ کہا جاتا تھا۔ یہ لفظ اصل میں ”کٹائی“ یا ”کیا خطا“ سے جو وسط ایشیا کا صوبہ اور شہر ہے بگاڑ کر بنایا گیا تھا۔ روسی اب تک چین کو ”خطائی“ کہتے ہیں۔ مسلمان سیاحوں اور جغرافیہ دانوں نے شروع ہی سے اس کو چین (اور چونکہ عربی میں ج نہیں اس لئے سین یا صین) کہا۔ بلکہ اصلیت یہ ہے کہ شاہنشاہ چے ہوانگ ملی نے اس کا نام سین ہی اپنے خاندان سن کے نام پر رکھا تھا۔ یہ بات کہ عرب والے اس ملک کو سین کے ہی لفظ سے جانتے تھے، حدیث رسول عربی سے بھی ظاہر ہے جس میں ارشاد ہوتا ہے کہ ”اطلبوا العلم ولو کان بالعین“ مغربی سیاحین کی کتابوں

سے یورپ والوں اور خصوصاً پولی نے بھی اپنے جغرافیہ میں چین کا ذکر بڑھا دیا۔ اب یورپ میں یہ مغالطہ بڑا کہ ”کے تھے“ اور چین ”دو والگ الگ ہیں یا ایک ہی اور یہ مغالطہ ۱۶۰۵ء تک رہا جبکہ ایک پادری بینڈکٹ گوئیس (۱)

(۱)۔ بینڈکٹ گوئیس کا سفر نامہ تام و کمال ”جہانگیر اور عیسائی پادری“ *Journal of a Jesuit* *in the East* *by P. H. Pagnier* میں دیا ہے۔ جو زیادہ تر خود گوئیس کے خطوط کا ہی ترجمہ ہے اور بقایا اس کی ڈائری سے لیا گیا ہے۔ گوئیس ایک پرتگیزی سپاہی تھا جو بعد میں ۲۳ برس کی عمر میں پادری ہو گیا اور ”گوآ“ میں چار سال پادریوں کے پاس بڑھا۔ پھر اکبر کے زمانے کے تیسرے مشن میں ۱۵۹۵ء میں پادری زیورچی سرکردگی میں لاہور پہنچا اور یہاں پرتگیزیوں کے اسکول میں بڑھانے پر نوکر ہو گیا ۹۸ء میں اکبر کے لاہور سے آگرہ آئے وقت ایک مہم مسلمان اور نہایت خوش حال تاجر دربار میں آیا۔ اور شاہزادہ سلیم کے روبرو پیش ہوا۔ اس وقت پادری زیورچی دربار میں موجود تھا۔ تاجر سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ ملک خطائی سے آیا ہے جہاں وہ کمبلک میں ۱۳ سال رہا اس نے اس ملک کی بے حد تعریف کی۔ شاہزادے نے اس ملک کے مذہب کے متعلق دریافت کیا تو تاجر نے کہا کہ وہاں مسلمان، لاندہب اور نصرانی سب ہی ہیں۔ اس پر پادری کے کان کھرمے ہوئے اور اس نے کھود کھود کر وہاں کے عیسائیوں کے حالات دریافت کئے۔ یوں بھی یورپ میں ”کے تھے“ اور چین میں مغالطہ سا تھا اس لئے لکھ پڑھ کر پادریوں نے یہ فیصلہ کیا کہ کسی ایک کو بذات خود جا کر دریافت کرنا چاہئے کہ یہ دو ملک ہیں یا ایک ہے اور یہ کہ وہاں عیسائی کی کیا حالت ہے۔ اس کام کے لئے گوئیس کو تجویز کیا گیا۔ گوئیس ۲۹ اکتوبر ۱۵۸۲ء کو آگرہ سے چلا۔ جانے سے پہلے پادریوں نے بادشاہ اکبر کے حضور میں اپنا مشا

ہندوستان سے اسی غرض سے چین بھیجا گیا کہ اصلیت معلوم ہو۔ حالانکہ اس سے صدیوں پیشتر مسلمانوں کے تعلقات چین سے تجارتی اور معاشرتی بہت اچھی طرح قائم تھے اور مسلمانوں نے چین پر مفصل کتابیں لکھی ہیں۔ خصوصاً تبریز کے مشہور وزیر اور مونیج رشید الدین نے چین کا حال نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔

صفحہ ۱۱۱ کا بقیہ۔ ظاہر کیا تو بادشاہ نے فرمایا "رحمت خدا" پادریوں نے کہا کہ بے حضور کی مدد کے کچھ ممکن نہیں۔ اس پر شاہنشاہ اکبر نے ایک ہزار اشرفیاں دیں اور کابل تک اپنے سفیر کے ہمراہ بھیجنے کا وعدہ کیا۔ وہاں سے آگے بھی کاشغر و بارقند کے قان سے اپنے اثر سے راہداری دلوادی۔ یوں کاشغر کے خان شاہرخ کے تین بیٹوں کو گویس لاہور میں پڑھا بھی چکا تھا۔ لاہور سے اس نے اپنا نام بندہ عبداللہ رکھ لیا اس کا ارادہ مسلمانوں کے بھیس میں سفر کرنے کا تھا لیکن یہ جلد ہی کھل گیا۔ اور وہ عیسائی کی حیثیت سے ہی سفر کرتا رہا۔ اس کی منزلیں یہ تھیں۔

لاہور۔ اٹک۔ پشاور۔ بساؤل۔ جگد لاگ۔ کابل۔ چاری کار۔ پروان۔ آہن گران۔ تالیقند۔ تاشقند۔ سارک۔ یا کا آرک۔ یارقند۔ دبارقند سے ختن اور پھر واپس بارقند۔ آکسو۔ کچار۔ کراشہر۔ ترقان۔ یوچن۔ ہامی۔ چیا یو کوان اور پھر دیوار چین کے اندر سوچو۔ سوچو جس آخر دسمبر ۱۵۸۳ء کو پہنچا اور وہاں اٹھارہ ماہ قیام کیا اور وہیں انتقال ہو گیا۔ راستہ نامتر مسلمان ملکوں اور حکومتوں میں سے ہو کر گذرتا تھا اور ہر جگہ اس کو مکمل آزادی ملی اور اس کا عیسائی ہونا معلوم ہونے کے باوجود وہ ہر جگہ درباروں اور دعوتوں میں مدعو ہوتا رہا۔ ہر جگہ مسلمانوں نے اس کو اپنے عزیزوں سے زیادہ مدد دی اور اکبر مسلمان کی ہی وجہ سے اس سفر کا امکان بھی ہوا۔ لیکن تعصب کا بھلا ہو کہ سفر نامے میں مسلمانوں کو ان کے مذہب کو اور ان کے رسول کو گالیوں سے یاد کیا ہے۔

(۱۳۱۸ء) سفر نامہ ابن بطوطہ میں بھی مفصل حال ہے۔

چین میں اگر منچو یا بھی شامل سمجھا جائے تو اس کا رقبہ تقریباً اتنا ہی ہے جتنا ہندوستان کا، اور آبادی کچھ زیادہ چین کی آبادی ۴۰ کروڑ سے بھی زیادہ ہے۔ پروفیسر گالز کہتا ہے کہ اگر چینی ایک قطار میں کسی جگہ سے گزرنے شروع ہوں تو یہ دلچسپ جلوس تا قیامت ختم نہ ہو کیونکہ اس سے قبل کہ موجود پشت کا آخری آدمی مقام مقررہ سے گزرنے لے ہو دہرایا ہو کر بڑی ہو چکی ہوگی اور وہ گزرنے شروع ہو جائے گی۔ علیٰ ہذا القیاس!

منچو یا کو چھوڑ کر تین دریاؤں کے دو آبوں پر سارا ملک مشتمل ہے۔ یعنی دریائے ہوانگ ہو یا دریائے زرد۔ دریائے یانگ سی کیانگ اور دریائے سی کیانگ جو سطح مرتفع تنبت کے مشرقی حصے سے نکلنے ہیں اور تقریباً متوازی متوازی بہہ کر بحر الکاہل میں جا گرتے ہیں شمال میں ہوانگ ہو ہے اور جنوب میں سی کیانگ اور یانگ سی کیانگ دونوں کے وسط میں ہے ہوانگ ہو اور یانگ سی کیانگ کے درمیان سن لنگ کے پہاڑ ہیں۔ کوہ سن لنگ کے شمال میں نہایت مہین ذرات کی چکنی زرد مٹی ہے جس کو لوئیس کہتے ہیں۔ یہ مٹی صدیوں میں صحرائے گوبی کے ان مہین مہین ذرات سے بنی ہے جو ہوا سے

۱۱۔ یورپ کے ساتھ موازنہ کرنے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ چین کا رقبہ کل یورپ کے رقبہ کے برابر ہے اور آبادی کل یورپ کی آبادی سے زیادہ چین کا رقبہ ۴۶،۰۰۰ مربع میل ہے آبادی ہر جگہ یکساں نہیں ہے بلکہ اس میں بے حد اختلافات ہیں بعض جگہ ایک ہزار نفوس فی مربع میل کا واسطہ ہے اور بعض جگہ ایک نفوس فی مربع میل بھی نہیں کل آبادی کا صرف ۶ فیصدی حصہ ایسے شہروں میں آباد ہے جن کی آبادی پچاس ہزار یا اس سے زیادہ ہے۔

اڑا کر آتے رہے اور جھتے رہے۔ اس مٹی کی زرخیزی کی وجہ یہ ہے کہ گھاس کی پیداوار پر یہ ذرات آ کر جھتے رہے اور اس کو تہہ بہ تہہ جھاتے رہے اور اب مٹی اور نباتاتی اجزاء سے مل کر یہ زرد زرخیز مٹی پیدا ہو گئی۔ اسی مٹی کی وجہ سے دریائے ہوانگ ہو کا پانی زرد دکھائی دیتا ہے اور اس کو دریائے زرد کا نام دیا گیا ہے۔ اس زرد سطح مرتفع کے مشرق میں دریائے ہوانگ ہو کے مسلسل اور صدیوں کے عمل سے وہ زرخیز میدان بن گیا ہے جو میدان عظیم کہلاتا ہے۔ اس میدان میں دریائے ہوانگ ہو بہاڑوں سے لائی ہوئی مٹی ہمیشہ پھیلاتا رہتا ہے۔ دریا کا پاٹ مصنوعی کناروں اور بندوں سے مھسور اور جب کبھی یہ بند ٹوٹ جاتے ہیں تو قیامت خیز طغیانیاں آتی ہیں۔ یہ دریا شہر کا کی جنگ فو کے مقام پر میدان چین میں داخل ہوتا ہے اور یہاں سے سمندر تک اس کا رخ اکثر تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ گزشتہ ڈھائی ہزار سال میں ۹ دفعہ یہ اپنا رستہ بالکل بدل چکا ہے۔ آخری بار ۱۸۵۷ء میں دریا کا شمالی کنارہ ٹوٹ گیا اور یہ بارہ میل چوڑی پانی کی چادر کی شکل میں بہہ کر شمال میں دریائے طاسنگ میں جا گرا۔ اور پہلے پاٹ اور اب نئے رستہ کے درمیانی رقبہ کو ہمیشہ کے لئے دل دل بنا دیا۔

دریائے ینگ سی کیا نک بمقام آ کی جنگ میدان میں داخل ہوتا ہے وہاں سے چھ سو میل پہلے اس میں دریائے ہان ملتا ہے اس جگہ تک یہ جہاز رانی کے قابل ہے اور سمندر جانے والے بڑے جہاز بھی اس میں آ سکتے ہیں۔ اس کے کنارے بہت سے مشہور شہر آباد ہیں کیونکہ اس کی دادی دنیا کے زرخیز ترین زمینوں میں شمار کی جاتی ہے۔ اس دادی کو دوان کہتے ہیں۔

جنوبی سطح مرتفع میں سے دریائے سی کیا نک بہتا ہے اور جنوب مغربی

میدان بنانا ہے یہ میدان شمالی میدان سے علیحدہ ہو گیا ہے اور آمد و رفت کی کمی کی وجہ سے یہاں کی طرز معاشرت بہت کچھ مختلف ہے۔ یہ حصہ بہت زیادہ آباد ہے اور دوسری جگہ جو اس قدر بے ہوئے چینی ملتے ہیں (مثلاً ہندو چینی میں چار لاکھ، ملایا میں پانچ لاکھ اور جاوا میں پانچ لاکھ) وہ سب اسی خطے سے آئے ہوئے ہیں۔

چین کا بہت زیادہ حصہ زراعتی ہے۔ ۸۰ فی صدی کی روزی کا دار و مدار زراعت پر ہے اور چین کی برآمد کا تین چوتھائی حصہ زراعتی اشیاء پر مشتمل ہے۔ چین میں چاول گہوں اور جوار ہوتا ہے۔ دنیا بھر کی چاول کی پیداوار کا ۶۰ فیصد چین میں ہوتا ہے۔ ۵۰ فی صدی چار ۲۵ فی صدی ریشم اور ۱۰ فی صدی روئی یہاں پیدا ہوتی ہے اور زیادہ تر جنوب جنوب مغرب اور مغرب سے حاصل ہوتی ہے اس کے علاوہ سویا، سٹر اور ٹنگ کاتیل جو وارنش کے کام آتا ہے وہ تو مولائے چین کے کہیں اور ہوتا ہی نہیں اور بہت بڑی مقدار میں یہ دونوں چیزیں باہر جاتی ہیں۔

معدنیات کے لحاظ سے بھی چین بہت خوش حال ہے۔ کوئلہ جو سب سے

۱۱۔ زراعت کا کاروبار بہت وسیع ہونے کے علاوہ یہاں اس پر توجہ بھی بہت دی جاتی ہے ایک مقررہ ہمایش کے رقبہ پر جس قدر آدمی چین میں مل سکتے ہیں کسی اور ملک کے طریقہ تجارت سے اتنے آدمی ملنے ممکن نہیں۔ زرخیزی برقرار رکھنے کے لئے یہاں دریا کی کچھ بڑی بٹور کھاد استعمال ہوتی ہے۔

۱۲۔ یہاں جزیرہ روم کے ساحلی ممالک کے برخلاف شہنوت کے درخت میں دو بلکہ بعض دفعہ اس سے بھی زیادہ مرتبہ نئے نئے پتے آتے ہیں۔

کی بندرگاہوں سے ہوتی ہے۔ صرف کانٹن بندرگاہ کی تجارت کل جنوبی افریقہ کی تجارت کے برابر ہے۔

ذرائع آمدورفت چین کے ذرائع آمدورفت نہایت محدود ہیں۔ اس کی اس مقابلے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ گورقبہ میں چین ریاستہائے متحدہ امریکہ سے دو تہائی ہے لیکن وہاں کی اگر ۴۴ میل ریل ہے تو چین میں ایک میل اور امریکہ میں اگر ایک ہزار میل پختہ سڑکیں ہیں تو چین میں ایک میل۔ اکثر جگہ سوائے فلی کے اور کوئی صورت انتقالی اسباب کی سہی نہیں۔ یہ ذرائع آمدورفت کی خرابی ہی کی وجہ ہے کہ چین کو امریکہ سے گہوئوں در آمد کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اگرچہ شمال میں زرڈھٹی پر امریکہ کے مقابلے میں گہوئوں ایک تہائی صرفہ سے پیدا کیا جاسکتا ہے لیکن وہاں سے جنوب مغرب میں لانے لانے میں اس قدر خرچ ہو جاتا ہے کہ بحر الکاہل کے پائے سنگھائی میں منگنا سستا ہوتا ہے۔

ریلوں کی تعمیر نامتو غیر ملکیوں کی وجہ سے عمل میں آئی۔ پہلی ریل ۱۸۷۶ء میں بنائی گئی لیکن حکومت نے اس کی مخالفت کی اور اکھڑا پھینکی۔ ۱۸۹۲ء میں پہلی کار آمد ریل بنی۔ اس کے بعد بلجیم نے لیکن سے ہانگو تک، امریکہ نے ہانگو سے کانٹن تک (نامکمل)، روس نے آمووریا میں پکن سے سائیر یاریلو سے مکنا، جرمنی نے سنگ طاؤ سے سیان کو تک، فرانس نے جنوبی ریلوے اور انگریزوں نے تینگ سی کیا تک کی دادی میں ریلیں بنائیں۔ یہ ریلیں انہی غیر اقوام کے ہاتھ میں تھیں لیکن مکے بازوؤں کی بغاوت کے بعد سے ان میں سے زیادہ ریلیں چینی حکومت کے ماتحت ہو گئیں۔

چینی لوگ منگول قوم میں سے ہیں۔ ان کے رنگ زرد۔ بال سیدھے

کلتے کی ہڈی اُبھری ہوئی اور چہرے کی فمائش چپٹی چپٹی ہوتی ہے۔ یہ مشترک خاندان کے اصول پر رہتے ہیں۔ اور زیادہ تر چھوٹے چھوٹے گاؤں میں آباد ہیں۔

چین میں گرمی اور سردی دونوں کی برساتی ہوائیں (مون سون) چلتی ہیں اور بارش کا باعث ہوتی ہیں۔ اپریل اور مئی دونوں مون سون کے درمیان سکون کا زمانہ ہوتا ہے۔ شمال میں تالیہ کی طرح کی کوئی روک نہیں اس لئے برف پوش سائبریا کی سرد ہوائیں شمالی چین کو بے حد سرد بنا دیتی ہیں۔ یوں بھی مون سونی بارش شمال کی نسبت جنوبی اور جنوب مغربی حصے میں زیادہ ہوتی ہیں۔ اس لئے جنوبی حصے میں چاول بکثرت ہوتا ہے شمال کی آب و ہوا اور پھر زروٹی چاول کو اس نہیں دہاں چاول کے بجائے گیہوں بویا جاتا ہے۔ وسطی حصہ ہر چیز کے لئے موزوں ہے۔ اور یہاں ہر چیز بکثرت پیدا ہوتی ہے۔ وادی احمد با سرخ زمین اسی حصہ میں واقع ہے اور دنیا کی زرخیز ترین زمینوں میں شمار ہوتی ہے۔ یہاں سال میں چھ چھ فصلیں لٹی جاتی ہیں۔

درجہ حرارت جنوبی چین میں ۶۰ درجہ اوسط حرارت تقریباً تمام سال رہتا ہے۔ تنگ سہی کے میدان میں تقریباً سات ماہ اور شمالی میں پانچ ماہ۔

نباتات چین کے تمام جنگلات تقریباً برباد ہو چکے ہیں، اور یہ خلاف امید نہیں کیونکہ جہاں کی تہذیب پانچ ہزار برس پرانی اور مسلسل ہو وہاں جنگلات کی موجودگی قابل تعجب ہے نہ کہ ان کا فقدان جنگلات کے نہ ہونے سے جس قدر نقصان چین کو ہوا اور ہوتا رہے گا اس کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔ گزشتہ صدی کے آخری عشرہ میں جو ہوانگ ہو میں طغیانی

آئی تھی اس میں دس لاکھ سے زائد انسانوں کی جانیں ضائع ہوئیں۔ اس سے ان لوگوں کی تعداد کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جو بے گھر بے در ہو گئے۔ پھر یہ طغیانی کچھ خلاف معمول نہیں بلکہ اکثر اور بیشتر آتی رہتی ہے۔ ماہرین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس کی وجہ پہاڑوں پر جنگلات کی بربادی ہے، اور یہ کہ ان طغیانوں کا اس کے علاوہ کوئی علاج نہیں کہ ان پہاڑوں پر جہاں ان تباہ کن دریاؤں کے منبع ہیں اور جہاں سے یہ گزرتے ہیں دوبارہ جنگل لگائے جائیں^(۱)۔

جنگلات کو تباہ ہوئے ہوئے اتنے دن ہو گئے ہیں کہ اب یہ اندازہ لگانا تقریباً ناممکن ہے کہ شروع میں ان کی کیا کیفیت ہوگی۔ آب و ہوا تو ایسی ہے کہ یہاں بہتر سے بہتر جنگل ہونا چاہیئے۔ اب بھی چین میں پھول دار درختوں کی تقریباً نو ہزار قسمیں ہیں ایک یہ اور خصوصیت ہے کہ یہاں شمالی اور جنوبی دونوں گمرہ ارض کی نباتات پائی جاتی ہے۔ پہاڑوں پر چند سخت جان درخت جوائانی دست برد اور شمالی سرد ہواؤں سے بچ گئے باقی ہیں۔ بانس چین میں بطور

(۱) جنگلات اور دریا اور زراعت کے آپس کے تعلق کے لئے رافم کا مضمون ”جنگل سے تو کھیت نہیں تو کوری ریت“ جو خیابان دہلی کے جنوری ۱۹۳۷ء کے نمبر میں شائع ہوا ملاحظہ فرمائے۔

(۲) اس سے مطلب ناٹشی پھولوں سے نہیں ہے بلکہ نباتات کا ایک حصہ جو جس کے دوران حیات میں پھول ضرور پیدا ہوتا ہے۔ ان کو پھولدار درخت کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایسے درخت بھی ہوتے ہیں جن میں پھول کبھی نہیں لگتا۔ مثلاً چیر دیودار وغیرہ انگلستان میں پھولدار درختوں کی کل ۱۶ سو قسمیں پائی جاتی ہیں۔ ہندوستان میں ایسے درختوں کی تعداد تقریباً ۱۵ ہزار ہے۔

کاشت بویا جاتا ہے، خود رو نہیں ملتا۔ جنوب میں جنگلات اس قدر تباہ نہیں کئے گئے جتنا کہ شمال میں، یہاں جنوب میں چھلی پٹی اور سوئی جیسی پتی دونوں قسم کے درختوں کے جنگلات پائے جاتے ہیں۔

حیوانات نباتات کے باافراط ہونے کی وجہ سے جانور بھی کثیر تعداد میں ہیں۔ اور نباتات ہی کی طرح حیوانات میں بھی بہت تنوع ہے۔ ایسے جانور بھی یہاں مل جاتے ہیں جو دنیا میں اور ہر جگہ ختم ہو چکے ہیں۔ مثلاً چالو بلی اور طائرین، ان کے علاوہ مختلف قسم کے کلچ۔ مثال۔ مور اور جنگلی مرغیاں بکثرت ہیں۔ اہلی گیسٹر اور مگر چھ کی قسم ابھی شمالی کرہ ارضی میں یہاں کے علاوہ اور کہیں نہیں۔

تجارت درآمد تجارت کا زیادہ حصہ انگریزوں کے ہاتھ میں ہے اور برآمد زیادہ تر جاپان کے ہاتھ میں۔ ورنہ یوں مغرب کی ہر قوم کم و بیش یہاں تجارت کرتی ہے شگاہی میں بین الاقوامی آبادی قائم ہے۔ حکومت چین نے ۱۹۱۵ء میں مختلف حکومتوں سے تجارتی معاہدے کر رکھے ہیں

۱) برٹس درختوں کی دو قسمیں ان کی پتیوں کی ساخت کی بنا پر بنائی گئی ہیں۔ ایک وہ جن کے پتے ہمیں ہین ہین لمبی لمبی سوئیوں کی طرح ہوتے ہیں، جیسے یہاں ہندوستان میں چیر، دیودار، کیل اور چلغوزے کے درخت۔ ان کو سوئی جیسی پتی والے درخت کہتے ہیں۔ اس کے برخلاف اور درختوں کے پتے ایسے نہیں ہوتے۔ بلکہ کم و بیش پچھلے ہوتے ہیں۔ ان کو چھلی پتی کے درخت کہتے ہیں۔ ۲) طائرین ایک جانور ہے بکری اور ہرن کے بین بین۔ قد میں ان دونوں سے بڑا ہوتا ہے۔

جن کی رو سے ٹیکس وغیرہ کی حد قائم ہے۔ اس کا مفصل حال ”غیر ملکوں کے ساتھ تعلق“ کے ذیل میں آئے گا۔

صنعت جیسا پہلے کہا جا چکا ہے چین اہلیت میں زرعتی ملک ہے صنعت حرفت کا اس قدر جرجر نہیں بڑے بڑے کارخانے بمنزلہ نفی کے ہیں۔ شانگھائی کو چھوڑ کر اور تمام ملک میں مغربی نقطہ نظر سے کوئی جگہ صنعتی نہیں ہے۔ چین کے کارخانے اہلیت برجنیوں کے گاؤں بلکہ ان کے گھر ہیں ہر کاری گرا اپنے گھر کے اندر ہی کام کرتا ہے اور اس طرح گھر بلو صنعت حرفت جاری ہے۔

شانگھائی میں پوری پوری صنعتی فضا ہے ۱۹۲۶ء میں یہاں فیکٹریوں کی کل تعداد ۳۷۷ تھی جس میں ۸۶ چینیوں کی اور ۸ غیر ملکوں کی تھیں چینی فیکٹریوں میں تمام مزدوروں کی تعداد ۱۱۴۳۱۵ تھی اور غیر ملکی کارخانوں میں ایک لاکھ آٹھ سو چار مزدور تھے۔ ۱۹۲۳ء میں ایک کمیشن بیٹھا تھا کہ شانگھائی میں ملکی وغیرہ کی آبادی میں نابالغ مزدوروں کے حالات کی تحقیق کرے اسکی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں نابالغ مزدوروں کی اوسط مزدوری ۱۱ روپیہ سے ۲۰ روپیہ ماہوار تک ہے۔ یہ بھی اس رپورٹ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ مزدوری شانگھائی میں سادہ ترین رہائش کے لئے بھی کافی نہیں۔ عورت کی مزدوری دو آنے سے ساڑھے پانچ آنے روز تک ہے۔ ان مزدوریوں کے علاوہ کسی قسم کا بہمہ یا اور فوائد ان مزدوروں کو حاصل نہیں ہیں عورت مرد بچہ سب کو بارہ سے ساڑھے تیرہ گھنٹے روز کام کرنا پڑتا ہے۔ مزدوروں کے ٹھیکہ دار ملک میں سے دو دو روپیہ ماں باپ کو دے کر بچوں کو لے آتے ہیں، اور یہاں ان سے جا فروشوں کی طرح کام لیا جاتا ہے۔ ۱۲ سال سے کم عمر

کے لڑکے لڑکیاں جو کارخانوں میں ملازم ہیں ان کی تعداد یہ ہے:-

فرانسیسی کارخانوں میں کل مزدوروں کا ۴۷ فی صدی

اطالوی " " " " " " " " ۴۵ " " "

انگریزی " " " " " " " " ۱۷ " " "

امریکن " " " " " " " " ۱۶ " " "

چینی " " " " " " " " ۱۳ " " "

اسی طرح عورتیں بھی ہیں۔ چینی کارخانوں میں بارہ سال سے زائد عمر کے کل مزدور ۴۵۹۶۲ ہیں اور عورتیں اس میں ۵۷ فی صدی ہیں غیر ملکی کارخانوں میں ایسے ہی مزدوروں کی کل تعداد ۸۵۸۶۲ ہے اور ان میں عورتیں ۷۰ فی صدی ہیں۔

مشہور شہر چین: کیلائی خان کا بسایا ہوا ہے۔ جس نے اس کا نام خان ایلخ رکھا تھا جو بعد میں چین ہوا اور اب جمہوریت کے بعد سے چین ہو گیا۔ شمالی سطح مرتفع پر واقع ہے۔ صدیوں چین کا دارالسلطنت رہا۔

نانکن جنوب میں واقع ہے چین کی جمہوریت کا صدر مقام ہے۔ شنگھائی کے قرب کی وجہ سے اس کی اہمیت اور زیادہ ہو گئی ہے۔ شنگھائی: رنگ سی کیانگ کے دہانے پر واقع ہے بہت اہم بندرگاہ ہے۔ شہر کا ایک حصہ بین الاقوامی آبادی کے لئے مخصوص ہے صنعت و حرفت کے لئے مشہور ہے۔

کانٹن: اغلباً سب سے بڑی چینی بندرگاہ ہے۔ دریائے سی کیانگ کے دہانے پر واقع ہے۔ یہی بندرگاہ سب سے پہلے غیروں کے لئے تجارت کے لئے کھلی تھی۔

ہان کو: دریائے ینگ سی کیانگ چین کو شمالی اور جنوبی دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے اور کانٹن سے یکن کو جانے والا راستہ ملک کو مشرقی مغربی حصوں میں بانٹتا ہے۔ ہان کو ان دونوں شاہراہوں کے مقام اتصال پر واقع ہے اسی سے اس کی اہمیت ظاہر ہے۔

چینی زبان: کئی کہتے ہیں یہ دنیا کی قدیم ترین قسم کی زبانیں میں اس میں بکچہ نہیں بلکہ ہر لفظ کے لئے ایک خاص اور علیحدہ نشانی ہے۔ جوڑ توڑ سے نہیں بلکہ اس کل نشانی سے وہ خاص لفظ مراد ہوتا ہے۔ الفاظ بھی سب جدا جدا ہیں اور سب جامد۔ اشتقاق مطلق نہیں۔ یہاں تک کہ افعال بھی جب مختلف زمانوں مثلاً ماضی حال مستقبل میں آتے ہیں تو کسی قاعدے کے لحاظ سے تبدیلی نہیں ہوتی بلکہ تبدیلی ہوتی ہی نہیں۔ وہاں تو ہر نئے زمانے کے لئے ایک نیا لفظ ہے جس کو اسی

(۱۱)۔ MONOSYLLABIC میں نے اس کا مفہوم ایک صوتی سے ادا کیا ہے۔ ایک کرم فرمانے "ذو مقطع واحد" اس کے لئے تجویز کیا۔ لیکن چونکہ میں اس کے معنی نہ سمجھ سکا اس لئے متن میں لکھنے کی جرات نہ ہوئی۔ یہاں حاضر ہے کہ اگر صحاب ذوق جاہل تو اس سے لطف اندوز ہو سکیں۔

عروض میں اس کو سبب خفیف سے ظاہر کیا جاتا ہے لیکن وہ بھی کما حقہ اس مفہوم کو ادا نہیں کر سکتا۔

فعل کے کسی اور زمانے کی شکل سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ تحریر کے لئے کوئی قاعدہ نہیں جو اصوات کو ملا سکے۔ بلکہ ایک مقرر نشان سے ایک معین لفظ سمجھا جاتا ہے۔ ہر لفظ اپنی جگہ الگ ہے اور انفرادی طور پر آنا چاہیئے، اس طریقہ تحریر کی ابتداء کے متعلق مختلف خیال ہیں بعض کہتے ہیں کہ جانوروں اور پرندوں کے پنجوں کے نشانات کو دیکھ کر یہ طرز تحریر وجود میں آئی بعض کا خیال ہے کہ ستاروں کے بھرمٹوں سے یہ خیال پیدا ہوا۔ لیکن قرین نیاں یہ ہے کہ انشائیہ کی شکل نقوش سے ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثلاً شروع میں پہاڑ لکھنا ہوا تو  نقش بنا دیا جاتا ہو گا جس کو اب بھی چینی میں اس طرح لکھتے ہیں  وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے نقوش زبان کی تمام ضرورتوں کے لئے کافی نہیں ہو سکتے۔ اس لئے دو ایک نہایت ابتدائی قسم کے طریقے ایسے بھی ہیں جن سے یہ نقوش آپس میں مل کر نئے معنی دیتے ہیں۔ کل ملا کر یہ نقوش چھ قسم کے ہیں۔

۱۔ تشکیلی نقوش : جیسے ⑤ (لفظ جہم) یعنی سورج۔ اس قسم کے تقریباً ۴۰۰ نقوش ہیں۔

۲۔ تختی نقوش : مثلاً ⑥ (لفظ شانگ) یعنی اوپر اور ⑦ (لفظ ہیا) یعنی نیچے کیونکہ پہلی شکل میں نقش سطر سے اوپر ہے اور دوسری میں سطر سے نیچے۔

۳۔ تختی مخلوط : ان میں دو نقوش کو ملا کر نئے معنی پیدا کئے جاتے ہیں۔ مثلاً ⑧ جس کا تلفظ ہوانگ ہے یعنی شاہنشاہ۔ یہ دو نقوش سے مل کر بنا ہے۔ جن کے علیحدہ علیحدہ معنی "خود" اور "حاکم" کے ہیں۔ یعنی نفس کا حاکم یا شاہنشاہ۔ اس قسم کے تقریباً ۷۰۰ نقوش ہیں۔

۴۔ تضادی نقوش: جیسے سیدھے ہاتھ کو ۱۱ لکھتے ہیں اور اٹے کو ۱۶
یہ تقریباً ۲۷۲ ہیں۔

۵۔ استعاری مثلاً ۱۱ (ملفوظ شی) یعنی تیر۔ اور اسی مناسبت سے
یعنی سیدھا۔ صاف۔ بے ریا۔ موقع کی بات۔ وغیرہ۔ یہ ۱۱ نقوش ہیں
صوتی نقوش :- یہ تقریباً ۲۰ ہزار ہیں۔ انہی سے گویا زبان بنی ہے نظر
ہے کہ ادب و جن الفاظ کا ذکر کیا جا چکا ہے وہ خواہ کسی قدر کیوں نہ ہوں لیکن جامد
ہونے کی صورت میں وہ زبان کی تمام ضرورتوں کے لئے کفایت نہیں کر سکتے۔ اور
نئے خیال کو تحریر کرنے کے لئے کسی اور قاعدے کی ضرورت تھی۔ لیکن یہ پہلے عرض
کیا جا چکا ہے کہ چینی زبان یک صوتی ہے۔ اور کُل اصوات جو چینیوں کے منہ سے
نکل سکتی ہیں وہ تقریباً ۵۰۰ ہیں اور انہی ۵۰۰ آوازوں پر ساری بولی منحصر ہے
اس بنا پر کسی ابجد سے تو کام نکل ہی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ کوئی سی بھی ابجد ان
بانج سوا اصوات کا اظہار کر دیتی اور بس۔ اور یہاں ضرورت ہے بیس ہزار سے
بھی زائد نقوش کی۔ اس لئے یہ طریقہ ابجد کیا گیا کہ دو یا دو سے زائد نقوش ملا کر
لکھے جائیں تاکہ نئے معنی پیدا ہوں۔ گو تلفظ ایک ہی رہے۔ گویا منہ سے بولنے
میں تو کسی ایک ہی نقش کی آواز نکلتی لیکن چونکہ تحریر میں اس ایک نقش کے علاوہ
اور نقوش بھی اس میں شامل ہیں اس لئے اس کے معنی اور سمجھے جائیں (یہ بات کہ
گفتگو میں کیوں کر معنی میں مزہ ہو آگے آئے گی)۔ اس لئے اصواتی نقوش دو قسم
کے ہیں۔ ایک صحیح صوتی۔ جس سے کہ نئے نقش کا تلفظ مقرر ہے رجوعین ہو گا۔ اور
ہمیشہ وہی ہو گا خواہ اس کے ساتھ کوئی سے اور کتے ہی نقوش لکھے جائیں)
اور دوسرے تخصیصی جو تقریباً ۲۱۴ ہیں۔ ان سے گو تلفظ پر کوئی اثر نہیں پڑتا
لیکن معنی انہی سے مختلف ہو جاتے ہیں۔ یہ خود کبھی الگ نہیں آتے بلکہ ہمیشہ

صحیح صوتی نقوش کے ساتھ ایک، یا زیادہ ملکر آتے ہیں۔ تلفظ صحیح صوتی کا رہتا ہے۔ اور معنی تخصیصی کے مناسبت سے لگائے جاتے ہیں گویا ایک ہی صوتی تلفظ کے معنی ان تخصیصی نقوش کی وجہ سے ہزاروں مختلف ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ایک صوتی نقش ہے ~~خ~~ جس کا تلفظ نگو ہے اور اس کے معنی خود "یا" میں ہیں۔ اب اگر یہ ~~خ~~ مختلف تخصیصی نقوش کے ساتھ ملکر آئے تو مخلوط نقش کا تلفظ تو ہر دفعہ صرف نگو ہی رہے گا لیکن پڑھنے والا اس کو نئے نقوش کے ساتھ لکھا دیکھ کر مختلف معنی سمجھے گا۔ مثلاً اگر ~~خ~~ نقش کے ساتھ ہو گا جس کے گو علیحدہ معنی "عورت" کے ہیں تو مخلوط نقش کا تلفظ تو نگو ہی رہے گا لیکن معنی خوبصورت کے ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر ~~خ~~ برند کے نقش کے ساتھ ملے گا تو گو تلفظ نگو ہی رہے گا لیکن اس کے معنی "بطخ" کے ہو جائیں گے۔۔۔ علیٰ ہذا القیاس۔

ظاہر ہے کہ لکھنے میں تو یہ ساری سہولتیں پیدا کر لیں جن سے مختلف معنی پیدا کر لئے تاکہ گو تلفظ ایک ہی رہے لیکن تخصیصی نقوش پڑھنے والے ہی معلوم ہو جائے کہ اس موقع پر اس تلفظ کے کیا معنی لگیں گے۔ لیکن بول چال میں تلفظ کے ایک ہی رہنے سے بڑی دقت پیش آتی چلے۔ تحریر میں نقوش تو زبان میں تقریباً تیس ہزار ہیں اور صوتی تلفظ کل پانچ سو سے زائد نہیں۔ اس سے گفتگو میں مطلب سمجھنے کی دقت ظاہر ہے چینیوں نے اس کو آسان کرنے کی حسب ذیل ترکیبیں کی ہیں۔

(۱) جب کسی صوت کے کوئی خاص معنی سمجھانے ہوں تو اس صوت کے ساتھ مطلوبہ معنی کی مناسبت سے ایک اور صوت بھی ساتھ ہی کہہ دی جاتی ہے مثلاً "سننے" کے لئے چینی میں طنگ آتا ہے لیکن اس صوت کے اور بہت سے معنی بھی ہیں۔ اس لئے جب مقرر یہ چاہے گا کہ اس کے معنی "سننے" کے ہی لئے

جائیں تو وہ کن (بمعنی دیکھنا) کا اضافہ کر کے بولے گا۔ یعنی ٹنگ کن جس کے معنی صرف "سننے" کے ہی لئے جائیں گے۔

(۲) ایسے تلفظ ساتھ لگانے سے جو افعال یا صفت کا یقین کرتے ہوں مثلاً پاک کے معنی "ہاتھ سے پکڑنے" کے ہیں۔ اور اب جو جو اسم ایسے ہیں جو ہاتھ میں پکڑے جاتے ہیں اس کے ساتھ یہ صوت بھی مخلوط ائے کی مثلاً پہہ تاؤ کے معنی چاقو جوتا، پلنگ کی چادر وغیرہ وغیرہ ہیں۔ لیکن جب پہہ یا تاؤ کہیں گے تو اس سے چاقو ہی مراد ہوگا۔

(۳) اصوات کو موسیقی کے طریقہ پر ۸ سروں پر تقسیم کیا ہے۔ چار چڑھے سُرا اور چار اُترے سر۔ لیکن اب استعمال میں صرف چار چڑھے سُر ہی آتے ہیں۔ اور ان مختلف سروں میں ایک ہی صوت کے مختلف معنی ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ایک صوت کئی کو لیجئے۔ اگر یہ معمولی طریقہ پر کہا جائے (کئی) — تو اس کے معنی "ابتدائی" کے ہیں۔ اگر اسے ایک سُرا اور چڑھا کر بولیں (کئی \)، تو اس کے معنی شیطان یا بدخصلت کے ہو جاتے ہیں۔ اگر تین سُرا اونچا بولیں (کئی /)، تو بمعنی معزز استعمال ہوتا ہے اور چوتھے سُر میں بولنے سے (کئی —) آزاد کے معنی دیتا ہے۔ ان سُروں کو اس طرح سمجھئے کہ اگر ہم لفظ "نہیں" کو معمولی طور پر خبریہ مفہوم میں بولیں تو یہ پہلا سُر ہے۔ اگر استہفامیہ طرز پر بولیں تو یہ تقریباً دوسرا سُر ہوگا۔ جب یہی لفظ ہمارے ہاں استعجابیہ طور پر بولا جاتا ہے تو وہ چینیوں کی تقریباً تیسرے سُر کی برابر اونچا ہوتا ہے۔ اور جب امریہ اور احکامیہ صورت میں بولا جائے تو چوتھے سُر کے لگ بھگ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اس طرح آواز کی اونچ نیچ میں معنی کے اختلاف سیکھنا بہت مشکل بات ہے غیر آدمی برسوں بھی اس کو نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن خود چینیوں کو اس طرح بولنے اور سمجھنے میں مطلق تکلف

نہیں ہوتا۔

ایسی زبان میں جس میں مشتق مصدر جاد میں کوئی فرق نہ ہو اور ہر لفظ اپنی جگہ پر اٹل ہو قواعد کی بہت کم ضرورت معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ چینی قواعد خاصی مشکل چیز ہے۔ لیکن موجودہ بحث سے غیر متعلق ہونے کی وجہ سے یہاں اس کا بیان بے ضرورت ہے۔

گو کہنے میں صرف ایک ہی رسم الخط وین لن استعمال ہوتا ہے۔ لیکن بولنے میں یہاں کی زبانیں بہت ہیں اور مختلف حصص ملک میں مختلف بولیاں بولی جاتی ہیں۔ خیال ہے کہ چین میں ۳۶۰ بولیاں رائج ہیں: لیکن دفتری اور سرکاری طور پر مندرجہ ذیل کی زبان ہی ہر جگہ مانی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر ہوشی کی اصلاح اور ترمیم نے گویا چین کے ادب اور زبان کے لئے حیاتِ ثانیہ کا کام کیا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کی وجہ سے چین میں ایسے ایسے انقلابات ہوئے اور ہونے کی امید ہے جو کسی اور طرح ممکن نہ تھے۔ ڈاکٹر ہوشی کا انقلابی کارنامہ یہ ہے کہ اسکی تحریک سے پرانی کلاسی چینی زبان کے بجائے اب ملک و ملت کی زبان پائی ہوئی قرار پائی جو موجودہ زبان ہے اور ہر ایک اس کو بول اور سمجھ سکتا ہے۔ اسی زبان میں اب تعلیم بھی ہوتی ہے اور اسی کی وجہ سے کہ حال میں چین میں تعلیم کی اس قدر ترقی ہوئی ہے۔ اس تبدیلی کا اثر چین میں ایسا ہی مرتب ہو رہا ہے جو ڈانٹے کی کوشش سے اٹلی میں اور چوسر کی وجہ سے انگلستان میں ہوا تھا۔

ادبیاتِ چین میں سب سے زیادہ اہم اور قابل ذکر وہی کتابیں ہیں جو چین کی کلاسی کہلاتی ہیں اور جن کو کنفیوشس اور اس کے

مقلدین نے لکھا تھا۔ چینی ادب کی یہی نوکٹا ہیں ابتدا و انتہا سمجھی جاتی ہیں۔ ان کا مختصر سا حال کنفیوشس کے حالات میں لکھ دیا گیا ہے۔ اس لئے اب یہاں تکرار کے خیال سے نہیں لکھا جاتا۔

ان کتابوں کے علاوہ بھی کئی ایک معرکہ آرا کتابیں چین میں لکھی گئیں۔ تاریخ کے حصے میں ہر خاندان کے ختم پر اس عہد کے ادبی ارتقا پر مختصر سا بیان شامل کر دیا گیا ہے اب اس کا یہاں اعادہ کرنا تضييع وقت سے زیادہ نہیں چین میں اس صدی کا سب سے بڑا علمی کارنامہ ڈاکٹر ہوئی کی زبان کی اصلاح ہے جس کی وجہ سے ادب چین میں مہذبہ تر ترقی کا ہونا یقینی ہے۔

چینی تہذیب چینی تاریخ کے ذیل میں چینی تہذیب کی تاریخی اہمیت کا بیان ہے۔ یہاں اس تہذیب کی موجودہ شکل سے بحث

ہے۔ چینی تہذیب کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ اس کے علاوہ دنیا میں کوئی دوسری مثال ایسی نہیں جہاں کی ملکی تہذیب اس قدر قدیم ہونے کے باوجود خارجی اثرات سے اس درجہ محفوظ رہ سکی ہو۔ سینکڑوں صدیوں سے چینی تمدن اور معاشرت بغیر کسی خاص تبدیلی کے قائم ہے اور ملک میں اس کی یکسانیت حیرت انگیز ہے۔ ہر جگہ خواہ جنوب میں جائے خواہ شمال میں ایک واحد تہذیب سا ملک میں جاری و ساری نظر آتی ہے۔ تہذیب اور معاشرت کی یکسانیت جنوب کے تہتے ہوئے میدانوں، شمال کے برف پوش پہاڑوں، اقوام کے اختلافات قبائل اور مذاہب کے تنوع غرضیکہ سب پر حاوی ہے۔ اور یہی اصل معنی میں 'چین' ہے جو ملک کے ایک ایک کونے میں موجود ہے۔

اس تہذیب کی مایہ الامتیاز چیز بعض نے خاندانی نظام، کو مانا ہے یہی کنفیوشس کی تعلیم ہے اور اسی کی وجہ سے چین کی سب سے پرانی رسم یعنی احداث پرستی ظہور میں آئی۔ اور اب وہ سب چینیوں کے دلوں میں اس طرح جا لگزیں ہے کہ اس سے عہدہ برآ ہونا ناممکن ہے۔ خاندانی نظام کا کچھ حال ہم کنفیوشس کے ذکر کے تحت میں ضمیمہ (۱) میں دے آئے ہیں۔ مختصر یہ کہ چینی مشترک خاندان کے اصول پر رہتے ہیں۔ باپ سب کا مختار ہوتا ہے اور اس کے اپنے خاندان پر قانوناً اختیار رکھی حاصل ہے۔ اس کے ماتحت اس کی بیوی اور بچوں کے علاوہ بچوں کے زوج اور پوتے بھی ہوتے ہیں۔ خاندان کے ہر فرد کا فرض یہ ہے کہ وہ باپ کی اطاعت کرے اور خاندان کی فلاح کو اپنا فرض اول مانے۔ اس خاندانی یکجہتی سے جہاں بہت سے فوائد ہیں وہاں چند ایک اہم نقصان بھی ہیں۔ مثلاً اپنے خاندان کو جائز و ناجائز طور پر فائدہ پہنچانا فرض سمجھا جاتا ہے چنانچہ سرکاری ملازمین بلا لحاظ لیاقت اپنے ہی خاندان والوں کو ملازمتیں دیتے ہیں۔ اسی طرح قومی یکجہتی میں بھی فرق آتا ہے۔ اور وطن پرستی کا جذبہ نہیں ابھرتا۔

تحقیقات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ چینی خاندانوں میں سے ۳۳ فی صدی کے پاس ایک ایکڑ فی خاندان سے بھی کم زمین ہے۔ ۵۵ فی صدی کے پاس ڈیڑھ ایکڑ زمین فی خاندان ہے۔ اس ڈیڑھ ایکڑ والے خاندان میں اوسطاً فی خاندان ۷۵ نفوس ہوتے ہیں۔

آزریل مسٹر برٹرینڈ (اب، لارڈ) رسل حسب بالا خیال کے موید نہیں۔ ان کے نزدیک خاندانی نظام، چینی تہذیب کی خصوصیت نہیں کیونکہ یہ چیز تو تمام ابتدائی معاشرتوں میں موجود تھی مثلاً رومن اور یونانی تہذیب۔ چین

کی اس سے زیادہ اس سلسلے میں کوئی خصوصیت نہیں کہ درآں حالیکہ دوسری جگہ یہ چیز گزر چکی اور اب نہیں ہے چین ہنوز اسی درجے پر ہے۔ حسب موقوف الصد کے نزدیک چینی تہذیب کی خصوصیات تین ہیں۔

۱۔ تحریر میں ابجد کی بجائے نقوش کا استعمال

۲۔ مذہب کی بجائے کنفیوشس کی علاقیات

۳۔ امراء کی بجائے ادیبوں کے ذریعے انتظام حکومت۔ یہ ادیب بذریعہ

امتحان منتخب کئے جاتے تھے۔ طرہ تحریر کے متعلق ہم مفصل لکھ چکے ہیں۔ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ اس اختلاف کا بنی فرق تہذیب پر پڑتا ہے۔ ابجدی تہذیب میں قیام اور سکون کم ہے۔ نقوشی تہذیب نسبتاً تبدیلیوں سے کم متاثر ہوتی ہے اور دیر پا ہے۔ نقوش تلفظ سے زیادہ معنی پر زور دیتے ہیں جو زبان کے اختلاف کے باوجود سمجھے جاسکتے ہیں۔ ہمارے ہاں ہندسوں میں یہ بات پیدا کی گئی ہے مثلاً عربی رسم الخط کی زبانوں میں "۳" کے ہندسے کو لکھا ایک ہی طرح جائے گا لیکن تلفظ مختلف ہوگا مثلاً تین، ترہ، سہ، ثلثہ وغیرہ لیکن معنی وہی رہیں گے۔

مذہب کا ذکر علیحدہ عنوان کے تحت میں مفصل آئے گا۔

تمام دنیا میں اب سے چند سال پہلے تک سلطنت ہمیشہ امراء اور بااثر شخص کے ذریعے چلتی رہی، لیکن چین میں سرکاری ملازمت کی واحد شرط امتحان میں کامیابی تھی جو کلیتاً نوچینی کلاسیوں میں لیا جاتا تھا۔ ان کتابوں کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔ یہ امتحان کا طریقہ خاندان سنگ (۹۶۰ء سے ۱۲۷۷ء) کے زمانے میں شاہنشاہ ہنگ وگو نے جاری کیا اور بلا کسی تغیر کے بیسویں صدی تک قائم رہا۔ سترہویں صدی میں منچو شاہنشاہ نے اس کو موقوف کیا۔ یہ امتحان ہر تیسرے سال

ہوتا تھا۔ طالب علم کو اپنی رائے کو دخل دینے کی اجازت نہ تھی بلکہ محض انہی کتابوں کے فقرے نقل کرنا انتہائے کمال سمجھا جاتا تھا۔ ختم پر تمام مضمون کا انہی قدیم اقوال میں خلاصہ بھی دیا جاتا تھا جو دودھوں کے چار سرالراف میں ہوتا تھا۔ اسی لئے اس امتحان کا نام ”ہشت ستون“ پڑ گیا تھا۔ لی ٹانگ پنگ کا قول ہے کہ چین کی ساری تباہی کا باعث یہ طریقہ امتحان و حکومت ہے۔ اس نے ترقی ترسیم، آزادی رائے، انفرادیت اور ذاتی اعتماد وغیرہ سب کا خاتمہ کر دیا۔ بعض اہل الرائے اصحاب کا خیال ہے کہ اگر طرز امتحان کا اختتام اور نئے طریقہ تعلیم کا اجرا چین کے لئے ایک ایسی تبدیلی ہے جس کا مقابلہ وہاں کا سال ۱۹۱۱ء کا انقلاب عظیم بھی نہیں کر سکتا۔ اس کی وجہ سے تین ایسی چیزیں حاصل ہو گئیں جن کا اثر نسل در نسل ہوتا چلا جائے گا۔ اور وہ یہ ہیں :-

- ۱۔ عوام میں تعلیم کا پھیلنا^(۱)
- ۲۔ عورتوں کی تعلیم میں بے حد ترقی (۲)
- ۳۔ مغربی سائنس کی قدر اور طالب علم میں آزادی رائے کا پیدا ہونا۔
- چین میں ذات پات کی پابندیاں نہیں ترقی کا دار و مدار تمام تر تحصیل علم

(۱)۔ چین میں ”خواندہ“ اور لکھا پڑھا ہونے کا ایک ہی مفہوم نہیں۔ یہاں حرف پڑھ سکنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے بمقابلہ ان لوگوں کے جو پڑھنے کے علاوہ لکھ بھی سکتے ہیں۔ لکھے پڑھوں کی تعداد چھ سات فی صدی سے زیادہ نہیں۔ کوین ٹانگ کے لائحہ عمل میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ تمام چین کو اسی پشت میں لکھا پڑھا بنا دیا جائے (۲)۔ تعلیم کے معاملے میں اب عورت و مرد میں مطلقاً کوئی تخصیص نہیں اس معاملے میں تو یکن یونیورسٹی کیمبرج یونیورسٹی سے بھی بہتر ہے ”از مسئلہ چین“ از برٹنڈرسل۔

پر ہے۔ یہاں نہ خطاب یافتہ حاکم خاندان ہیں۔ نہ جاہان کی طرح موروثی لیڈر خطابات اور اعزازات ذاتی ہوتے ہیں۔ اور جب کسی کی اس سے بھی زیادہ تعظیم کرنی مقصود ہوتی ہے تو بجائے اس کو موروثی خطاب دینے کے اس کے گڈے ہوئے باپ و دادا کو خطاب دیے جاتے ہیں۔ غرضیکہ حکومت اور دیگر معزز اور با اثر عہدے اہل علم کے ہاتھوں میں ہیں ایک چینی کے لئے اس سے بڑی کوئی عزت نہیں کہ وہ ہان بن اکادمی کا ممبر ہو جائے کیونکہ حکومت کے بڑے بڑے عہدیدار یہاں تک کہ وزیر اعظم تک بھی انہی ممبروں میں سے منتخب ہوتا ہے۔

چینی طبقہ امن پسند ہوتے ہیں۔ یوں ان کی تعداد اور ان کے ملک کی زرخیزی ایسی چیزیں ہیں کہ اگر وہ چاہتے تو دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور قوم بن سکتے تھے، لیکن ان کا فلسفہ ”مرنجان مرنج“ ہے وہ اپنی آزادی چاہتے ہیں۔ لیکن دوسروں پر غلبہ کی ان کو کوئی خواہش نہیں۔ امن پسندی ان کے طبائع میں اس قدر جانگزیں ہے کہ وہ ماحول کو مطلق تبدیل کرنا نہیں چاہتے۔ یوں بھی ان کی ایک قومی خصوصیت ”فاکساری“ اور ”یچمدانی“ ہے۔ ان کی ظرافت میں بھی یہ چیز نمایاں ہے۔ اس کے علاوہ تمام چینی خواہ کسی طبقے کے ہوں انتہائی خوش باش اور مضحکہ پسند ہوتے ہیں۔ اغلباً دنیا میں کوئی اور قوم اس قدر ہنسنے اور خوش رہنے والی نہ ہوگی جہن میں روپیہ کی محبت زیادہ ہے اور وہ اس کو طاقت اور حکومت پر بھی ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ اور ممالک میں عام طور پر روپیہ

۱، دوسرے ممالک مثلاً ہندوستان میں موروثی خطاب کا یہ مفہوم ہوتا ہے کہ خطاب یافتہ کی آئندہ نسلیں بھی خطاب یافتہ ہوتی چلی آئیں گی۔

مقصود قوت اور اثر کو بڑھانا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ٹوچن جو صوبوں کے مختار
کل ہوتے ہیں، مناسب روپیہ ملنے پر حکومت، قومیت اور ملک تک کو چھوڑ
کر قوم کے خلاف ہو جاتے ہیں بلکہ چین سے نکل کر جاپان وغیرہ میں جا بستے ہیں
وہ حکومت بھی روپیہ پیدا کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ بر خلاف اس کے دوسرے
ممالک میں روپیہ اس لئے پیدا کیا جاتا ہے کہ حکومت اور طاقت ہاتھ آئے۔
چین میں تحریروں و تقریریں مکمل آزادی ہے۔ رائے عامہ نقارہ خدا کا حکم
رکھتی ہے۔ اور کبھی بے اثر نہیں ہوتی۔

چینیوں کی خصوصیات میں ان کی تمیز تہذیب اور ادب بھی ہے۔ اسی
کی زیادتی کی وجہ سے ان کے ہاں نمائش اور اکثر غلط بیانی کی کثرت ہے۔
چینیوں کا صبر اور برداشت ضرب المثل ہے۔ اور یہی ان کی بقا کا راز ہے۔
وہ بغاوتوں، اغیار کے حملوں اور اندرونی قضیوں کو صبر سے برداشت کرتے
رہتے ہیں تا آنکہ دشمن خود ہی کمزور ہو جائے اور پھر وہ حاوی ہو جائیں۔
یوں تو مسٹر کروٹل اور دیگر پارٹیوں نے چین اور چینیوں کی برائیاں
پھانٹنے اور وضع کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، لیکن عام طور پر چینی گیر کٹر
کے تین دھجے بہت نمایاں ہیں:-

۱۔ دھوکا اور بے اصولی۔ اس کی وجہ زیادہ تر چین کی غربت ہے۔
قوتِ لاموت کے حصول میں بھی ہزاروں جو کہوں ہیں۔ فاقہ زدگی، فحشاء، افلاس
ہر وقت کا ساتھی۔ اس لئے تھوڑے سے نفع کے خاطر بھی دھوکے اور جھوٹ
سے نہیں چُوکے۔ اس لئے ان کے قول و فعل کا بھی کوئی بھروسہ نہیں، کیونکہ

جس رُنج سے زیادہ فائدے کی امید ہوتی ہے اسی طرف مڑھک جاتے ہیں^(۱)۔

۲۔ بزدلی اور نامردی۔ سینکڑوں ہزاروں برس کی پُر امن اور پرسکون زندگی کا یہ اثر ہونا لازمی تھا۔ چینی فلسفہ میں جنگ جوئی کی بے حد مذمت کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب طوچن^(۲) آپس میں لڑتے ہیں تو دونوں فوجیں بھاگنے پر تیار ہوتی ہیں اور وہی ہارا ہوا مانا جاتا ہے جس کی فوج پہلے بھاگ کھڑی ہو۔
۳۔ شقاوت اور ظلم۔ یہ خصوصیت بھی خالص چینی ہے۔ اغلباً یہ کہنا زیادہ غلط نہ ہو کہ کسی پر ظلم اور سختی ہوتے ہوئے دیکھنے میں ان کو مرہ آتا ہے۔ یہ شاید ان کی لاندہ طبیعت کا نتیجہ ہے۔ حیات اور مائت سزا و جزا اور ثواب و عذاب کے تخیل کے نہ ہونے کی صورت میں جو کچھ بھی نہ ہو وہ کم ہے۔

مذہب مجموعی طور پر چین میں اس وقت مذہب برائے نام ہے بلکہ کبھی بھی مذہب پر اس قدر زور یہاں نہیں دیا گیا جتنا کہ اور ممالک میں وقتاً فوقتاً دیا جاتا رہا ہے۔ چین میں اس وقت پانچ مذاہب کے پیر و نظر آتے ہیں بدھ، طاؤ، کنفیوشس، اسلام اور عیسائیت۔ بدھ مت والے اغلباً کافی تعداد میں موجود ہیں گو اصل میں گوتم بدھ کی تلقین اور فلسفے کا وہاں ظاہری اثر بھی مشکل تمام ملتا ہے۔ بدھ مذہب پہلی صدی عیسوی کے رابع اول میں پہلے پہل چین میں

(۱)۔ اس پر بھی تجارتی معاملات میں چینیوں کی قول کی کھنگلی ضرب المل ہے۔ وہاں بڑے سے بڑا معاملہ بغیر لکھت بڑھت کے محض قول و قرار پر ہو جاتا ہے اور پھر کبھی رقب برابر اس میں فرق نہیں آتا۔

(۲)۔ صوبوں کے فوجی آمر۔ موجودہ حالات میں تو یہ مرکزی حکومت کے صرف لئے نام نہیں

بہنچا۔ ۲۹۹ء میں قابان نے بدھ مذہب کی زیارت گاہوں کے دیکھنے کیلئے ہندوستان کی سیاحت کی۔ ۲۶۶ء میں گوتم کے ۲۸ ویں خلیفہ بودھی دھما چین آگئے اور یہاں کے مہا مہنت بن گئے اس کے بعد سے اس مذہب کو چین میں ترنی ہوئی۔ اور ایک وقت میں یہ مذہب اور سب مذاہب پر حاوی آگیا۔ لیکن اب اس کی شکل بالکل مختلف ہو گئی ہے۔ اور اصلیت یہ ہے کہ چین کے موجودہ مذہب کو بدھ مت کہنا غلط ہے

کنفیوشی مذہب ہی حقیقت میں عالمگیر طور پر سارے ملک پر حاوی ہے یہ عجب ستم ظریفی ہے کہ کنفیوشس مذہب کی طرف سے بے پرواہی نہیں بلکہ مخالف تھا اور اب اسی کے نام لیوا چین میں سب سے زیادہ ہیں۔ لیکن یہ کہنا غالباً بے جا نہ ہوگا کہ کنفیوشی کوئی مذہب نہیں بلکہ اخلاقیات کا نصاب ہے کنفیوشس کے ہاں حیات اور مہمات کا کوئی مفہوم نہیں اور نہ گناہ کا وجود وہ عیسائیوں، ہندوؤں اور بدھوں کی طرح انسان کو فطرۃً پر از معاصی نہیں سمجھتا جس کو پاک کرنے کی ضرورت ہو۔ کنفیوشس کا فلسفہ تفصیل کے ساتھ ضمیمہ ۱ میں دے دیا گیا ہے۔ مسٹر برنٹر مینڈرسل کا خیال ہے کہ اب نئی روشنی کے تعلیم یافتہ چینیوں کے روحانی ذوق کی تشفی کنفیوشس کی تعلیم سے نہیں ہوئی۔

طاؤ مذہب کا بانی لاؤ زے ہے۔ یہ اس کا اصلی نام نہیں بلکہ کنیت ہے، کیونکہ اس کے معنی معمر فلسفی کے ہیں اور لاؤ زے کے بال شروع ہی سے سفید تھے۔ ۴۰۴۵ ق م میں پیدا ہوا تھا۔ اس کی زندگی کے حالات

اسی قدر غیر یقینی ہیں جیسا کہ اس کی موت، کیونکہ کہتے ہیں کہ آخر میں وہ پہاڑوں پر چلا گیا اور پھر کسی کو کچھ معلوم نہ ہوا کہ کیا ہوا۔ اس کے فلسفے کا لب لباب تصویف اور خاکساری ہے۔ اس کی تعلیم کنفیوشس کی تعلیم کا ضد ہے۔ وہاں ظاہری آداب پر زور ہے یہاں بے علمی پر عمل۔ وہاں شریکت ہے یہاں طریقت لیکن لاؤزے کی طریقت کو کوئی بھی صحیح طور پر نہ سمجھ سکا۔ خود اسی کا قول ہے کہ ”جو جانتا ہے وہ بتاتا نہیں اور جو بتاتا ہے وہ جانتا نہیں“ اس نے اپنے فلسفہ کا نام طاؤ رکھا۔ اس کے لغوی معنی ”تورہ اور راستے کے ہیں لیکن اصطلاحاً اسے معنی بہت مختلف ہیں۔ ایک جگہ وہ کہتا ہے کہ ”ہر چیز طاؤ سے پیدا ہوتی ہے طاؤ کی وجہ سے وہ قائم رہتی ہے اور طاؤ ہی میں آخر پھر جاملتی ہے“ پھر کہا ہے کہ ”اس کی کوئی شکل نہیں گو ساری شکلیں اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔ سب سے اس کو بنایا نہیں کیونکہ وہ خود سب کچھ ہے اور کچھ بھی نہیں۔ وہ خود راہ ہے اور خود ہی راہ رو ہے بھی اور نہیں بھی“ ایک تیسری جگہ اس نے طاؤ کی اس طرح تشریح کی ہے ”وہ رستہ بھی ہے۔ سچائی بھی اور زندگی بھی“۔ اس کا خیال تھا کہ ہر شخص ہر جا نور اور ہر چیز کا ایک مخصوص طریقہ زندگی ہے جو اس کے لئے قدرتی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس طرح ہیں کہ ہم اور ہمارے ماحول کی ساری چیزیں اس مخصوص طریقہ زندگی کے موافق ہوں یہی طاؤ ہے۔

اغلباً اس کا خیال تھا کہ اگر ہم طاؤ سے نہ بھٹک جائیں اور اس کے موافق زندگی بسر کریں تو جرم فکری کی طرح ہم بھی غیر فانی ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ آسے جل کر لوگ آب حیات اور حیات ابدی کے پیچھے بڑ گئے اور مذہب کو جادو کا گورنہ دھند

بنالیا۔

لاؤزے سے زیادہ اس مذہب کی تصریحات چوانگ زے نے کی ہیں۔ خاندان سن نے اس مذہب کو بہت اُبھارا۔ شاہنشاہ چے ہوانگ طی نے اس کے علم را کا ایک گروہ جاپان بھی بھیجا تاکہ وہ داروے حیات وہاں سے چھپا کر لائیں۔ ہان خاندان کے پہلے بادشاہ نے بھی اس کو بہت عروج دیا۔ اسی زمانے میں اس مذہب کا پہلا پیر چانگ طاؤنگ مقرر ہوا جو ۲۳ سال کی عمر کا ہو کر آسمان پر چلا گیا۔ آگے چل کر بدھ مت کی برائیاں اس میں اور شامل ہو گئیں اور جو اس میں اچھائیاں تھیں وہ بالکل مفقود ہو گئیں اور سارا فلسفہ جادو، ٹونا اور ٹونکا ہو کر رہ گیا۔ کیلائی خان نے ۱۳ ویں صدی میں اس مذہب کو بہت زک پہنچائی۔

لاؤزے کی کتاب کا نام طاؤطے رنگ یعنی صحیفہ طریقت ہے۔ اس کے چند اقوال یہ ہیں

”طاقت و روہ ہے جو اپنے نفس پر قابو پائے“

”قناعت کے بعد پھر کسی چیز کی ضرورت نہیں“

”کچھ نہ کرو۔ سب خود بخود ہو رہے گا“ (۱)

مکر و رطاقت و پر غلب آتا ہے اور نرم سخت پڑے
 (۲) ملک کی آئے دن کی بغاوتوں میں اسلامی کتب خانے غارت
 اسلام ہو گئے اور اب آخر میں نکلے بازوؤں کی بناوت میں حبشی

رات دن گردش میں ہیں سات آسمان

(۲) ۵

ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا۔ (۲) اگلے صفحہ

بحر العلوم' بھی نذر آتش کر دی گئی۔ ان آسامیوں کی غیر موجودگی میں چین میں اسلام کی ابتدائی تاریخ کا صحت سے معلوم ہونا مشکل ہو گیا ہے۔ سلسلہ مطابقی ۱۳۳۵ء میں آنحضرت رسول عربی کو جب ملکی قضیوں کی طرف سے نسبتاً امن ملا تو اپنے تمام بڑے بڑے شاہان وقت کے پاس اپنے سفیروں کی معرفت دعوت اسلام ارسال فرمائی۔ تو حضرت وہاب ابن ابی کبشہ کو چین کی سفارت ملی آپ آنحضرت کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے خاندان بنو زہرہ میں سے تھے۔ اس خاندان کے سارے افراد اپنے کو فخریہ آنحضرت کا غم کہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپی اور چینی مورخین نے ان کو آنحضرت کا ماموں لکھا ہے۔ ورنہ یوں حضرت آمنہ نے اپنے بعد اپنا کوئی حقیقی بہن یا بھائی نہ چھوڑا۔

حضرت وہاب جن کو چینی سید واکس بادا کس بابا بھی کہتے ہیں براہِ سمندر کانٹن میں داخل ہوئے۔ اور شاہنشاہ کے پاس شہان میں پیغامِ خداوندی پہنچایا۔ خاقان چین نے آپ کی بہت قدر کی اور نئے مذہب کو مکمل آزادی اپنی مملکت میں عطا فرمائی بلکہ مسجد بنانے کی اجازت بھی دے دی^(۲)۔

۱۳۳۵ء میں واکس بابا خاقان چین کا جواب لے کر واپس عرب گئے۔ لیکن بد قسمتی سے اسی سال حضور کا وصال ہو چکا تھا۔ اس لئے واکس بابا ایک نسخہ قرآن شریف اور چالیس مسلمانوں کو ساتھ لے کر واپس چین چلے آئے اس دفعہ

(۲) صفحہ ۱۳۰ کا۔ یہ حصہ مشرینگ کو انک یو کے مضمون چین میں اسلام سے ماخوذ ہے جو اسلامک ریویو و وکنگ۔ انگلینڈ کے جون جولائی اور اگست ۱۹۳۵ء نمبروں میں نکلا۔

(۱) علامہ شبلی نے سیرۃ النبی کی تفصیلات میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ گو اور بوزین اس پر متفق ہیں۔

(۲)۔ یہ مسجد ہونگ چو میں بنی۔

حکومت نے خود اپنے خرچ پر کانٹن میں مسجد تیار کرائی^(۱) مسلمہ رہی میں دکن بابا کا کانٹن میں انتقال ہو گیا۔ ان کا مقبرہ مرجع خلافت ہے اور اس پر ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔

شروع کے مسلمانوں نے کانٹن ہی میں اپنی آبادی بنائی۔ یہاں ان کی مسجد ان کی معاشرتی زندگی اور ان کا قاضی سب الگ تھا۔ نومسلموں اور عرب تاجروں سے ان کی تعداد روز بروز بڑھتی گئی اس وقت چین کی بحری تجارت تمام عربوں کے ہاتھوں میں تھی۔ ہندوستان، جزائر الہند اور فلپین فارس کی بندرگاہیں عرب تاجروں کی ہی رہیں منت تھیں۔ بلکہ یہاں سےیشیلے کو چمک بلقان اور آگے یورپ تک چین کا مال عربوں ہی کے ذریعے پہنچتا تھا۔ کانٹن سے نکل کر مسلمان سارے ملک میں پھیلنے شروع ہوئے خصوصاً مغرب میں سیان فو میں جو ناف چین کہلاتا ہے انہوں نے اپنا صدر مقام بنالیا۔ مساجد و مدارس بڑی تعداد میں بنائے گئے۔ اسی زمانے میں مغرب سے براہِ خشکی بھی مسلمان چین میں داخل ہونے شروع ہوئے۔ سیان فو میں مسلمانوں کی قوت بہت بڑھ گئی اور آج تک اس صوبے میں مسلمانوں کی آبادی ۵۰ فی صدی ہے مشرقی چین چُن چو میں مسجد بنائی جسکی محرابوں پر قرآن شریف کی سورتیں کندہ ہیں۔ حکومت چین نے اس کی مرمت کرائی۔

(۱)۔ یہ مسجد سرکاری روپیہ اور سرکاری انتظام سے بنی۔ اس کا منارہ ۶۰ فٹ اونچا تھا

اس مسجد کا نام ”مسجد یادگار محمد رسول اللہؐ“ تھا۔

(۲) خیال ہے کہ چینی قوم کا مولدِ اول ہی مقام ہے۔

(۳) دیکھو صفحہ ۱۶۷ عیسوی۔

نویں صدی عیسوی کے وسط میں مسلمان صوبہ کن سوہ میں داخل ہونا شروع ہوئے تقریباً سو سال بعد اس صوبے کا خان مسلمان ہو گیا۔ وہ اور اس کے ورثاء ۳۲۷ء تک حکومت کرتے رہے۔ اس سال چنگیز خاں نے اس حکومت کا خاتمہ کیا۔

اس خاندان کے ماتحت آوی گربھی تھے جو سنہ ۱۱۷۱ء میں مسلمان ہو گئے تھے اسی قبیلے میں خاندان کم اور خاندان لیا ونگ اس قدر مشہور ہوئے، لیکن چنگیز خاں کے ورثاء نے ان سب کا بھی خاتمہ کر دیا سنہ ۱۲۱۷ء میں کبلائی خاں کا عہد تھا۔ یہ اس شاہنشاہ کی قوت عظمت اور شان و شوکت ہی تھی جس نے یورپ کی آنکھوں کو چندھیا دیا تھا۔ اس وقت مسلمان تمام چین میں پھیل چکے تھے۔ مارکو پولو جو اسی زمانے میں آیا ہوتا ہے کہ "تمام ملک اور اس کے ہر شعبہ میں محمد کے پیرو با افراط پائے جاتے ہیں" کبلائی خاں نے بالترتیب عبدالرحمن سید اجل اور سید احمد کو اپنا وزیر مال مقرر کیا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے اعلیٰ عہدے مسلمانوں کے پاس تھے۔ اور سرکاری عہدے ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے ریاضی دان ہیئت دان اور انجیر بھی مسلمان ہی تھے۔

اٹھارویں صدی کے وسط تک مسلمان نہایت امن اور عزت سے چین میں رہتے چلے آئے۔ حکومت نے مسجدیں بنوائیں اور دیگر مراعات ان کو عطا کیں۔ یہاں تک کہ شاہنشاہ ووشنگ (۱۵۰۶ء سے ۱۵۲۲ء تک) نے تو اپنی رعایا کو سونپانے کی ممانعت کر دی۔ شاہنشاہ ہنگ وو کے متعلق خیال ہے کہ وہ مسلمان ہی ہو گیا تھا۔ مقامی منڈارن ان مراعات اور اس بھروسہ پر تائید و برسرہ کرتے تھے اور ہوی ان ہوی شکایتیں کرتے تھے مسئلہ یہ تھا کہ ان فرضی شکایتوں کا جواب جس فرمان شاہی سے دیا گیا ہے اس میں صاف

صاف ہے کہ شاہنشاہ کے نزدیک مسلمان چینیوں اور دیگر چینیوں میں کوئی فرق نہیں مسلمان برابر بڑھتے رہے اور اپنے مدرسے، مسجدیں اور کتب خانے قائم کرنے چلے گئے، لیکن مقامی منڈارن کا حسد بھی اسی تیزی سے بڑھ رہا تھا، ور جھوٹی شکایتوں کے طومار بندھ رہے تھے۔ مگر شاہنشاہ پر ہنوز کوئی اثر نہ تھا۔ شاہنشاہ جن لگ (۱۶۸۷ء سے ۱۶۹۷ء تک) نے قرآن شریف اٹاؤ کو محل کے کتب خانے میں باادب رکھا، لیکن اس کے فوراً ہی بعد حالات باطل ہی بدل گئے۔

یورپ کی تجارتی قوموں نے چین کے تہذیب اور بے عملی سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے یہاں ڈیرے ڈالنے شروع کر دیے تھے۔ اور تاجروں کے ساتھ پادری بھی زیادہ تعداد میں چین میں آنے لگے تھے، لیکن تجارتی کوٹھیاں ہکا بکا اور کانٹن سے آگے نہ بڑھ سکیں اور پادریوں نے بھی دہی مد مقابل (مسلّم سلنگ) دیکھے جن سے وہ خود اپنے ملکوں میں ہار چکے تھے۔ کبلائی خاں کے زمانے میں جبکہ مغرب میں مسلمان ترکوں نے عیسائی یورپ کو زچ کر رکھا تھا تو یورپ کے سیاست دانوں نے چند مفیر چین بھیجے تھے تاکہ اگر ممکن ہو تو کبلائی خاں کو عیسائی بنا کر لوہے سے لوہا لڑا دیں، لیکن وہ اس چال میں کامیاب نہ ہو سکے۔ یہ خلافت اس کے اب جو اٹھارویں صدی کے آخر میں پھرا کر دیکھا تو چین اسلام کا ہی حلقہ گوش نظر آیا۔ اسی زمانے میں روس نے پروفیسر وزلیف کو چین بھیجا تاکہ موقع پر حالات کا مطالعہ کرے اور تجارتی مفاد کی راہیں بتائے۔ پروفیسر مذکور نے واپس آ کر چین میں اسلام کا ایسا نقشہ کھینچا کہ عیسائی دنیا میں تہلکا مچ گیا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ”اب کوئی دن جلتے ہیں کہ سارا چین مسلمان ہو جائے گا اور پھر جبرائیل سے چین تک یہ اسلامی رواٹھ کر یورپ اور عیسوی تہذیب کو ہمیشہ کے لئے ختم

کر دے گی۔ اسی قسم کی ہیجان انگیز کتابیں تھیساٹ اور ہلڈے نے بھی لکھیں جن کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ دول یورپ میں کھلبلی مچ گئی اور سب نے تہتا کر لیا کہ چین سے اسلام کو نکال کر چھوڑا جائے چنانچہ مغربی طاقتوں نے وجہ سے بابے وجہ چین میں جنگ شروع کر دی۔ خود چین کے ہی ایک عیسائی ٹہنگ سوسان (بغاوت طامی ٹنگ کا بانی) نے بغاوت شروع کر دی اور بورنی قوتوں کی مدد سے مسلمانوں کو ذبح کرنا شروع کر دیا۔ ۱۸۷۳ء کی چینیوں اور اتحادیوں کی جنگ کا انجام ان سرسرا پر ہوا کہ آئندہ سے عیسائیت کی تبلیغ تمام چین میں کی جاسکے گی اور چین کی اولج مغربیوں کے زیر فرمان رہیں گی اب میدان صاف تھا۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف انتہائی رلیک پروپیگنڈا کیا گیا اور ذرا ذرا سے بہانے پر مسلمان آبادیاں صاف کر دی گئیں۔ شاہنشاہ کمزور اور عاجز تھا۔ حکومت خواجہ سراؤں اور سیکٹات کے ہاتھ میں تھی جو رشوت لینے کے بعد غیر ملکیوں کی کسی بات کو رد نہ کرتے تھے۔ بالآخر شاہنشاہ سین فینگ اور شاہنشاہ ٹنگ چی کے زمانے میں اغیار کا مطلب برآیا اور مسلمانوں کے قتل عام کا حکم نافذ کیا گیا۔ پھر کیا دیر تھی محلے کے محلے اور شہر کے شہر ختم کر دے گئے۔ اندازہ ہے کہ اس قتل عام میں تقریباً پچاس لاکھ مسلمان مرد عورت اور بچے ذبح کئے گئے۔ مدارس، مساجد، شفاخانے اور کتب خانے جلادے گئے۔ بن نان جو آبادی کے لحاظ سے تمام چینی صوبوں میں دوسرے درجے پر تھا اور مسلمانوں کا گویا صدر مقام تھا بر باد و ویران کر دیا گیا۔ ان وحشیانہ مظالم کے باوجود جس طرح مسلمان ملک اور بادشاہ کیلئے لڑے اور جس طرح ۱۸۹۷ء میں بن سلمان سپہ سالار معہ اپنی مسلم افواج کے جاپانیوں کے خلاف اپنے ملک پر قربان ہو گئے وہ وطن پرستی اور فرض شناسی کی ایسی مثال ہے جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ مسلمانوں کا کشت و خون شاید جاری رہتا لیکن خدا شہرے برائے مکر و خبیث وارن باشد

۱۹۱۱ء میں چین میں انقلاب عظیم رونما ہوا یعنی شاہنشاہیت کی جگہ جمہوریت نے لی۔ اس کے کچھ ہی عرصے بعد خودیورپ والوں کے گھر میں جنگ عظیم مچی آگ بھڑک اٹھی۔ اس وقت سے اب پھر مسلمانوں کو سانس لینے کی فرصت ملی ہے۔ اور وہ برابر ترقیاں کرتے جا رہے ہیں۔ تین مشہور انجمن مسلمانوں کے بھلائی کا کام کر رہی ہیں۔ چھ رسالے اور دوروزانہ اخبار تبلیغ اسلام کے مقصد سے نکلتے ہیں۔ بڑے بڑے شہروں میں مدارس۔ مساجد۔ کتب خانے اور شفا خانے پھرتے کھل گئے ہیں۔ اندازہ ہے کہ اس وقت چین کی مسلم آبادی سات کروڑ ہے۔ عیسائیت یوں تو منغل خاندان بلکہ اس سے بھی پہلے سے عیسائی پادری چین میں آتے رہے لیکن عیسائیت کو کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ سو لہویں صدی عیسوی کے وسط میں عیسائی تاجر آئے اور ان کے ساتھ ہی پادری بھی زیادہ تعداد میں آئے لیکن سیاسی بنا پر ان غیر ملکیوں پر چین کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ ۱۸۴۰ء میں کہیں جا کر عیسائی پادریوں کو عام اجازت ملی کہ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکیں۔ عیسائیت کا مدوجز چین کی تاریخ کے بیان میں زمانہ بزمانہ دبا گیا ہے اس لئے یہاں اس کو علیحدہ بنانے کی ضرورت نہیں۔ اس وقت اندازاً چین میں ساڑھے چھتیس لاکھ عیسائی ہیں۔

مذہب کے سلسلے میں چینوں کی ایک ایسی مخصوص بات ہے کہ وہ کہیں اور سوائے ہندوستان کے نہیں پائی جاتی اور وہ یہ کہ وہ کسی ایک مذہب کو کسی دوسرے مذہب کا نسخہ یا اس کے منافی نہیں سمجھتے۔ خواہ ان دونوں مذہبوں کے اصول کسی قدر مختلف کیوں نہ ہوں۔ چنانچہ ان کے نزدیک اس میں کچھ ہرج نہیں کہ کوئی شخص بدھ بھی ہو اور کنفیوٹھی بھی۔ یا عیسائی بھی ہو اور اجداد پرستی بھی کرے۔ اصل میں وہاں چینی تہذیب نے سب مذہبوں پر اپنا رنگ

جمادیا ہے اور وہاں کے عوام کے مذہب کو ”جینی“ مذہب کہنا زیادہ مناسب ہے بجائے اس کے کہ کسی خاص مذہب سے ان کو منسوب کیا جائے۔ اس جینی مذہب کی رسومات تقریباً ایک سی ہیں گو غالباً عقاید میں اس قدر اختلاف ہو کہ شاید ہی کہیں اس کی نظیر مل سکے۔

ان رسوم میں اجداد پرستی سب سے پیش پیش ہے۔ خدا کی عبادت عوام کے لئے نہیں۔ جیسے تمام رعایا شاہنشاہ کے بچوں کے مانند ہے۔ اسی طرح شاہنشاہ خود خدا کا بچہ ہے اس لئے وہ اپنے باپ کے دربار میں اپنی اولاد کی خیر خواہی کا واحد ذریعہ ہے۔ یہ صرف اسی کا منصب ہے کہ خدا کی پرستش کرے اور قربانی چڑھائے جو وہ ہر سال ۲۱ دسمبر کو آسمان و آفتاب کے مندر میں ادا کرتا تھا۔

۱۱۔ یہی حالت تقریباً ہندوستان کے موجودہ ہندوؤں کی ہے۔ یہاں بھی مذہب برائے نام ہے ورنہ اصل میں یہ بھی ایک تہذیب ہے۔ جو مذاہب کی فیود سے آزاد ہے۔ آج کل کے ہندو دھرم میں بت پرستی بھی ہے اور مورتی پکھان بھی۔ آریاسماجی تثلیث بھی اور توحید بھی۔ اسی طرح اور تمام اصول و فروعات کا تو ذکر ہی کیا ہے میں بھی تضاد ہے۔ لیکن سب ہندوؤں کے ہمہ گیر نقطہ میں شامل ہیں۔ انہا تو یہ ہے کہ ۱۹۳۲ء کی ہندوستانی ہندو ہما سجا کارپورینڈا وٹا کو صدر بنا کر بدھ مذہب کو بھی ہندویت کے دائرے میں لانے کی کوشش کی ہے ورنہ بدھ مت اور برہمنی مذہب کا اختلاف جو کچھ ہے وہ پوشیدہ نہیں۔ ایک ہر چیز میں خدا دیکھتا ہے اور دوسرے کو سرے سے خدا سے ہی انکار ہے۔

چین میں عورت کا درجہ :- بالکل شروع کے زمانے میں چین میں عورت ہی۔ چینی خاوندوں سے زیادہ اور کسی قوم کے خاوند زن مرید نہیں ہوتے ہان خاندان کے زمانے میں تو بلکہ یہ سوال سامنے آگیا تھا کہ عورتوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو کیسے روکا جائے۔ ڈاکٹر ہوشی نے بھی اپنی کتاب "چین کی نشاۃ ثانیہ" میں لکھا ہے کہ "عورت ہمیشہ خاندان کی حاکم کی حیثیت سے رہی ہے" لیکن غیر ملکی اثرات کا اس تعلق پر بھی اثر پڑا خصوصاً ہندوستان سے پہلی صدی عیسوی میں جو بدھ مت گیا تو ہندوستانی عورت کی ساری پابندیاں بھی اپنے ساتھ لیتا گیا۔ عورتوں کے حقوق کو پامال کرنے کا خیال بھی شروع میں چینوں کے دل میں نہ تھا لیکن ہندوستانی فلسفہ کے ساتھ یہ چیز بھی چین میں آئی اور رفتہ رفتہ بڑھ کر پکڑ لی "چنانچہ پھر چین میں بھی وہی چیزیں ہو گئی تھیں جو ہندوستان میں تھیں مثلاً طلاق اور بوجہ کی شادی کی ممانعت، عورت کے ترکے کا فقدان، پردہ اور گھر کی فید وغیرہ وغیرہ۔ جمہوریت قائم ہونے کے بعد سے یہ حالات بسرعت تمام بدل رہے ہیں اور اب تو عام طور پر عورتوں کو سارے حقوق حاصل ہیں۔

شادی و موت کی رسومات :- شادی مشرقی طریقہ پر کی جاتی ہے یعنی لڑکے اور لڑکی کے والدین آپس میں نسبتیں طے کر لے تے ہیں۔ خود لڑکے یا لڑکی کو اس میں بولنے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ عام طور سے یہ کام کٹینوں اور مشائطوں کے ذریعہ ہوتا ہے۔ شادی کے وقت لڑکے اور لڑکی کی پتری ملانی ضروری ہے۔ یہ پتری لال تاگے سے باندھی

جاتی ہے۔ جب ہر چہرے ہو جاتی ہے تو لڑکا اور لڑکی مع اپنے رشتہ داروں کے اپنے اپنے گھروں سے چل کر درمیان میں ملتے ہیں۔ یہاں سے لڑکی لڑکے کے ساتھ اس کے گھر چلی جاتی ہے۔ اور شادی ختم ہو جاتی ہے۔ چینی شادیوں میں کوئی مذہبی رسومات ادا نہیں کرنی پڑتیں۔

مرنے وقت ہر چینی کی یہ بڑی تمنا ہوتی ہے کہ وہ اپنے شہر میں یا اس کے قریب میں دفن کیا جائے۔ اسی لئے مردے کو دور دور سے اس کے وطن مالوف میں لایا جاتا ہے۔ اور اس میں اکثر عرصہ لگ جاتا ہے۔ یوں بھی ماتم کے مقررہ ۴۹ دن تک مردے کو دفن نہیں کیا جاسکتا۔ بدچن اور داسشتہ عورتوں کی لاش دفن نہیں کی جاتی بلکہ یونہی پھینک دی جاتی ہے۔ چینیوں میں موت کا خوف بہت کم ہے۔ بلکہ ہر چینی کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ میرا جنازہ ایسا اٹھے کہ یادگار رہے۔ موت کی طرف سے بے خوفی کا یہ عالم ہے کہ تقریباً ہر چینی کا کفن پہلے سے تیار ہوتا ہے۔ اور غربا میں بیٹے کی یہ انتہائی سعادت مندی سمجھی جاتی ہے کہ وہ کسی مناسب موقع پر اپنے باپ کو تحفا کفن پیش کرے۔

عام زندگی میں چینی بہت کفایت شعار، محنتی اور سنجیدہ ہوتے ہیں۔ شراب سے عام طور پر ان کو کوئی رغبت نہیں۔ لیکن افیون پر جان دیتے ہیں اور رخصتے میں رکھ کر پیتے ہیں۔

تایخ

تایخ چین کو ہم سہولت کی غرض سے حسب ذیل چھ زمانوں میں تقسیم کر رہے ہیں۔

ابتداء

چینیوں کا خیال ہے کہ وہ ہمیشہ سے اپنے ملک میں آباد ہیں مغربی مؤرخین کہتے ہیں کہ چار ہزار سال قبل از مسیح کی زبردست انسانی تگ و دو کے سلسلے میں جبکہ شربانی اقوام شط العرب اور برابر کے ممالک پر چھا گئیں تھیں تو تورانی تہذیب کی حامل بعض اقوام اور مشرق میں دب کر چین میں بھی گئی ہوں گی اور وہیں رہ پڑی ہوں گی۔ اور وہاں کی ابتدائی تہذیب غالباً تورانی تہذیب کے نمونے پر شبانی ہوئی جیسا کہ بعض الفاظ سے اور مکانوں اور پگھلوں کی تعمیر سے پتہ چلتا ہے۔ جن کی بھتوں کے سرے وسط ایشیا کے خانہ بدوش لوگوں کے خیموں کے سروں کی طرح اوپر کو اٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔ پختی مونیج اس کے خلاف اس پر متفق ہیں کہ وہاں کی تہذیب کبھی بھی شبانی نہ رہی بلکہ وہ لوگ ہمیشہ سے فلاح و کاشتکاری کرتے چلے آئے ہیں۔

چینی خود جس طرح اپنی تایخ کی ابتداء کرتے ہیں وہ یہ ہے: یہ مانا گیا ہے کہ ابتداءً فرینش سے کنفیوشس کے وقت تک (۲۸۱ ق م) کل بائیس لاکھ سرسٹھ ہزار سال ہوتے ہیں۔ ان کا انسان اول جو ہندوؤں کے برہما اور یانوں کے بی مائے کے مشابہہ ہے، پان کو کہلاتا ہے۔ اس کی ابتداء نامعلوم ہے۔ لیکن یہ خیال ہے کہ اس کو زمین و آسمان کے رموز معلوم تھے۔ اور اسی نے ان دونوں

چیزوں کو الگ الگ کیا۔ جینی تصاویر میں اس کو اس طرح دکھایا گیا ہے کہ وہ ایک بڑی چٹان پر کھڑا ہے۔ اور اس کے ہاتھ میں جھیننی اور ہتھوڑا ہے جس سے اس نے اُس چٹان میں پھید کر لیا ہے اور اس پھید میں سے چاند سورج اور ستارے نظر آ رہے ہیں۔ پان کوٹے ۱۸ ہزار برس تک دنیا کی تعمیر میں محنت کی اس عرصے میں اس کا جسم ہر روز بقدر چھ فٹ بڑھتا رہا۔ بالآخر وہ اپنی تعمیر کی خاطر مر گیا۔ اس کا سر بہاڑ بنا۔ سانس ہوا اور بادل ہو گیا۔ آواز کروک میں بدل گئی۔ اس کے اعضا چٹان اور قطاب میں تبدیل ہو گئے۔ اس کی رگیں دریا بنیں اور پچھلے سطح زمین کا نشیب و فراز اس کا گوشت پھینٹوں میں بدل گیا۔ اس کی ڈاڑھی سے ستارے پیدا ہوئے اور اس کے دانتوں اور ہڈیوں سے چٹانیں دھانیں اور قیمتی جواہرات وجود میں آئے۔ اس کا پسینہ آب باراں ہو گیا اور جو کپڑے اس کے مردہ جسم میں بڑھ گئے تھے وہ بالآخر انسان ہو گئے۔

پان کوٹے بعد نین مقدس زمانے آئے :-

۱۔ آسمانی حکومت کا زمانہ۔ اس وقت آسمانوں کی ترتیب مکمل ہوئی اس زمانے میں ۱۲ بھائیوں نے حکومت کی جن کو طین وانگ یعنی آسمانی بادشاہ کہتے ہیں۔ ان کے جسم اثر دہے کے سے تھے ان میں سے ہر ایک نے ۱۸ ہزار سال حکومت کی۔

۲۔ ارضی حکومت کا زمانہ۔ اس زمانے میں ۱۱ بھائیوں نے حکومت کی جن کو طی وانگ یعنی ارضی بادشاہ کہتے ہیں۔ ان کے جسم اور شکل اثر دہے ساپ گھوڑے اور انسان کا مجموعہ تھی۔ انہوں نے دن اور رات بنائے اور زمانے کو سال و ماہ میں تقسیم کیا۔

۳۔ انسانی حکومت کا زمانہ۔ اس میں نو شخص اس نے حکومت کی یہ جن وانگ

یعنی انسانی بادشاہ کہلائے۔ ان کے جسم اڑدھوں کے مانند تھے اور پھرے انسانوں کے۔

اس کے بعد ترقی کے دس دور شمار کئے جاتے ہیں جن میں مختلف قسم کی تمدنی ترقیاں ہوئیں۔ مثلاً ان ہی زمانوں میں سوجی جن نے آگ دریافت کی۔

پھر نین بادشاہوں کا زمانہ ہے اور اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ گویا دیومالا دور سے تاریخی ادوار میں بتدریج تبدیلی ہو رہی ہے۔

۱۔ فوہ سی۔ گوچینی اس کو تاریخی ہستی مانتے ہیں لیکن غالباً یہ افسانے سے زیادہ کچھ نہیں کہا جاتا ہے کہ اس کی پیدائش بھی خوارق میں سے تھی۔ اس کا زمانہ ۲۸۵۲ ق م ہے۔ اس کی شکل کے متعلق چینی کہتے ہیں کہ اس کا جسم اڑدھے کا سا تھا اور اس کے مشرک کار بھی چھ اجگر تھے۔ اس کی قبر بھی اب تک محفوظ بنائی جاتی ہے بحسب ذیل اثبات کی دریافت یا ایجاد اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں :-

۱۔ شادی مع مقررہ رسومات۔ ۲۔ موسیقی کے ساز خصوصاً ۳۵ تاروں کا

ستار۔ ۳۔ آٹھ اشکال عناصر رچورل وجہ میں استعمال ہوتی ہیں ۴۱۔ فن تحریر

۵۔ پالتو جانوروں کا استعمال یعنی گھوڑا، کتا، بیل، بھیڑ، سور اور مرغی ۶۔ آہستہ کے پتے کا استعمال برائے خوراک ریشم کے کپڑے کی۔ اس کے علاوہ مچھلی بکڑنے کا جال اور خدا کی عبادت کا طریقہ بھی اسی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

۲۔ شین ٹنگ ۲۴۰۵ - ۲۴۳۴ ق م۔ اسی نے سب سے پہلے ہل بنایا

۱۱۔ ریشم کی دریافت سی ٹنگ شی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اور کھیت جوتے سکھائے۔ اسی لئے اس کو فلاج آسمانی بھی کہتے ہیں۔ اس نے بازار قائم کئے جہاں تبادلہ اجناس ہو سکے۔ اسی کی طرف جڑی بوٹیوں کے طبی خواص کی دریافت بھی منسوب کی جاتی ہے۔

۳۔ ہوانگ طی۔ ۲۵۹۵-۲۷۰۲ ق م۔ اس نے پہیے والی گاڑی ایجاد کی اور جہاز۔ آلات حرب اور مٹی کے برتن بنائے۔ اس کی عمر ۱۱ سال کی ہوئی۔ پہلا شاہی موتج سانگ کی اسی کے زمانے میں مقرر کیا گیا اس کی ملکہ سی ٹنگ شی نے ریشم دریافت کیا اور اس کے کپڑے بنوائے۔

اس کے بعد تقریباً دو سو برس کے واقعات نہیں ملتے۔ اور پھر وہ زمانہ شروع ہو جاتا ہے جس کا ذکر صحیفہ تاریخی میں ہے

(۱۱) بعض مؤرخین (مثلاً سٹریلین اپنی کتاب ابتدائی چینی تاریخ) نے چین کی ساری ابتدائی تاریخ کو فرضی کہا ہے بلکہ ان کا خیال ہے کہ کنفیوشس کے زمانے تک بھی بلکہ خود اس کی لکھی ہوئی کتابیں بھی جعلی ہیں۔ ابے اصحاب کے نزدیک یہ کام متاخرین کا ہے جنہوں نے من گھڑت حکایتیں لکھ لکھ کر کنفیوشس اور اسی قسم کے ناموں سے منسوب کر دیں تاکہ اپنے ملک کی بزرگی، اقدامت اور افضلیت ہو۔ یہ خیال زیادہ تر اس وقت سے شروع ہوا جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ جاپان کی مفروضہ تاریخ سلف محض جعل ہے۔ لیکن چین کا معاملہ بالکل مختلف ہے۔ جاپانی لونی تاریخ ۲۵۰۰ ق م سے مکمل بتاتے ہیں۔ لیکن یہ سب بنائی باتیں ہیں۔ مسٹر پرائس کو لبر (Mr. Price Collier) لکھتے ہیں۔

”یہ جاپانی دور مٹی کی انتہا ہے کہ ان کی تاریخ بھی ایک زبردست جعل ہے اور حکومت کی طرف سے بنائی گئی ہے۔ اب ۱۸۹۲ء تک میں بھی ٹوکیو یونیورسٹی کے ایک تاریخ کے پروفیسر کو صرف اس لئے برطرف کر دیا گیا تھا کہ پروفیسر موصوف نے بقیہ صفحہ ۱۵۲ پر

کنفیو شس سے پہلے

غالباً اصل تاریخ چین یا آؤ سے شروع ہوتی ہے (۷۷۲ ق م) اسی نے مختلف صوبوں اور اضلاع کو متحد کر کے ایک سلطنت بنائی۔ اس بادشاہ نے اپنے گھر کے دروازے پر ایک تختی لگا دی تھی تاکہ عوام بھی طرز حکومت پر رائے زنی کر سکے بادشاہ کو اپنے خیال سے مطلع کر سکیں۔ اسی طرح ایک بڑا ڈھول بھی وہاں رکھ دیا گیا تھا

صفحہ ۱۵۱ (کا بقیہ) اولین شاہنشاہان جاپان (مکا ڈو) پر تاریخی حیثیت سے تنقیدی نظر ڈالنے کا جرم کیا تھا۔ پروفیسر موصوف کی جگہ سٹرا جا کا نقر کیا گیا اور مسٹر با جانے جاپان پر تاریخی مضامین لکھ کر وہی غلطی کا نعم البدل ہٹا کر دیا۔ اصل یہ ہے کہ جاپانی تاریخ میں سن ۱۰۰۰ سے پہلے کی ساری حکایتیں بالکل فرضی ہیں۔
مسٹر جیمبر لین نے لکھا ہے :

”نام نہاد تاریخی حصہ بھی عصری شہادتوں سے اس قدر بے نیاز ہے جتنا کہ ساری کتاب۔ بلکہ چینی اور کوریائی تواریخ جو یقیناً بہت زیادہ صحیح ہیں جاپانی مفروضات کی تسبیح اور تردید کرتی ہیں۔ بعض باتوں کی تو آج تک بھی کھلم کھلا جعل سازی ثابت کی جاسکتی ہے مثلاً وہ فرضی جنزری جو ۶۶۰ ق م سے قبل ۱۲ صدیوں تک کے حالات بتانے کے لئے استعمال کی جاتی ہے اس کا جعل خود جاپانیوں سے بھی پوشیدہ نہیں رہا اور دنیا کے لئے مسٹر ولیم برامن جیسے محاط کام کرنے والے نے اپنی کتاب میں اس کا بھانڈا بھوڑ دیا۔ وہ کہتے ہیں :-

”میرے کہنا ذرا برابر بھی مائل بہ سختی نہ ہو گا کہ جاپانی تاریخ دنیا کا عظیم ترین (بقیہ ۵۳ پر

تاکہ فریادی آکر بادشاہ کو اطلاع دے سکیں اس کے خلوص اور رعیت کی خیر خواہی کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنے بیٹے کی بجائے اپنا جانشین ٹن کو منتخب کیا جس کی نیکی اور لیاقت کو وہ خوب جانچ چکا تھا۔ اس کی وفات پر تین برس تک ملک بھر میں کہیں گانا بجاتا نہیں ہوا۔

ٹن (۲۲۰۶-۲۵۸ ق م) یہ بھی اپنے پیش رفتے نقش قدم پر چلتا رہا۔ لیکن ہی میں اس کی مان کا انتقال ہو گیا تھا۔ اور اس کی سوتیلی ماں نے اس کو طرح طرح کی اندیش دہنے میں کسر نہ چھوڑی تھی یہاں تک کہ جان پر بھی حملے کئے گئے۔ لیکن اس نے نیکی اور محنت سے سب کے دلوں میں گھر کر لیا۔

اس نے تقویم سال کی تکمیل کی اور زمان اور پیمائش کی ناپ کو مقرر کیا۔ اور جسمانی سزاؤں میں تخفیف کی۔ اس نے یا آؤ کی طرح اپنا جانشین اپنے بیٹے کی جگہ بڑھو کو منتخب کیا۔

خاندان ہی آ ۱۷۶۶-۲۲۰۵ ق م۔ بونے تخت پر بٹھ کر اپنے خاندان کی بنا ڈالی جو خاندان ہی آ کہلا یا۔ بونے ملک کی بہتری کے لئے بہت کام کئے۔ خصوصاً طغیانی سے ملک کو نجات دلائی اس نے اپنے دروازے پر ہلچل سے

صفحہ ۱۵۲ کا بغیر، جلی علی کار نامہ ہے؛

لیکن جاپانیوں کی مثال چین پر منطبق کرنا صریحاً غلط ہے۔ یہاں مسلسل تاریخی ثبوت موجود ہے۔ بالکل شروع کے حالات بے شک افسانہ معلوم ہوتے ہیں لیکن شروع شروع کی تاریخ سارے ملکوں کی ایسی ہی غیر یقینی اور بالآخر آمیز ہوئی ہے۔ اور ہمیں اس پرناک بھوں چڑھانے کا کوئی حق نہیں۔ واقعات غالباً صحیح ہوتے ہیں گو طرزیان استعدادوں اور تشبیہ کی زیادتی سے معجزانہ اور اکثر غلط بنا دیا جاتا ہے۔“

باجے رکھے تاکہ دادخواہ نہ صرف اپنی آواز ہی اندر تک پہنچاویں بلکہ غرضِ رعایت سے بھی شاہنشاہ کو مطلع کر دیں۔ یونے ملک کو نوہم مرکز مربعوں میں تقسیم کیا درمیانی مربع شاہی علاقہ تھا۔ اس کے برے امراء کا علاقہ پھر امن کا علاقہ پھر فوجی علاقہ علیٰ ہذا القیاس۔ اسی وجہ سے چین کی حکومت حکومت وسطیٰ کہلانے لگی۔ اس کا قول تھا کہ تیسری کامیابی کا راز یہ ہے کہ میں بغیر وقفہ کئے روزانہ محنت سے کام کئے جاتا ہوں۔ یہی چیز تھی کہ وہ طغیانوں سے ملک کو محفوظ رکھ سکا ورنہ جینیوں کے بقول اب تک تو سارے ملک میں انسانوں کے بجائے مچھلیاں ہوتیں۔

یو کے بعد کمزور اور ناکارہ بادشاہوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تا آنکہ کی کا زمانہ آیا جس کا ذکر صحیفہ میں تفصیل سے دیا گیا ہے۔ اس کے ظلم اور عیاشی سے لوگ عاجز آ گئے اور بالآخر ٹانگ نے اس کو شکست دے کر خاندانِ شانگ کی بنیاد ڈالی۔

خاندانِ شانگ۔ ۱۱۲۲-۱۷۶۶ ق م۔ اس کے مورث اعلیٰ ٹانگ کا ذکر خاصا تفصیل سے صحیفہ میں درج ہے۔ اس کے زمانے کی شہور بات یہ ہے کہ ایک بار مسلسل خشک سالی سے قحط کی صورت ہو گئی اور لوگ عاجز آ گئے تو اس اپنی جان خدا کی درگاہ میں قربانی کے لئے پیش کر دی اور جنگل میں جا کر سجدے میں گر گیا اور اپنے گناہوں کا اقبال کیا۔ ابھی یہیں تک پہنچا تھا کہ رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور بارش نے ملک سیراب کر دیا۔ اس بادشاہ نے اپنے مشہور وزیر آئی یین کی مدد سے بہت نیک نامی سے حکومت کی اس وزیر کے متعلق بہت سے فرضی قصے مشہور ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک کھوکھلے شہنوت کے تنے میں پلا تھا۔ ایک کہانی ہے کہ وہ اعلیٰ درجے کا یاورچی تھا اور

اس فن کی وجہ سے بادشاہ کی طبیعت پر حاوی ہو گیا تھا۔ خواہ کچھ ہو اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنے زمانے کا غالباً بہترین مڈبر تھا۔

ہی آخاندان کی طرح اس میں بھی نالائق اور نااہل وارثوں کی وجہ سے کمزوری آنی چلی گئی اور بالآخر ہی آکے کی کے مقابل یہاں چورین پیدا ہوا جو ظلم اور عیاشی میں سب سے ہی بڑھ گیا اس کی داشتہ ملکہ طاکی بے انتہا ظالم تھی۔ جب ظلم کی انتہا اور صبر کی حد ہو گئی تو رئیس چو نے رعایا کے خیال سے اس کے خلاف بغاوت کی اور اس کو شکست دی۔ سن جل کر مر گیا۔

طاکی گرفتار ہوئی اور اس کو سزائے موت دی گئی۔ لیکن اس کی خوبصورتی کا یہ اثر تھا کہ کوئی شخص اس کا سر قلم کرنے کے لئے تیار نہ ہوتا تھا۔ آخر کار وودانگ رئیس چو کے بوڑھے مصاحب طاکی گنگ نے اپنا منہ ڈھک کر اس عورت کا قصہ تمام کیا۔

سن کے وزیروں میں سے ایک کی زے نے نئی حکومت کی ماتحتی گوارا نہ کی اور کوریا چلا گیا۔ اسی وقت سے کوریا کا پتہ چلتا ہے۔ اس وزیر کا انتقال ۱۰۸۲ ق م میں ہوا۔

خاندان چو ۱۱۲۲-۱۲۲۹ ق م۔ چین کے شاہی خاندانوں میں یہ سب سے زیادہ عرصہ تک حکمراں رہا۔ اس نے نو سو سال حکومت کی اور اس درمیان میں اس میں ۲۵ بادشاہ ہوئے۔ وودانگ نے سلطنت کو ۲ ریاستوں میں تقسیم کیا اور اپنے عزیزوں اور ایسے رفیقوں میں اس کو بانٹ دیا جنہوں نے سلطنت کے حصول میں مدد دی تھی۔ آگے چل کر معلوم ہوا کہ بہ سخت ترین غلطی تھی۔ مرکزی حکومت کمزور اور ریاستیں طاقتور ہوئی گئیں۔ ایک وقت میں یہ ریاستیں بڑھ کر ۱۵۲ ہو گئی تھیں یہی چیز اس خاندان کے زوال کا باعث ہوئی۔ کنفیوشس

اسی خاندان کے آخری دنوں میں پیدا ہوا۔ اس وقت ۲۰ برسین تھیں۔
 دودا انگ نے تخت پر بیٹھ کر قیدی رہا کئے۔ تعلیم عام کی سیرکاری عہدوں
 کو وراثت سے نکال کر لیاقت پر منحصر کیا۔ اپنے باپ کی کتاب صحیفہ تغیرات پر چاہے
 لکھا۔ لیکن اس کے زمانے کی یہ کامیابی زیادہ تر بلکہ تہمتراں کے بھائی
 چونگ کی وجہ سے تھی جو اب رئیس جو ہو گیا تھا۔ اس کی تعریف اس سے زیادہ
 کیا ہو سکتی ہے کہ من سی اس نے اس کو چین کے بہترین عالموں میں سے ایک
 بتایا ہے۔ دو دوسرے کفیوشس اور فو ہیں۔ اس رئیس نے چین کی حکومت
 اور سیاست کی بنیاد قائم کی اور اپنے باپ کی کتاب پر مفصل ترین شرح لکھی۔
 ملک کو درندوں سے پاک کیا۔ و دشہرت اور جاہ طلبی سے کوسوں بھاگتا تھا
 نیکی کے علاوہ وہ کسی چیز میں بڑھنا نہ چاہتا تھا۔ ایک بار بادشاہ نے کچھ مناسب
 بات کہی۔ اس نے فوراً گرفت کی۔ بادشاہ نے کہا میں تو مذاق کرتا تھا رئیس نے
 جواب دیا بادشاہ کو مذاق روا نہیں۔ اس کا فعل و قول تاریخ میں شمار ہوتے
 ہیں اور لازوال ہو جاتے ہیں۔ اس کے قول کو لوگ نقل کرتے ہیں۔ اس کے مقول
 اشعار میں بانہے جاتے ہیں۔ بادشاہ کو مذاق کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ اسی
 رئیس کے متعلق روایت ہے کہ اس نے قطب نما ایجاد کیا اس نے آداب حکومت
 پر ایک کتاب چو کی کے عنوان سے لکھی۔ پروفیسر برتھ کا خیال ہے کہ قوم کو
 تربیت یافتہ بنانے کے لئے یہ کتاب دنیا کی ساری کتابوں پہاں تک کہ بائبل
 سے بھی افضل ہے اس میں مخلوق کو ۹ پیشوں میں تقسیم کیا ہے۔ ۱۔ زمیندار
 ۲۔ باغبان یا کاشتکار۔ ۳۔ آرکس یا جنگل میں لکڑی کاٹنے والے ۴۔ چرواہے
 ۵۔ کارگر اور اہل فن۔ ۶۔ بیوپاری۔ ۷۔ گریہتی عورتیں ۸۔ ملازم اور ۹۔ وہ
 جن کے پیشے معین نہیں ہیں۔ اسی کتاب میں حکومت کے اصول اساسی بھی ہیں

اورچھ وزارتوں کا بالتفصیل ذکر ہے جو یہ ہیں:-
 ۱۔ آسمانی منڈارن یا حکومت کے تمام شعبوں کا معائنہ اور شاہنشاہ
 وزارتِ وزیرِ اعظم کے متعلق تمام انتظامات کا تعلق اس وزارت سے
 متعلق قرار دیا گیا۔

۲۔ ارضی منڈارن یا رعایا کا سارا انتظام اس کے ذمے تھا۔ شادی
 وزارتِ وزیرِ داخلہ کا انتظام بھی اس محکمے کے تحت میں تھا اور اس کا
 فرض تھا کہ عورت کو ۲۰ سال اور مرد کو ۲۰ سال
 کے بعد تک غیر شادی شدہ نہ رہنے دیا جائے
 تعلیم وغیرہ بھی اس کے ماتحت تھی۔

۳۔ موسمِ بہار کا منڈارن یا یہ تمام مذہبی آداب کا ذمہ دار تھا۔
 وزارتِ وزیرِ امورِ مذہبی

۴۔ موسمِ گرما کا منڈارن یا مقصد ظاہر ہے۔
 وزارتِ وزیرِ جنگ

۵۔ موسمِ خزاں کا منڈارن یا سنز اور جزا کی ذمہ داری اس
 وزارتِ وزیرِ عدل و انصاف محکمہ کے تعلق میں تھی۔

۶۔ موسمِ سرما کا منڈارن یا اس کا کام سرک پل نہر وغیرہ بنانا تھا۔ یہ آجکل
 وزارتِ وزیرِ فوائد عامہ ہمارے ہاں کے پی ڈبلیو ڈی کے محکمہ کے مافوق
 تھا۔

اس نظام کی اس سے زیادہ کیا تعریف ہو سکتی ہے کہ سترہ لاکھ تک چین کی
 حکومت بالکل اسی طرح چلتی رہی اور سترہ لاکھ میں بھی صرف ایک وزارت خارجہ
 کا اضافہ کیا گیا ورنہ اور سب دستور بالکل وہی رہا
 (۱) صفحہ ۵۵ پر۔

۱۰۰۲ ق م میں شاہنشاہ چووانگ نے شکار کے سلسلے میں رعایا کے کھیتوں کو روند ڈالا۔ اس کی سزا اس کو یہ دی گئی کہ دھوکے سے لوگوں نے اس کو بیچ دیا میں غرق کر دیا۔ اس کے بعد سوہ وانگ تخت پر بیٹھا (متوفی ۹۴۷ ق م) اس نے اپنی گاڑی اور آٹھ گھوڑوں کی مدد سے اس وقت کی دنیا کا کونا کونا چھان مارا اس کے سفر نامے میں ایک شاہزادی سے ملاقات کا بھی ذکر ہے۔ طاؤیت کے پیروں نے اس کی تفصیل لکھی ہے کہ کس طرح وہ ملکہ اپنے کو ہستانی باغوں میں رہتی تھی۔ وہاں موتیوں کی جھیل تھی اور گل حیات اگتا تھا اس کے باغوں کے پھرے دارجن تھے وغیرہ وغیرہ بعض مصنفین نے اس ملکہ کو ملکہ بلیس بتایا ہے لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ یہ قصہ تو قصہ بکاوی سے بہت ملتا جلتا معلوم ہوتا ہے۔

۷۸۱ ق م میں بووانگ تخت پر بیٹھا۔ اس کی طبیعت پر نسوانیت غالب تھی اپنی ایک داشتہ پاؤزے کی خاطر ملکہ اور ولیعهد کو ملک بدر کر دیا۔ پاؤزے محض تقریباً اکثر خطرے کی مشعلیں جلوایا کرتی تھی جس کو دیکھ کر سارے رئیس مخالفانہ حملے کی خبر سمجھ کر اپنی اپنی فوجیں لے کر بھاگتے تھے۔ اور محل پر پہنچ کر معلوم ہوتا تھا کہ یہ تو محض مذاق تھا۔ ایک بار واقعی دشمن آن پہنچا۔ مشعلیں روشن کی گئیں لیکن دھوکا سمجھ کر کوئی مدد کو نہ آیا چنانچہ شاہنشاہ قتل کر دیا گیا اور پاؤزے قید ہوئی اور قید ہی میں اس نے خودکشی کر لی۔

خاندان چو کی حکومت دن بدن کمزور ہوتی جاتی تھی۔ یوں کہنے کو شاہنشاہ

نوٹ صفحہ ۱۵۷: کل ملا کر یہ نظام تین ہزار تین سو سال تک قائم رہا۔ دنیا کا کوئی اور نظام اس کے برابر نوکبا اس کے عشر عشر مدت تک بھی قائم نہ رہا ہو گا۔

۱۱۔ یعنی لاؤزے کا مذہب جس میں طاؤ کا فلسفہ ہے تفصیل دوسری جگہ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳۶

ضرور ہوتا تھا لیکن ماتحت ریاستوں کی طاقت شاہنشاہ سے کہیں زیادہ ہو چکی تھی۔ ۶۸۵ء سے ۵۹۱ء ق م تک کا زمانہ "قائدین خمسہ" کا زمانہ کہلاتا ہے۔ کیونکہ یہ پانچ رئیس ہی اصل میں یکے بعد دیگرے ملک کی اہم ترین ہستی ثابت ہوئے۔

۱۔ ریاست سہی کارئیس ہوان ۶۲۳-۶۸۵ ق م اس کا وزیر کو ان نے بہت لایق اور مالیات کا ماہر تھا۔ اس نے سب سے پہلی بار لوہے اور نیک پرنکس لگایا۔ خود رئیس بھی بہت مردم شناس اور ذی ہوش حکمراں تھا۔ لیکن آخری وقت اس کے بیٹے اس کو مرنے چھوڑ کر وراثت پر لڑنے میں مشغول ہو گئے اور اس کی لاش گئی پہنچنے سے دفن کئے رہی۔

۲۔ ریاست سنگ کارئیس سبا نگ - ۶۳۷-۶۵۰ ق م

۳۔ ریاست سن کارئیس وین: ۶۲۸-۶۳۶ ق م اس نے بہت مصیبتوں کے بعد ترقی کی۔ ایک وقت میں اس کی حالت یہ ہو گئی تھی کہ وہ بھیک مانگ کر گزارا کرتا تھا ایسے ہی ایک موقع پر ایک بدمزاج شخص نے بجائے خیرات کے اس کے ہاتھ میں مٹی ڈال دی۔ اس نے نہایت ادب سے اس کو لے لیا اور کہا کہ "مٹی کی خیرات تو بہت سعید ہے۔ یہ توفیق کی خوشخبری ہے" چنانچہ وہ ریاست

(۱)۔ اسلامی تاریخ میں بھی ایک ایسا ہی واقعہ ہوا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں سمرقند میں فتوحات عجم کے سلسلے میں مسلمانوں نے قادیسیہ پر چڑھا دی کی۔ قادیسیہ عراقی عرب کا مشہور شہر تھا۔ گواب ویران ہے۔ اس کو مدائن کے متصل سمجھنا چاہیے۔ مسلم فوجوں کے سردار حضرت سعد ابن وقاص نے جنگ سے پہلے عاصم کو یزدجرد ابن کسریٰ بن ارد شیر شاہ ایران کے دربار میں بطور ایلچی بھیجا۔ عاصم نے بے دھرمک ہو کر تقریر کی اور شاہ کو دعوت اسلام دی۔ یزدجرد نے غصہ میں آ کر تکلیف اور تذلیل کی خاطر عاصم پر مٹی کے بوسے

جو کے خلاف کامیاب ہوا۔

۴۔ ریاست سی ان کارکیس ۶۲۱-۶۵۹ ق م اور

۵۔ ریاست چو کارکیس چانگ ۵۹۱-۶۱۳ ق م

لیکن اس کے اندر تفریق ہی کے زمانے میں چین میں ایسے ایسے فلسفی پیدا ہوئے کہ ایک حد تک سیاسی تنزل کا نعم البدل ہو گئے۔ یعنی لاو زے اور کنفیوشس۔ ان کے حالات اور فلسفہ کسی اور جگہ تفصیل سے دیا گیا ہے۔

کنفیوشس سے خاندان طانگ تک

چوتھی صدی قبل مسیح کے بعد سے چین کی تاریخ تفصیل کے ساتھ محفوظ ہے کیونکہ اسی صدی کے مورخ زے ماکیانگ نے اس زمانے کے نہایت مفصل حالات لکھے ہیں۔ جو خاندان کا آخری وقت آچکا تھا۔ ماتحت ریاستیں خصوصاً ریاست

صفحہ ۵۹ کا بقیہ۔ لدو کران کو دربار سے نکلوا دیا۔ اس کو مسلمانوں نے نیک ٹگون سمجھا۔ اور مٹی کو تختہ ہانا گویا فتح کا پیش خیمہ خیال کیا۔ چنانچہ ہوا بھی یہی اور بزدل و جرد کی افواج کی زیادتی کے باوجود مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

کچھ عرصے کا ذکر ہے مسلم آؤٹ لک انگریزی اخبار لاہور سے نکلتا تھا جنگ عظیم کے بعد سرکل ٹن Claryton عرب کے سفیر مقرر ہوئے تو اخبار مذکور نے گلے ٹن کے جزوی معنی (کلی یعنی مٹی اور ٹن ایک وزن ہے جو تقریباً ساڑھے ستائیس من کے برابر ہوتا ہے گویا ایک ٹن مٹی) لگا کر ان کے نفیر کو عرب کے سے قال نیک بتایا تھا۔

سن حاوی ہوتی جاتی تھی۔ اسی زمانے میں من سی اس پیدا ہوا (متونی ۲۸۹ ق م) اس کے علاوہ بھی کئی ایک بڑے فلسفی اس زمانے میں ہوئے۔

خاندان چوکا آخری تاجدار نان وانگ (۲۵۶ - ۲۱۲ ق م) تھا لیکن یہ برلے نام تھا اس کے انتقال کے بعد ریاست سن نے اس کے وارث کو قید کر لیا اور سات سال تک بد امنی رہی جس کے بعد شاہنشاہیت سن خاندان میں منتقل ہو گئی۔

خاندان سن (۲۱۰ - ۲۲۹ ق م) اس کے پہلے شاہنشاہ چیانگ ریائنگ انک نے نو پووی کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ یہ شروع میں تاجر تھا پھر انشا پرداز ہوا اور اس میں یہ کمال پیدا کیا کہ کوئی اس کے برابر نہ پہنچ سکا۔ پھر وہ وزیر ہو گیا۔ وزارت کی حالت میں اس کی ملکہ سے آشنائی ہو گئی جس کا نتیجہ شاہزادہ چینگ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ شاہنشاہ نے وزیر کو تو نکال دیا لیکن شاہزادے کو مقبے کر لیا جو شاہنشاہ کی وفات کے بعد ۱۳ سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ (۲۲۱ ق م) اور چے ہوانگ طی کا لقب اختیار کیا۔ غالباً یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ فی الحقیقت وہ چین کا پہلا شاہنشاہ تھا۔ اس نے اشوک کی طرح (جس کا وہ ہم عصر بھی تھا) ملک اور حکومت کو مضبوط اور متحد کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی یہاں تک کہ مذہب میں بھی یکجہلیت پیدا کر دی۔ ماتحت ریاستوں کا نظام توڑ کر تمام ملک ایک شاہنشاہ کے ماتحت کیا گیا۔ اس کی بڑائی میں کسی کو شبہ نہیں اگرچہ اس کے خلاف کینوشیوں نے اسی قدرے دے مجائی ہے جتنی کہ اشوک کے خلاف برہمنوں نے لگا رکھی تھی۔ تین باتیں اس نے ایسی کیں جو کسی سے نہ ہوئی تھیں۔ اول یہ کہ سارے ملک کو ایک کر کے اس کا ایک نام چین رکھا اور ساری ریاستوں کو مکلاً فتح کر کے اس کا پہلا شاہنشاہ ہوا۔ دوسرے یہ کہ شمالی تاناریوں کے حملوں سے بچنے

کے خیال سے مشہور دیوار چین کی بنیاد ڈالی۔ یہ دیوار سینگ طین کی نگرانی میں بنائی گئی اور صرف یہی نہیں بلکہ اور سینکڑوں تعمیری کام کئے گئے۔ بے شمار پل، سرطکیں، محل اور مینارے بنوائے گئے۔ تیسرے یہ کہ اس نے اپنے زمانے میں تمام پرانی تاریخوں اور دیگر کتابوں (سوائے علم جوش، طب اور زراعت کی کتابوں کے) کو جلوا دیا۔ اور مورخین کو جن کی تعداد ۴۶۰ بتائی جاتی ہے مرواڈالا کنفیوشس کی کتابوں کی خاص طور سے تلاش ہوتی تھی اور ضائع کی جاتی تھیں اس کے متعلق مختلف آراء ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ یہ چاہتا تھا کہ آئندہ نسلیں اُسی کو چین کی حکومت اور تہذیب کا بانی سمجھیں۔ لیکن یہ محض ہتان ہے، کیونکہ سوائے تاریخ اور رسومات کے اور قسم کی کتابیں نہیں جلای گئی تھیں۔ اصلیت یہ تھی کہ چین اس قدر قدامت پرستی میں مبتلا تھا کہ نئی ناممکن نہیں تو بے حد مشکل ضرور تھی۔ بات بات پر قدما کی مثال، اسلاف کی پیروی اور بے شمار رسوم و قیود کا مقابلہ تھا۔ اور یہ ایک الوا العزم اور بڑھتی ہوئی طبیعت کے سخت خلاف پڑتا تھا سب سے زیادہ یہ کہ کنفیوشی تعلیم ماتحت ریاستوں کی حامی تھی اور سیاسی نقطہ نظر سے ان کا وجود مرکزی حکومت کے لئے گویا پرہیزگار موت تھا جبکہ قانڈان جو کے تجربے سے ظاہر ہو چکا تھا سچے ہوانگ ملی نے ریاستی نظام کا خاتمہ کیا اور چونکہ لوگوں نے گذشتہ کتابوں کی بنا پر اس پر اعتراضات کی بوچھاڑ لگا دی اس لئے اس نے وہ ساری کتابیں ہی فنا کرنے کی ٹھان لی جن کی وجہ سے یہ ساری

۱۱) ۲۲۸ سے ۲۱۰ ق م میں بنی۔ یہ ۱۴ سو میل لمبی ہے۔ اس کی ٹیپ اینٹوں یا پتھروں کی ہے اور درمیان میں مٹی بھری ہوئی ہے۔ اوسط اونچائی ۲۰ فٹ ہے۔ اس کے اوپر ۱۳ فٹ چوڑی سڑک ہے۔ سو سو گز پر اس دیوار پر مینار بنے ہوئے ہیں۔

خوابیاں تھیں۔

چھ ہوانگ طی کے بعد اس کا چھوٹا لڑکا تخت پر بیٹھا۔ یہ بالکل ایک خواجہ سرا کے ہاتھ میں تھا اسی کی بدولت تین ہی سال میں شاہنشاہ کو زندگی اور اس کے ساتھ اس کے خاندان کو سلطنت سے ہاتھ دھونا پڑا۔

خاندان ہان ۲۱۰ ق م سے ۲۲۰ء تک۔ صوبہ کیانگ کے ایک معمولی سپاہی لیو پانگ نے ہمت اور دیانت داری سے اپنے گرد ہمدرد اکٹھے کیے اور کوہو سے شادی کر کے دولت بن خاندان کی تباہی کے وقت اس نے دور اندیشی اور ہمت سے کام لیا اور بالآخر شاہنشاہ بن بیٹھا اور ہان خاندان کی بنیاد ڈالی جو چار سو برس قائم رہا اور جس میں ۳۲ بادشاہ ہوئے۔ لیو پانگ المعروف بہ کاؤزو کے بعد اس کی بیوہ نے تخت کے وارث یعنی اپنے بیٹے کو کال باہر کیا اور خود بلا شرکت غیر سے ملکہ بن کر ۱۶ سال حکومت کی۔ چین کی تاریخ میں یہی ایک عورت ہے جس نے جائز ملکہ کی حیثیت سے حکومت کی۔

اس خاندان کا چھٹا بادشاہ ووطی (۸۷-۱۲۰ ق م) بلاشبہ بہت بڑا بادشاہ ہوا ہے۔ وہ علم و ادب کا عاشق تھا۔ شروع میں کنفیوشی اور پھر طاؤنڈیب کا دلدادہ رہا۔ زیارت گاہوں کے جلوس خاص طور پر منظم کئے۔ لیکن اس کی اصلی بزرگی تو یہ تھی کہ مغرب کی طرف سے ہن قوم کے حملوں کا سدباب کیا بلکہ اپنی حکومت اس جانب اور خوب بڑھائی۔ اس کے زمانے میں گزشتہ بد نظمی اور کنگالی کی جگہ قانون کی پابندی اور افراط نے لی۔ ظلم اور بے لگامی کی ایجاد اگرچہ بن خاندان کی تھی لیکن ان کا استعمال ہان خاندان نے کیا۔ اسی زمانے میں لغت پر بھی پہلی کتاب لکھی گئی۔ علم و ادب کی قدردانی کی مثال یہ ہے کہ ۱۸۰ء میں ایک دو تہمند شخص نے مشہور مصنف پانگ سنگ کو اس شرط پر ایک لاکھ نقد دینے کا وعدہ

کیا کہ وہ اپنی کسی کتاب میں کسی طرح اس شخص مذکور کا نام بھی لے آئے لیکن ہانگ سنگ نے جواب دیا کہ "میری کتاب میں ایسے آدمی کا ذکر جس کے پاس سولے روپیہ کے اور کچھ نہیں ایسا ہی غیر مناسب ہو گا جیسے پنجرہ میں ہل"۔ اسی زمانے کے لگ بھگ امیر زاو نے دہشتوں کی چھال، روئی اور پھٹے کپڑوں سے کاغذ بنایا۔ اغلباً ہیرو جی تھی کہ لکھنے پڑھنے کو اس زمانے میں اس قدر عروج ہوا۔ مردوں کے علاوہ کم از کم ایک عورت مسماہ پان چاؤ نے بھی اس زمانے میں ادب اور تاریخ نویسی میں کمال حاصل کیا اس کی تصانیف سے تاریخ پان اور اسباق النساء یادگار ہیں۔

۱۵۷۷ء میں خاندان کی ایک شاخ مشرق میں چلی گئی۔ اس شاخ کے قائد نے شاہنشاہ سے لڑائی کی اور خود شاہنشاہ بن گیا۔ اس زمانے کا نہایت اہم واقعہ یہ ہے کہ بدھ مت پہلے پہل چین میں داخل ہوا۔ شاہنشاہ مینگ طی (۱۳۶۱-۱۳۶۸ء عیسوی) نے اپنے ایک خواب کی تعبیر میں ۱۸ آدمی سا کاٹنی کے پاس بدھ مت لکھنے کے لئے بھیجے۔ وہ وہاں سے مع دو ہندوستانی مبلغوں کے ساتھ میں واپس آئے۔ اور دارالسلطنت میں ایک مندر بنایا۔ آخر میں پان خاندان بھی خواجہ سراؤں کی سازشوں سے کمزور ہوتا چلا گیا اور ختم ہو گیا۔ اور ملک پر طوائف اللو کی اور بد نظمی چھا گئی۔ اور یہی صورت چار سو سال تک رہی (۹۱۸-۱۳۲۰ء) اس دربان میں مختلف خاندان مثلاً مغربی سن، شمالی سنگ، سی، لیانگ اور سوئی بیکن قت شاہنشاہیست کے دعویٰ دار تھے۔ حسن خاندان کے آخری امجدار کی دہشتہ نے پہلی بار عورتوں کے پاؤں باندھنے اور اس طرح اس کو چھوٹا کرنے کا حکم دلوایا

۱۶۔ اس کے متعلق مختلف روایتیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس عورت کا خود پاؤں قدرتی طور پر بہت ہی چھوٹا تھا اس لئے اس عیب کو عیوب کی فہرست سے (باقی صفحہ ۱۶۵ پر)

(۱۸۵۷ء)۔ لیانگ کے بادشاہ نے بدھ مت اختیار کیا اور سزائے موت موقوف کر دی۔ یہ تاریخ عالم میں پہلی مثال ہے کہ سزائے موت قانوناً موقوف کی گئی۔ اسی بد نظمی اور کشت و خون کے زمانے میں بدھ مت برابر ترقی کرتا چلا گیا۔ اور یہی زمانہ تھا جبکہ چین کے بدھ زائرین ہندوستان گئے اور اپنے سفر نامے لکھے جو تاریخی حیثیت سے بہت عجیب چیزیں ہیں :- ان میں سے پہلا فاہیان تھا جو ۶۲۹ء میں چین سے چلا اور ۱۵ سال ہندوستان و لنکا میں گھوم پھر لرجاوا کے راستے واپس چین گیا۔ گوتم کی جلے پیدائش کپل دستو اسی نے دریافت کی۔ ۱۸۷۱ء میں ہندوستان گیا لیکن اس کے تفصیلی حالات نہیں ملتے۔

ہیون سانگ ۶۲۹ء میں ہندوستان پہنچا۔ اس نے تاریخی معلومات کا ایک بڑا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے اسی طرح ہندوستان سے بھی پجاری چین میں آتے رہے۔ ان میں سے سب سے اہم، ہستی بودھی دھرمائی ہے جو گوتم کا ۲۸واں خلیفہ تھا یہ ۶۲۶ء میں چین پہنچا اور شمالی بدھ مت کا بھامنت بن گیا۔ اس وقت سے اب تک یہ عہدہ چلا آتا ہے۔

صفحہ ۶۴۷ کا بقیہ) نکالنے کے لئے اس نے ایسا حکم دلوایا۔ بعض کی رائے ہے کہ حکم نہیں دیا گیا بلکہ خود ملک کی عورتوں نے ملکہ کا تنبیغ کرنا شروع کر دیا۔ بعض کا خیال ہے کہ حکم باقی نہیں بلکہ چھوٹا پاؤں ہو جانے کے بعد جو نقش قدم کو سوسن کے پھول سے مشابہت ہو جاتی ہے یہ خوبصورتی حاصل کرنے کی خاطر فیشن کی دلدادہ عورتیں پاؤں باندھنے لگیں اور پھر یہ رسم عام ہو گئی۔ اکثر یہ کہتے ہیں کہ عورتوں بے جہریوں کا اس میں ہاتھ نہیں۔ یہ تو مردوں کا ظلم ہے، کیونکہ وہ عورتوں کی حرکت کو ہر ممکن طریقے سے محدود کرنا چاہتے تھے۔

(۱) صفحہ ۶۷۷ پر۔

خاندان طانگ سچا خاندان منگ تک

سوی خاندان کے آخر تاجدار کو جرنیل کا وٹو نے قتل کر کے تخت پر قبضہ کیا اور خاندان طانگ کی بنیاد ڈالی۔ نو سال حکومت کر کے وہ اپنے بیٹے کے حق میں دست بردار ہو گیا (۱۲۳۷ء)

طائی سنگ ۶۵-۶۶ء کی شہرت تخت پر بیٹھنے سے پہلے ہی خوب تھی اور سچ یہ ہے کہ اس نے اپنی نیک نامی کو کما حقہ قائم رکھا۔ یہاں تک کہ چین اور چینوں کو اس کے نام پر فخر ہونے لگا۔ بیرونی مذاہب کے ساتھ اس نے نہایت رواداری برتی، بلکہ ان کی مدد کی (۱۲۳۷ء میں ایران سے نکلے ہوئے زردشتی وہاں پہنچے اور ۱۲۳۷ء میں اسلام کے مبلغ بھی دارالسلطنت میں پہلے پہل داخل ہوئے) روایت ہے کہ اس اولین وفد اسلام میں آنحضرت رسول عربی کے ماموں بھی تھے۔ ۱۲۳۷ء میں عیسائی پادروں کے آنے کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اس وقت کے دارالسلطنت سی آن قو میں چین کی پہلی مسجد تقریباً ۱۲۳۷ء میں بن گئی تھی۔

دوسرے مذاہب کے آنے کی وجہ سے اور خود اپنی طبیعت کے رجحان کی وجہ سے بھی شاہنشاہ نے علم و ادب کو بہت ترقی دی۔ اسی طرح تمدنی اصلاحات

صفحہ ۶۵ کا نوٹ، (۱) چائے کی ابتدا کے متعلق روایت ہے کہ ہاتما بودھی دھرمارات بھر جاگ کر دھیان گیان کرنا چاہتے تھے، لیکن نیند سنانی تھی۔ لہذا انہوں نے اپنی پلکیں کاٹ کر پھنیک دیں جو چار کی جھاڑیاں بن گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ چار پینے سے نیند کم ہو جاتی ہے۔ (۱) صفحہ ۶۸ پر ملاحظہ

بھی ترقی پذیر رہیں۔ قانون فوجداری کی ترمیم ہوئی۔ اس کی تصنیف ”آئینہ مطلقاً“ میں سیاسیات پر بہت علمی بحث ہے۔ اس شاہنشاہ کی وفات پر تمام ملک پر اُداسی چھا گئی۔ اپنے تو اپنے اغیار تک نے رنج و غم کی زیادتی سے خنجر دوس سے اپنے آپ کو لہو بہان کر لیا اور شاہنشاہ کا جنازہ اپنے خون سے رنگ دیا۔

اس کے بعد پھر وہی تنزل کی رو چلی کاؤ سنگ بالکل زن مرید نکلا اور اس کے زمانے میں اس کی ملکہ دُور ہو ہی حکومت کرتی رہی۔ اسی ملکہ کے جرنیلوں نے کوریا فتح کیا۔ اور خن والوں کو شکست دی۔ شاہنشاہ کی وفات پر اس نے جائز وارث کو الگ بٹھایا اور خود مختاری سے حکومت کرنے لگی لیکن ۵۰ء میں چوچی سازش کی مدد سے مظلوم شاہزادہ چنگ سنگ شاہنشاہ بنا دیا گیا اور ملکہ گردی ختم ہوئی۔ لیکن سہ بہر میں کہ رسیدیم آسمان پیدا ست ماں کے اثر سے نکلا تو یہ شاہنشاہ بیوی کے دباؤ میں آگیا۔ سناٹہ میں وہ اور ایک سال بعد اس کی ملکہ ختم ہوئی۔

۱۳۷۱ء میں شاہنشاہ ہوانگ سنگ نے اپنی فوجیں مغرب میں تاناریوں اور بڑھتے ہوئے عربوں کے خلاف بھیجیں اور غالباً یہ پہلا موقع تھا کہ چینی فوجیں اسلام کی فوج سے ٹکرائیں ۱۳۷۱ء میں شاہنشاہ سونگ کے زمانے میں اس کا ایک سرچرٹھا امیر اوٹوشان باغی ہو گیا اور حکومت کو ناک چنے چو او بیچنیوں کو مسلمانوں کی تلوار کی تیزی یاد تھی۔ جب ان سے خود کچھ نہ بن سکا تو شاہنشاہ نے خلیفہ منصور کے پاس سفیر بھیجا اور مدد کا طالب ہوا۔ خلیفہ نے دس ہزار مسلمانوں کا

صفحہ ۱۶۶ کا نوٹ (۱)۔ یہ اور اس سے آگے مسجد کے متعلق بیان مسٹر گوین کا ہے۔ دوسری جگہ تفصیل سے یہ بحث کی گئی ہے: صفحہ ۱۲۰

فلسفہ یہ ہے کہ انسان خلقی طور پر ناپاک اور بد ہے اور اچھے کرم اور نئی جون بدل بدل کر نیک ہوتا ہے۔) کے بین بین ہے۔ مصوری میں بھی دوطاؤزے ای زمانے میں ہوا جو چین کا سب سے بڑا مصور مانا جاتا ہے۔ تجارت ترقی پر تھی۔ عرب تاجر ہندوستان اور ملایا سے بڑھ بڑھ کر چین میں جا جمے تھے۔ ابن دہاب کا نویں صدی عیسوی کا سفر نامہ چین اس وقت کے چین کے حالات پر تاریخی روشنی ڈالتا ہے۔ چینی شاہنشاہ خود بھی سیاسیات عالم سے بے خبر نہ تھا جو اس کے قول سے بھی ظاہر ہے۔ دنیا میں پانچ بڑے بادشاہ ہیں اس نے کہا پہلے بادشاہ عراق (یعنی خلیفہ) جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ دوسرے بادشاہ چین جو مخلوق کا بادشاہ ہے۔ تیسرے بادشاہ ترکستان جو خوشیوں کا بادشاہ ہے چوتھے بادشاہ ہند جو ہاتھیوں کا جنگلوں کا بادشاہ ہے۔ اور پانچویں بادشاہ روم جو مہذب آدمیوں کا بادشاہ ہے۔“

خاندان ٹانگ کے بعد ۹۶۰ء تک پانچ مختلف خاندانوں نے حکومت کی اور بالآخر ۹۶۰ء میں سپہ سالار اعظم چاو کو ٹانگ بن کو شاہنشاہ بنا لیا گیا جس سے ٹانگ خاندان کی بنیاد پڑی۔

خاندان ٹانگ ۹۶۰ء سے ۶۱۷ء۔ اس میں ۸ بادشاہ ہوئے ۶۱۷ء تک تو یہ بادشاہ سارے ملک پر حکم را رہے لیکن اس کے بعد دریا بے تنگ سی کیا ٹانگ نے جنوب ہی میں ان کی حکومت محدود ہو گئی۔ کیونکہ شمال کا حصہ تاتاریوں نے فتح کر لیا۔ اس خاندان کی ابتدا ہی میں شمال میں ختن کے تاتاریوں نے ستانا شروع کر دیا تھا چینی حکومت نے ان کو خرچ دینا منظور کر لیا اور انہوں نے اپنے خاندان کا نام لیا و بمعنی آہنی رکھا اور ملک کا نام بھی یہی رکھ کر لیا و ٹانگ میں رہنے لگے۔ ان کے بعد شمال کے دوسرے قبائل نے دق کرنا شروع کیا تو شاہنشاہ

نے ۱۱۲۶ء میں اور قبیلے کے تاتاریوں کو اپنی مدد پر بلا کر شمالی دشمنوں کو بھگا دیا لیکن یہ بلائے ہوئے تاتاری اس پر بس کرنے والے نہ تھے۔ انہوں نے ختن کے تاتاریوں کو شکست دے کر پھر خود شاہنشاہ کی طرف رخ کیا۔ اور ۱۱۲۷ء میں شمالی ملک کے مالک بن بیٹھے۔ اور لیاؤ کے مقابلے پر اپنے خاندان کا نام کم یا کن بمعنی 'طلائی' رکھا کیونکہ وہ کہتے تھے کہ وہ ہے کوزنگ ملک جاتا ہے اور سونا اس سے محفوظ ہے۔ لیکن کچھ ہی عرصے بعد چنگیزی طوفان پہلے شمالی اور پھر سارے چین پر چھا گیا۔ چنگیز خاں (۱۱۶۲ء سے ۱۲۲۶ء) سے ہی چین فتح کرنے کے منصوبے کاٹھ رہا تھا۔ ۱۲۱۹ء اور ۱۲۱۳ء میں اس کا یہ مقصد پورا ہوا اور شمالی ممالک میں ۹۰ شہروں کو اس نے تہس نہس کر دیا۔ اسی درمیان میں سناروں کے نامساعد مجموعے سے خائف ہو کر وہ لوٹا اور ابھی سفر ہی میں تھا کہ صوبہ شان سی میں ۲۷ اگست ۱۲۲۷ء کو فوت ہو گیا۔ اب اس کے بیٹے اوگدائی نے کشت و خون اور فتح و ظفر کا کام سنبھالا۔ ۱۲۳۱ء میں اس نے شمالی چین کے کم بادشاہ کو ختم کیا لیکن اسی سال خود بھی فرشتہ اجل کا شکار ہو گیا۔ اس کے بعد منگو خاں نے تاتاریوں کی باگ اپنے ہاتھ میں لی جو طولی خاں پسر چنگیز خاں کا بیٹا تھا۔ اس نے باپ دادا کی ردائیں کو تاحیات (متوفی ۱۲۵۹ء) مضبوطی سے قائم رکھا۔ اس نے جنوبی چین پر لشکر کشی کی اور فتح تقریباً ہو چکی تھی کہ وہ مر گیا اور اس کی جگہ اس کا چھوٹا بھائی کبلائی خاں تاتاریوں کا بادشاہ ہوا۔

خاندان سینگ کے زمانے میں دو ایسی ہستیاں بھی چین میں ہوئیں جن کا نام ہمیشہ چین میں زندہ رہے گا۔ وانگ آن شی ۱۰۲۱ء سے ۱۰۵۶ء جس کو موجودہ 'اشتر اکیت' کا جد اول کہا جاسکتا ہے۔ اس نے ابتدا پر بیوہ تعلیم کی اصلاح سے کی اور دنیاوی معنی عبارتوں کی بجائے بچوں کو تاریخ، جغرافیہ، سیاست اور تمدن

کے رسالے پڑھانے کی کوشش کی۔ اپنی غیر معمولی لیاقت کی وجہ سے وہ وزیر سلطنت ہو گیا اور وہاں حکومت کے متعلق اپنا نظریہ عملاً ملک کے سامنے پیش کیا اس کے نظریہ کی جریدہ تھی کہ وہ شاہنشاہ کا فرض یہ سمجھتا تھا کہ رعایا قوت لایوت اور زندگی کی دیگر ضروریات سے محروم نہ رہنے پائے۔ اس کا خیال تھا کہ حکومت کو ملک کے سائے کاروبار صنعت و حرفت اور زراعت کو اپنے ہاتھ میں لے لینا چاہیے۔ تاکہ کاربگروں اور مزدوروں کی ضروریات زندگی کا فراہم ہونا یقینی ہو جائے اور سرمایہ داران کو بیس نہ سکیں۔ اس نے عدالتیں مقرر کیں تاکہ تمام ملک میں شرح مزدوری و شرح اجناس روز بروز معین ہوتی رہیں۔ ٹیکس صرف سرمایہ داروں اور رئیسوں سے لیا جاتا تھا۔ غزا اس سے باطل بری تھی۔ حکومت کو بہت بڑی رقم ضعیف العمری کے وظیفوں اور بے کاروں اور ابا بچوں کے روز بنہ پر خرچ کرنی پڑتی تھی۔ اس کے مقابل میں ہر گھر اور ہر فرد گویا شاہنشاہ کی فوج تھی۔ کیونکہ اگر ایک گھر میں دو مرد فوجی ملازمت کے اہل ہوتے تھے تو ایک کو بوقت ضرورت اپنے آپ کو فوجی خدمت کے لئے پیش کرنا پڑتا تھا۔ لیکن افسوس یہ نظام کچھ زیادہ دن نہ چل سکا اور موجد کی زندگی ہی میں ناکامیاب ہو گیا۔ اس کی وجوہات یہ تھیں۔

۱۔ لازمی فوجی خدمت

۲۔ سود کی مخالفت جو سرمایہ داروں کے سخت خلاف طبع ہوا۔

۳۔ زمینداروں اور سرمایہ داروں کی مخالفت

۴۔ بدقسمتی سے اس تجربہ کے درمیان ہی میں خشک سالی اور فحط پڑ گیا۔

حکومت کو خرچ ہی خرچ کرنا پڑا اور آمد ہونہ سکی۔ اس وجہ سے شاہنشاہ اور وزرا بھی مخالف ہو گئے اور یہ نظام درہم و برہم ہو گیا۔ زے ماکیانگ ۱۰۱۹ سے ۱۰۸۶ یہ قدامت پرست تھا اور اس لئے مقدم الذکر کا مخالف۔ مونخ کی حیثیت سے

علماء چین میں اس کو بہت امتیاز حاصل ہے۔ اور پانچویں صدی قبل از مسیح سے ۱۹۷۰ء عیسوی تک کی اس کی تاریخ معیاری تصنیف مانی جاتی ہے۔ سیاست میں بھی اس کا پایا بہت بلند ہے وائنگ آن شی کی ناکامی کے بعد ہی وزیر بنا یا گیا اور اس نے اپنی کوششوں سے بہت کچھ حکومت کو سنبھالا۔

ان دو کے علاوہ اور بھی کئی مقتدر علماء اور فلسفی اس زمانے میں ہوئے فنون کو ترقی ہوئی مصوری کمال کو پہنچی لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جہاں یہ ذہنی ترقیاں ہو رہی تھیں وہاں پہلی بار چین کی حکومت چینوں کے ہاتھوں سے نکل کر غیروں کے پاس منتقل ہو رہی تھی۔

خاندان یوآن یا خاندان مغلیہ: ۱۲۶۰ء سے ۱۳۶۸ء: ۱۲۶۰ء میں کبلائی خان تاتاریوں کا سردار بنا اور اس نے اور زیادہ سختی اور دلیری سے چین پر حملے شروع کر دیے۔ سنگ گو تقریباً ختم ہو چکے تھے لیکن جنوبی شاخ ہمت سے اور ۲۰ سال تک جیتی ہی رہی۔ کبلائی خان سمرقند کی سازش دبانے کے بعد ۱۲۶۲ء میں پھر جنوبی چین پر آبرسا۔ ۱۲۷۶ء میں دار السلطنت فتح ہو گیا۔ اور ۱۲۹۹ء میں وہ تمام چین کا مسلمہ شاہنشاہ ہو گیا۔ کبلائی خان نے ایک نیا دار السلطنت بسا یا جس کا نام خان یلغ رکھا جو بعد میں کبلیک مشہور ہوا۔ اور اب یکن اور جمہوریت کے

(۱) ظاہر تو یہی ہوتا ہے کہ خان یلغ سے گمرو کر کبلیک ہوا ہو گا لیکن پادری کسی Ricci کا خیال مختلف ہے۔ وہ کہتا ہے کہ چینی تاتاریوں کو ٹوکتے تھے۔ پا کے معنی شمال کے ہیں اور کم کے معنی بڑے اور عظیم کے آتے ہیں اس لئے کم پالو کا نام اس سہ کو دیا گیا۔ جس کو ایران کے مسلمان مورخین نے کم پالو یا گلیک بنا دیا۔ مغلوں کے بعد شہر یکن کے نام سے مشہور ہوا۔ پا بمعنی شمال اور کن یا کنگ بمعنی دربار (بقیہ صفحہ ۱۷۳ پر)

کے بعد سے پہن کہلاتا ہے۔ کبلائی خاں کی شان و شوکت ایسی تھی کہ تاج میں نہ ایسا کوئی بادشاہ ہوا ہے اور نہ غالباً کبھی ہوگا۔ اٹالوی سیاح مارکو پولو نے جو نقشہ اس کی حکومت کا کھینچا ہے وہ بڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی نے تمام یورپ کو چکا چوندھ کر دیا تھا اور یہی جگہ تھی جس کی تلاش میں یورپ کے سارے دربار وفد پر وفد کے تھے“ کو بھیجتے تھے۔

اس کے باوجود کبلائی خاں کو ایک ایسی ناکامی کا منہ دکھنا پڑا جس کی تلخی وہ تمام عمر نہ بھولا۔ اور وہ جاپان پر متعدد حملوں کی ناکامیابی تھی۔ گوشا ہنشاہ خود فوج کے ساتھ کبھی نہ گیا، لیکن مختلف اوقات میں تین بار اس کی فوجیں لگیں اور تینوں دفعہ نقصان عظیم اٹھا کر واپس آ پڑا۔ چین میں گو وہ بلا شرکت غیرے مطلق العنان بادشاہ تھا لیکن چینوں کے دلوں کو مسخر کرنے کی اس کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں بلکہ ۱۲۸۵ء کے بعد سے تو اغیار کی طرف سے چینوں کا جذبہ نفرت اور بڑھ گیا۔ کیونکہ اس سال سے چینوں کو اسلحہ رکھنے کی ممانعت کر دی گئی ۱۲۹۲ء میں کبلائی خاں کا انتقال ہوا اور اس کے بعد دس بارہ برس تک خود مغلوں ہی میں خانہ جنگیاں ہوتی رہیں۔ بالآخر ۱۳۰۷ء میں کبلائی کا پوتا تیمور بوآن چنگ کے لقب سے تخت پر بیٹھا۔ اس کے بعد دو تین مغل بادشاہ اور ہوئے۔ اور ہر ایک نے کوشش کی کہ چینوں کا دل موہ لیا جائے لیکن عوام

(صفحہ ۷۲، اقلیہ) اس کے مقابلے میں نانکن ہے۔ نان کے معنی جنوب کے ہیں جمہوریت کے بعد سے اسے پہن“ کہتے ہیں جس کے معنی ہن کا مل امن“۔

(۲)۔ تیمور لنگ انہیں ہے گو وہ بھی چنگیز خاں کے خاندان ہی میں سے تھا۔ اس تیمور کا سن وفات ۱۳۱۲ء ہے اور تیمور لنگ نے سن ۱۳۰۷ء میں ہندوستان پر حملہ کیا۔

میں ان غیر ملکی بادشاہوں کی طرف سے شکوک، نفرت اور دل برداشتگی بڑھتی ہی چلی گئی۔ تمام ملک بغاوت کے لئے تیار ہو گیا چنانچہ جب بدھ خانقاہ کے ایک پجاری چانگ نے مخالفت کی آواز اٹھائی تو ساری مخلوق اس کے جھنڈے کے گرد جمع ہوئی۔ باغیوں نے جنوب میں ناگن فتح کر لیا اور مشرق میں آخری منغل تاجدار شین طی کو بھی نکال باہر کیا۔ اور عوام نے اس پجاری چو لوان چانگ کو ہی شاہنشاہ تسلیم کر لیا۔

مغلوں کے زمانے میں چین میں علوم و فنون اور مذاہب کو ترقی ہوئی چینی ادب میں ناول اور نائٹ مغلوں سے ہی بھا گیا۔ طب خصوصاً جراحی میں ترقی ہوئی۔ عمل جراحی کے وقت بے ہوشی اور بے حسی کی ادویات دریافت ہوئیں تمام مذاہب کی طرف سے پوری رواداری کا برتاؤ کیا گیا۔ جن رنگ نے کفیو شس کی تعلیم کو رواج دیا۔ غیر مذاہب میں سب سے زیادہ زور عیسائی پادریوں کا رہا۔ لیکن اس کی خاص وجہ تھی۔ ۱۳ ویں صدی کے آخر میں تاتاریوں نے بغداد کی خلافت کو مٹا کر عیسائی یورپ کی خوشیوں کا بہترین سامان پیدا کر دیا تھا۔ لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ یہی فاتح مسلمان، مفتوح اسلام ہو گئے اور عراق اور شام میں ہی نہیں بلکہ قسطنطنیہ، بلقان اور پھر آگے رو کی طرح بڑھنے لگے۔ عیسائی حکومتوں کو جتنا بھی دہشت و خوف ہوتا کم تھا۔ انہوں نے متحدہ افواج کے دل بادل بھیجے لیکن مسلم تاتاریوں کے آگے کچھ پیش نہ کی یہی زمانہ تھا کہ مشرق میں چین میں بھی تاتاریوں کا ایک قبیلہ حکمران تھا عیسائی مدبرین نے لوہے کو لوہے سے لڑانے کی تدبیر سوچی اور کلبائی خاں اور اس کے دشمنوں کے دربار میں لاتعداد پادری اور سفیر بھیجنے شروع کئے اور ان کو عیسائیت کی دعوت اور تمام عیسائی یورپ کی مدد اور اتحاد پیش کیا چینی

تاریخوں نے ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا لیکن تبدیل مذہب کے متعلق ان کا کبھی بھی خیال تک نہیں ہوا۔ ان کی رواداری اور پادریوں کی دلداری محض سیاسی تھی۔ وہ غیر ملک اور غیر قوم پر حکومت کر رہے تھے۔ ان کے لئے یہ ضروری تھا کہ جس طرح بھی عوام یا اس کے کسی حصے کو طردار بنایا جاسکے بنایا جائے۔

خانہان منگ ۱۳۶۸ء سے ۱۶۴۴ء چو یو آن چانگ جس کو بھکاری بادشاہ بھی کہتے ہیں ہنگ وُو کے لقب سے تخت پر بیٹھا اور خانہان منگ کی بنا ڈالی اس نے نانگن کو دار السلطنت بنایا اور چینی تہذیب کو بہمہ تفصیل دوبارہ ابھارا شاہنشاہ کے ہل چلانے اور ملکہ کے شہوت کے درخت پوجنے کی رواجوں کو زندہ کیا۔ اس کا بیس سالہ دور ہر لحاظ سے امن وامان اور ترقی کا دو ثابت ہوا۔ ۱۳۹۸ء میں اس کی وفات پر اس کے بیٹوں کے بجائے اس کی وصیت کے مطابق اس کا پوتا تخت نشین ہوا۔ لیکن اس کے چچا بن (یعنی گزشتہ بادشاہ کے بیٹے) نے بغاوت کر کے ۱۴۰۳ء میں نانگن لے لیا اور اس کی بجائے پیکن کو دار السلطنت بنایا۔ اس نے جنوب میں کوچین چینی فتح کیا۔ اس نے دو ہزار علماء کی متفقہ کوشش سے ایک چینی بحر العلوم مرتب کرائی جس میں پانچ لاکھ صفحات تھے اس کا آخری نسخہ سن ۱۴۹۱ء کی بغاوت میں نذر آتش ہو گیا۔ اس بادشاہ کے بعد پھر وہی سلسلہ چلتا ہے جس میں کمزور اور نااہل بادشاہ خانہان کی تباہی کا باعث ہوتے ہیں۔ ان میں بعض نے سراٹھانے کی کوشش بھی کی لیکن عام انحطاط کے آگے کچھ نہ چلی۔ کوچین چینی ہاتھوں سے تھل گیا۔ سو اہویں صدی کے

۱۷) یہ بدھ خانقاہ میں بھکشو تھا۔ جن کا گذارہ خیرات پر ہوتا ہے۔ یہیں سے یہ بغاوت کے سرغننے کی حیثیت سے کھڑا ہوا اور بالآخر مغلوں سے تخت چھین لیا۔

ربیع اول میں ڈچ اور پرتگیز آئے اور کانٹن اور مکاؤ میں تجارتی کوٹھیاں کھولیں اب تک تاتاریوں کے علاوہ کسی غیر ملکی نے چین پر حملہ نہ کیا تھا لیکن ۱۵۵۵ء سے ۱۵۵۷ء میں جاپان نے تین حملے چین پر کئے۔ پھر اس کے ۲۵ برس بعد مشہور جاپانی جرنیل ہاڈے یوشی نے کوریا پر ایک غیر فیصلہ کن ساحلہ کیا۔ ۱۵۹۲ء میں پھر یہی سردار کوریا پر آیا اور چین اور کوریا کی متحد فوج کو شکست دی جس میں مفتوحین کے اڑتیس ہزار سات سو آدمی مارے گئے۔ جاپانی ان سب کے تاک کان کاٹ کر لے گئے اور کیوٹو میں ان کو دفن کر کے اس پر ایک بادگار بنایا جس کو می زکا کہتے ہیں۔

شمال میں منچو تاتاریوں کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ نور ہاچو ۱۵۹۹ء سے ۱۶۲۷ء کو تاتاری قبیلوں نے ۱۵۸۵ء میں اپنا سردار مان لیا تھا۔ ۱۶۱۷ء میں اس نے اپنی مشہور کتاب ”چینیوں کے خلاف تاتاریوں کی نفرت کے ساتھ وجوہ“ شائع کی اور اسی بنا پر چینیوں کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ اور ۱۶۲۵ء میں ایک حصہ فتح کر کے مکدن کو دار السلطنت بنایا۔ دو سال بعد وہ مر گیا اور اس کا بیٹا سنگ طے جانشین ہوا اور ”ع“ اگر پرنسپل تمام کنڈ پر عمل کیا۔

مینگ کے آخری بادشاہ کو صرف یہی ایک ڈرنہ تھا۔ سمندر کی طرف سے ۱۶۲۵ء میں انگریز وارد ہوئے اور توپوں اور فوجوں کے زور سے کانٹن پر حاوی ہو گئے۔ خود ملک میں لی۔ زے چینگ ٹو کو نے اپنا جتھہ ہٹا کر کے خوب مضبوط فوج بنالی۔ اور سارے ملک میں دھاوے مارنے شروع کر دئے بلکہ بڑھتے بڑھتے اس نے حکومت کی فوجوں کا بھی مقابلہ کیا اور ان کو ہر کر بالآخر تخت اور دار السلطنت پر حملہ کر دیا۔ جب شاہنشاہ ہر طرف سے گھریا میں آ گیا تو اس نے اپنے بال بچوں کو بلا کر سب کو ہلاک ہو جانے کی ہدایت کی اور جب

ملکہ تک نے خود کشی کر لی تو پھر خود بھی پھانسی لے لی۔ اب آئی ڈاکو کے لئے میدان خالی تھا، لیکن منگ کے وزیر ووسان کوئی نے جھٹ سے منچو تاتاریوں کو بلا بھیجا جو خوشی خوشی دار السلطنت میں داخل ہوئے اور شاہنشاہی کا اعلان کیا۔

۵ خاندان منچو

۱۶۴۴ء تا ۱۹۱۲ء

ووسان کوئی کا بلا واپس بہت بروقت تھا۔ اندھا کیا جا رہے دو انکھیں منگ کے بخوشی اور امن دامن کے ساتھ پیکن میں داخل ہوا۔ یہ مشہور فاتح نور باجو کا بیٹا اور اس وقت منچو تاتاریوں کا سردار تھا۔ منچو کم تاتاری تھے جو منگ خاندان کے زمانے میں شمالی چین کے مالک تھے اور جنہیں تیرھویں صدی عیسوی کے شروع میں چنگیز خاں نے بیخ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکا تھا۔ منگ کے بد قسمتی سے پیکن میں داخل ہوتے ہی مر گیا۔ اور اس کے بعد اس کا بیٹا شن چی چھ سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا (۱۶۴۴ء)

شن چی ۱۶۴۴ء سے ۱۶۶۱ء۔ شاہنشاہ کی نابالغی کے زمانے میں اس کے چچا اما دانگ مدار المہام رہا۔ اور اس زمانے میں ہر طرح امن و امان رہا، بلکہ مختلف بغاوتیں بھی باسانی فرو ہو گئیں۔ اس کے انتقال کے بعد شاہنشاہ نے بھی یہ روایات قائم رکھیں۔ مفتوح خاندان منگ کے طرفدار و وزیر ایک نہ ایک دعویدار تخت و تاج لا کھڑا کرتے تھے اور کشت و خون اور جنگ و جدال

کے بعد ہی اس کا فیصلہ ہوتا تھا۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ یورپی تاجرین اور پارسی
 ہنگ کے زمانے میں بڑھتے چلے جا رہے تھے، یہاں تک کہ امراء و وزراء اور
 شاہی خاندان کے بعض شاہزادے تک عیسائی ہو گئے تھے اور یورپ والوں
 کے طرفدار تھے۔ نئی حکومت میں ان کو یہ مواقع نہ تھے۔ اس لئے وہ مفتوحین
 کو بھڑکاتے اور اپنے توپ خانوں سے ان کی امداد کرتے اور لڑائیاں کرتے تھے
 مغرب میں سی وائنگ نے علم بغاوت بلند کیا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر اس کی فوج
 علماء کے زیر اثر نہ رہے اور گھر گریستی بندشوں سے آزاد ہو جائے تو
 جان توڑ کر لڑ سکے گی اور شکست نہ ہوگی۔ اس لئے اس نے پہلے تیس ہزار
 علماء کو تہ تیغ کیا اور پھر سپاہیوں کی چار لاکھ بیویوں اور غورتوں کو حلال
 کر ڈالا۔ لیکن یہ قربانی کچھ کام نہ آئی کیونکہ یہ سردار خود ہی چند روز بعد ختم ہوا اور
 اس کے بعد بغاوت ہوا ہو گئی۔

بڑی بغاوتوں کے علاوہ سمندر میں بھی طوفان بپا تھا۔ جزیرہ فاروسا
 ہالینڈ والوں کے قبضے میں تھا۔ یہاں چینگ چی ٹنگ نے اپنی طاقت جمع کر کے
 سمندری لوٹ مار مجائی اور چین کے ساحلی شہروں کا ناطقہ بند کر دیا۔ اس نے
 بیٹے کاؤسنگ بی یا کو کسنگا نے باپ سے بھی زیادہ ہاتھ پاؤں پھیلائے۔ اور
 فاروسا سے ڈچ لوگوں کو نکال باہر کیا اور اس کا خود مختار بادشاہ بن بیٹھا
 شاہنشاہ اس کے خلاف بالکل مجبور تھا اس لئے اس نے ساحلی شہروں کو
 حکم دیا کہ وہ ساحل سے دس میل کے قریب پیچھے خشکی کی طرف ہٹ جائیں۔ اور
 موجودہ شہروں کو نیست و نابود کر کے نئے شہر بنائیں۔ اس سے لوگوں کو
 سخت نقصان ہوا۔ پچھروں کی جانوں کے لالے پڑ گئے۔ بہر حال خدا خدا
 کر کے ۱۶۶۱ء میں کوکسنگا کا باپ شاہنشاہ کے ہاتھ پڑ گیا اور قتل کر دیا گیا

اس کے ایک ہی سال بعد کوکبنگا بھی مر گیا
 اغیار کی آمد روز بروز ترقی پڑتی تھی۔ پرتگال اور ہالینڈ والے تو بہت
 پہلے سے جمے ہوئے تھے۔ روسیوں نے بھی ایک عرصہ سے اپنا اثر و اقتدار
 برطھانے کی کوشش شروع کر رکھی تھی۔ اور بالآخر شمال اور شمال مغرب
 کے ایک بڑے حصے پر ان کا اثر ہو گیا تھا۔ انگریز بھی کچھ کچھ آرہے تھے
 لیکن پرتگال والے کسی اور مغربی طاقت کا آنا پسند نہ کرتے تھے۔ بہت
 کا دلائی لامہ اس زمانے میں بذات خود پکین میں آیا۔ اور اگرچہ کُبدائی خاں
 کے زمانے سے اس کو دلائی لاما کہا جاتا تھا لیکن اب شاہنشاہ نے باضابطہ
 طور پر یہ خطاب لامائے تبت کو عطا کیا۔ ٹشن چی کا انتقال بمقام ۲۴ سال ۱۶۶۱ء
 میں ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی محبوب بیوی کے انتقال نے اس کا دل
 توڑ دیا۔

کانگ سی ۱۶۶۱ء سے ۱۷۲۲ء ٹشن چی کے بعد اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا جس نے
 کانگ سی کا لقب اختیار کیا۔ اس کا عہد حکومت نصف صدی تک ہندوستان
 میں اورنگ زیب کی حکومت کا ہم زمانہ رہا۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر
 ۸ سال کی تھی، لیکن ۴۴ سال کی عمر سے ہی وہ وزارت کے سائے کاموں کو
 خود جانچنے لگا۔ آگے چل کر اس کا عہد ایسا ثابت ہوا کہ وہ چین کے بہترین
 شاہنشاہوں کا ہم رتبہ مانا جاتا ہے۔ اس کے زمانے میں مفتوح خاندان
 منگ کے وزیر ووسان کوئی کی بغاوت قابل ذکر ہے۔ کیونکہ یہی شخص تھا
 جس نے منچوؤں کو بلایا تھا۔ کانگ سی کے زمانے میں وہ جنوب مغربی اضلاع کا
 صوبہ دار تھا۔ لیکن اس قدر خود مختار کہ شاہنشاہ کی کچھ حقیقت نہ سمجھتا تھا۔ شاہنشاہ
 نے اس کی اطاعت آزمانے کے لئے اسے دربار میں بلا بھیجا۔ اس کو بھی شکوک

ہوئے اور اس نے انکار کر دیا۔ اس کے معنی کھلم کھلا بغاوت تھی جو حسب معمول جنگ کے بعد فرد ہوئی گو اس انجام کے لئے کانگ سی کو اپنی تمام قومی دلاویز کام میں لانی پڑیں، کیونکہ نہ صرف یہ کہ چینیوں کی ہمدردی و وسوسہ کوی کے ساتھ تھی، بلکہ آفات سماوی بھی اس کے خلاف پڑ رہی تھیں۔ اس طرح کہ اسی سال چین میں زبردست زلزلہ آیا جس کی وجہ سے جان و مال کا بے حد نقصان ہوا بہانہ تک کہ محل شاہی بھی برباد ہو گیا

۱۶۸۶ء میں فارموسا بھی کوکسنگا کے پوتے سے چھین لیا گیا۔ ۱۶۹۷ء میں شمال مغربی سرحد کے قابل بہر کردگی گل دن باغی ہو گئے۔ اور ان کو دوبارہ مطیع کرنا پڑا۔ اس کے علاوہ کانگ سی کا عہد حکومت کشت و خوں سے پاک رہا۔

یورپ کے عیسائیوں کو شروع شروع میں تو کانگ سی نے بہت سراہا اور بڑھایا، کیونکہ وہ ریاضی، علم الافلاک، جغرافیہ اور طب کے ماہر تھے۔ ان کے مذہب کی طرف سے بھی اس کا خیال بہت اچھا ہوتا جا رہا تھا، لیکن عیسائیوں کے آپس کے ہی تفرقے نے اس کو ان کے خلاف کر دیا۔ پہلے تو یہ کہ چینی اجداد پرستی کسی طرح نہ چھوڑنا چاہتے تھے۔ ایک عیسائی فرقہ تو یہ کہتا تھا کہ اس کے باوجود بھی عیسائی مذہب اختیار کیا جاسکتا ہے۔ دوسرا اس کے سخت مخالف تھا۔ یہی نہیں بلکہ ایک فرقہ دوسرے فرقے کی حقے الوسع تکذیب میں مشغول رہتا تھا۔ ایک بڑی بحث بھی تھی کہ خدا کو چینی زبان میں طین (یعنی آسمان ملا، اعلیٰ) کہیں یا طین چو (یعنی آسمانی عالم) یا شانگ طی (یعنی عالم مطلق) اس کے فیصلے میں شاہنشاہ نے جو کہا وہ پوپ نے منظور نہیں کیا اس پر بجا طور پر شاہنشاہ کو غصہ آیا کیونکہ اول تو چینی زبان کے متعلق پوپ کا

دخل اس کے نزدیک بے معنی تھا۔ اور دوسرے جب بغیر عیسائی ہوئے پوپ کو یہ کچھ اختیارات تھے تو عیسائی ہونے کے بعد تو گویا اس کی شاہنشاہیت بڑے نام بھی نہ رہے گی۔ غرضیکہ اسی قسم کی فضولیات کی وجہ سے چینی حکومت عیسائی نہ ہوئی ورنہ وہ بالکل تیار تھی^(۱)۔

کاتنگ سی کے زمانے میں علم و ادب کو بہت ترقی ہوئی۔ ایک کتب خانہ ۱۶۲۸ جلدوں میں لکھی گئی۔ اس کی ہر جلد میں دو سو صفحات تھے۔ خود بادشاہ نے ایک مفید حکم نامہ شین جو کے نام سے جاری کیا جس میں ۱۶۰ ہول بتائے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی شاہنشاہ نے کئی ایک اصلاحات کیں مثلاً عورتوں کے پاؤں باندھنے کی رسم کے خلاف احکامات جاری کئے۔ (گو قدیم پرست لوگ اب تک وہی کئے جاتے ہیں) معزز رین کے جنازوں پر عورتوں کی قربانی بند کی۔ یہ رسم انتہائی وحشیانہ تھی۔ گذشتہ بادشاہ شین جی کی

(۱) اسی قسم کا افسوسناک ایک واقعہ تاریخ اسلام میں بھی ہو چکا تھا۔ ایک وقت میں زار روس اسلام لانے پر بالکل تیار تھا، لیکن اس کو شراب کی بہت عادت تھی اسلئے اس نے مسلمان نمایندوں سے کہا کہ اور سب باتیں تو منظور ہیں لیکن میں شراب نہ چھوڑ سکوں گا۔ کٹ ملا صاف اکھر لگے اور فنوئی دے دیا کہ اس صورت میں اسلام لانا بالکل بے کار ہے۔ چنانچہ زار مع اپنی لاجورد سلطنت کے عیسائی رہا۔ نام نہاد ملاؤں نے یہ نہ سوچا کہ جس خدا نے زار کو اسلام کی اور خوبیاں سمجھنے کی توفیق دی ہے وہی آئندہ شراب بھی چھڑا دے گا۔ ان ملاؤں کا کسی شخص کو سائے اسلام میں لینے سے انکار بذات خود اتنا بڑا گناہ ہے کہ شراب خوری اس کے آگے مات ہے۔

محبوبہ کے جنازے پر ۲۲ عورتیں ذبح کی گئی تھیں۔ اس نے فوجی محصول لینا بھی بند کر دیا۔ ۱۲۲ھ میں شاہنشاہ نے ایک انوکھی رسم ادا کی۔ یہ اس کے عہد کی ساٹھویں سالگرہ تھی۔ اس لئے اس نے تمام ملک کے ساٹھ سال سے اوپر کے لوگوں کو دارالسلطنت میں بلایا اور جشن کیا، لیکن اس کے جلد ہی بعد ۲۰ دسمبر ۱۲۲ھ میں وہ فوت ہو گیا۔ یہ بادشاہ نہایت کامیاب رہا اور لوگوں کے لئے پیغامِ رحمت بنا رہا۔ لیکن آئندہ کے متعلق وہ مطمئن نہ تھا۔ ۱۲۱ھ میں ایک موقع پر اس نے کہا تھا کہ ”مجھے خطرہ ہے کہ آئندہ آنے والی صدیوں میں یہ سمندر پار سے مغرب سے آنے والی قومیں چین کو جیسے بحرے کر کے کھا جائیں گی۔“

جینگ چینگ ۱۲۲ھ سے ۱۲۳ھ: کانگ سی کے بعد جینگ تخت پر بیٹھا وہ نہایت نیک اور بھلا بادشاہ تھا۔ اور اس کا مقابلتا مختصر عہد نہایت کامیابی اور نیک نامی سے گزرا۔ لیکن منچو کی طرف سے چینیوں کی دلی نفرت نہ گئی۔ ظاہر اب اس قسم کی بغاوتیں بند ہو گئی تھیں لیکن ان کی جگہ خفیہ مجلسوں اور سازشوں نے لے لی جو اور بھی خوفناک ثابت ہوئیں۔ ان خفیہ جماعتوں میں ”فرقہ کنول“ ”ارض و سما“ اور ”ثلیث“ کی جماعتیں زیادہ خوفناک تھیں۔ ان کے علاوہ ایک دو بغاوتیں علانیہ بھی ہوئیں۔ مثلاً جنوب مغربی ملک میں دو لاکھ بدھ سادھو اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ بغاوت فرو کرنے کے بعد شاہنشاہ نے حکم دے دیا کہ کسی خانقاہ میں تین سو سے زیادہ بگشتو نہیں رہ سکتے اور نہ بگشتوں کو اسلحہ رکھنے کی اجازت ہے۔

غیروں کے ساتھ چینیوں کے رویے میں کوئی خاص فرق نہ ہوا۔ روسی سب سے زیادہ کامیاب رہے زیادہ تر اس وجہ سے کہ ان کا مقصد منحصر

سیاسی تھا۔ مذہبی تبلیغ ان کا مشاغل تھا۔ عیسائی بادربوں کے خلاف ایک علم مسئلہ میں اجراء ہوا جسکی رُو سے وہ ملک سے نکال دیے گئے اور سب کے سب کانٹن میں محدود ہو گئے چینگ نے قتل کی سزا کے احکامات بدل کر ان کو انصاف عقل اور انسانیت پر مبنی کیا۔ اچھے زمینداروں کو اعزاز عطا کرنے کی رسم ڈالی۔ اور علم و ادب کو بہت ترقی دی وہ خود بھی بڑا عالم تھا اور اس کی کتاب "اصول جنگ" بہت بلند پایہ تصنیف سمجھی جاتی ہے مسئلہ میں جو یکن میں زلزلہ آیا اس نے سارے شہر کا طبقہ الٹ دیا ایک لاکھ جانیں ضائع ہوئیں۔ شاہنشاہ نے اپنی ساری نجی دولت رعایا میں تقسیم کر دی۔ یہ نیک بادشاہ بالآخر ۱۶۳۶ء کو توبرہ شہر کو فوت ہو گیا۔ اور اس کا چوتھا بیٹا کین ٹنگ تخت پر بیٹھا۔ کین ٹنگ ۱۶۳۶ء سے ۱۶۹۶ء: یہ بڑا جوان فرد بادشاہ تھا۔ اندرونی بغاوتوں کو دبا کر اس نے وسط ایشیا کا منج کیا۔ جس کو اس کے اجداد نے بالکل فراموش کر رکھا تھا۔ اس نے پھر وہاں چین کا سکہ جاریا اور امن و امان کا باعث ہوا۔ حالت سدھرنے کی ہی وجہ تھی کہ تاتاریوں کا قبیلہ ترغوت سائبریا سے پھر واپس اپنے ملک میں آگیا۔ "ادھر جنوب میں مسئلہ میں حدود کے

۱۱) ترغوت قبیلے کی ہجرت کی داستان نہایت خون آشام ہے۔ اپنے ملک کی کئے دن کی بے چینیوں سے تنگ آکر یہ سارا قبیلہ کا قبیلہ سائبریا کے برف پوش میدانوں کی طرف چلا گیا تھا اور وہاں روسیوں کے لئے نہایت کار آمد ثابت ہوا تھا اب جو وطن میں امن و امان کی خبر سنی تو منطقہ منچو کی بیگانہ سختیاں کھلنے لگیں اور یہ طے پایا کہ جس طرح ہو وطن بھاگ چلو۔ ادھر روسیوں نے فوجیں مقرر کر دیں کہ ترغوتوں کو واپس نہ جانے دیا جائے۔ ترغوت یونہی موسم سے زیادہ روسیوں کی (بقیہ صفحہ ۱۸۴ پر)

مسلطے پر جھگڑا ہو گیا اور شاہنشاہ نے اس کو بزدل شمشیر طے کیا۔ پھر جنوب مغرب میں پہاڑی قبیلوں کا محاصرہ کیا۔ ان کی طرف سے ہمیشہ بغاوت کا ڈر رہتا تھا۔ اس دفعہ (۱۷۷۷ء) شاہنشاہ نے ان کو تقریباً فنا ہی کر دیا۔ یہی نسبت میں بھی نیا جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا۔ کسی بد عہدی کی بنا پر گورکھے تبت میں گھس گئے اور لوٹ مار شروع کر دی لیکن شاہی فوجیں جلد مہینچ گئیں۔ اور

صفحہ ۸۲ کا بقیہ) سختی سے تنگ آئے ہوئے تھے جان پر کھیل کر اور ہنیلیوں پر سر رکھ کر نکل کھڑے ہوئے۔ برف پڑ رہی تھی۔ پانی غنقا تھا۔ کھانے کا سامان مفقود پیچھے رو سی سپاہی ٹکاربوں کی طرح کھوج لگا لگا کر آتے اور جھلک بھی دکھائی دے جاتی تو بندوق کا نشانہ بناتے۔ ان حالات میں یہ تاتاری سائیر پاسے بھاگ کھڑے ہوئے مہینوں کی مسافت تھی۔ بوڑھے اور بچے مرد اور عورت اپنی جانوں سے اپنے جان سے زیادہ عزیز بچوں کو لگائے، رات کے اندھیرے میں جنگلوں اور پہاڑوں کی ادھیل میں بھاگتے تھے اور قدم قدم پر روسی بندوقوں کا نشانہ بنتے تھے۔ عزیز بزدل اور قریب سے قریب گولیوں سے زخمی ہو ہو کر گرتے تھے۔ لیکن ٹھہرنے کے معنی یقینی موت تھی۔ الوداع اور خدایا حافظ سے زیادہ نہ یہ دے سکتے تھے نہ وہ لینا چاہتے تھے۔ جو گولیوں سے بچے وہ پیاس کا شکار ہوئے تھکن اور کسل کی نذر ہوئے اور جنگلی درندوں کی غذا بنے۔ حاملہ عورتیں چند دن کی زچائیں بوڑھی مائیں سب مل بھی تھیں اور اس وقت تک چلتی تھیں جب تک ایک قدم بھی اور اٹھانے کا امکان تھا۔ اس طرح یہ قبیلہ اپنے ہزاروں لاکھوں بھائیوں کو شمال کی برف میں دفن کر آخر ترکستان پہنچ گیا۔

گورکھوں کو واپس نیپال مار بھگا یا۔

دوسرے مذاہب سے بحیثیت مذہب اس کو کوئی پر خاش نہ تھی۔ لیکن سیاسی نقطہ نظر سے وہ سوائے چین کے کسی کا طرفدار نہ تھا۔ شمال مغربی صوبوں کے مسلمانوں کا وہ بہت مخالف تھا، بلکہ ایک وقت تو وہ ان سب کے قتل عام کی سوچ رہا تھا، لیکن اس کے باوجود اس کی ایک بیوی مسلمان تھی اور اس سے وہ اس قدر محبت کرتا تھا کہ اس کے لئے ایک دو منزلہ محل اس صورت سے بنوایا تھا کہ اگر ایک طرف وہ مسجد کو دیکھ سکتی تھی تو دوسری جانب اپنے وطن ترکستان کو۔ اسی طرح جب عیسائی پادریوں نے بہت پرزنگالے نو اس کو ان کے خلاف بھی احکام جاری کرنے پڑے یہی وہ زمانہ ہے جب کہ اسپینیوں نے فلپائن میں چینیوں کا قتل عام کرا کے ہزار ہا چینیوں کو تہ تیغ کر دیا تھا۔ اس وجہ سے چین میں پادریوں کے خلاف اور بھی سختی ہو گئی۔ مذہب کے علاوہ شاہنشاہ کے پاس دو تجارتی وفد بھی آئے ایک انگریزوں کا اور دوسرا ڈچ لوگوں کا۔ لیکن کسی کو بھی کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہوئی۔

۱۶۹۷ء میں وہ بہت بڑھا ہو گیا تھا۔ دوسرے اس کی حکومت کا ساٹھ سالہ دور بھی پورا ہو گیا تھا جس کے بعد حکومت کرنا وہ دوسرے کا حق سمجھتا تھا۔ ادھر اس کی مان کا انتقال ہو گیا جس سے وہ بے حد محبت کرتا تھا اور پھر کچھ ہی عرصے بعد اس کا بڑا بیٹا بھی مر گیا۔ ان سب وجوہات کی بنا پر ۱۶۹۷ء میں اس نے خود ہی تخت چھوڑ دیا۔ اور اس کے بعد کیا کنگ تخت پر بیٹھا۔

کیا کیا کنگ ۱۶۹۷ء سے ۱۷۲۸ء: اس کے زمانے میں خفیہ جماعتوں کے

کرنوت انتہا پر پہنچ گئے۔ بناد میں بھی ہوئیں اور پھر شاہنشاہ کی جان لینے کی سازشیں بھی۔ جن سے دودھ تو شاہنشاہ بس بال بال بچا۔ یہی نہیں بلکہ اس کے زمانے میں آسمانی آفات بھی ملک پر برس پڑیں۔ طوفان و طغیانی پھر خشک سالی اور قحط۔ چین جیسے ملک میں جہاں موسم کے تغیرات کو حکومت کی نیکی یا بدی کے زیر اثر سمجھتے ہیں ان آفات سماوی کا اثر یہ ہوا کہ حکومت کے خلاف سازشوں اور خفیہ جماعتوں کو بڑی مدد ملی۔ اسی زمانے میں دریائے سی کیانگ کے دہانے پر دریائی ڈاکوؤں کا ایک گروہ بنا جو تمام دنب میں مشہور ہو گیا۔

ایک اور اہم مسئلہ جو اس زمانے میں سطح پر آیا وہ افیون کا تھا۔ ۱۸۳۹ء میں پہلی بار اسپینیوں نے فلپائن سے تبا کو لا کر اس کو چین میں رولج دیا۔ شروع شروع میں بیکار وادہ غنڈوں نے تبا کو کے ساتھ افیون ملا کر پی۔ اور جب اس کا چسکا لگا تو پھر صرف افیون ہی بینی شروع کر دی۔ اور یہ وبا بسرعت تمام ملک میں پھیلنے لگی۔ حکومت نے سب سے پہلے ۱۸۳۹ء میں اس کی ممانعت کا حکم جاری کیا، لیکن غیر ملکی تاجروں کا اس کی تجارت میں بڑا منافع تھا اس لئے وہ چھپے لگے اس کو کرتے رہے۔ ۱۸۴۰ء تک تو صرف پر نگیز ہی اس تجارت کے حامل تھے۔ لیکن اس سال کلاؤ کو بنگال میں فتوحات نصیب ہوئیں اور وہاں کے افیون کے کھیت ہاتھ لگے، اس لئے یہ سارا مال انگریزوں کے ذریعہ چین میں جانے لگا۔ اور وہ اس تجارت کے واحد اجارے دار ہو گئے۔ چینی حکومت نے انتہائی کوشش کر لی کہ یہ نقصان دہ تجارت بند کرے لیکن غیر ملکی بھلا کیوں اس کو چھوڑنے لگے تھے۔ ان کی طاقت کاٹن اور سمندر میں ایسی تھی کہ چینی حکومت اس کا کچھ نہ بگاڑ سکتی تھی بلکہ زیادہ ہاتھ پاؤں مارنے

سے کچھ اپنا ہی بگاڑ لیا۔ اور ہانگ کانگ کو ہمیشہ کے لئے انگریزوں کو دے بیٹھی جس کی تفصیل آگے ملاحظہ فرمائیے۔

شاہنشاہ ۲ ستمبر ۱۸۲۰ء کو ۶۱ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ اور اس کی جگہ اس کا دوسرا بیٹا طاؤ کو ہانگ جس نے ایک بار ۱۸۱۳ء میں سازشیوں کے خلاف اس کی جان بچائی تھی تخت پر بیٹھا^{۱۱}۔

طاؤ کو ہانگ ۱۸۲۰ء سے ۱۸۵۰ء: اس شاہنشاہ نے شروع شروع میں اپنے فرمانوں سے کچھ ایسی امید دلائی کہ گواچین کے دن پھر جائیں گے، لیکن جلد ہی وہ عورتوں اور خواجہ سداؤں میں پڑ گیا۔ شروع میں ترکستان۔ فارموسا اور جنوب مغربی صوبوں کی بغاوتیں تو سب فرو کر دی گئیں، لیکن اصل نقصان کی چیز نوکانٹن کی بورش تھی۔ انگریزوں اور چینوں میں غلط فہمیاں بڑھتی جاتی تھیں کیونکہ ہر ایک اپنی جگہ پہچو ما دیگرے نیست سمجھ ہوئے تھا۔ شاہنشاہ کی طرف سے سخت احکام جاری ہو چکے تھے کہ افیون کی تجارت ناجائز ہے۔ لیکن کانٹن کے انگریز تاجراں کی مطلق پروا نہ کرتے تھے۔ ۱۸۳۶ء میں کینٹن ایلٹ انگریزی آبادی کا کمشنر ہو کر چین میں آیا۔ اُدھر ۱۸۳۹ء میں کن کانٹن کا شاہی کمشنر مقرر ہوا۔ یہ نہایت عقلمند۔ ملک پرست۔ رعایا کا خیر خواہ اور سچا آدمی تھا۔ کن نے آتے ہی کانٹن کے سوداگروں سے تمام افیون طلب کی تاکہ اس کو ضائع کر دے تاجروں نے ایک ہزار کس دئے لیکن کن دھوکے میں آئے فلا آدمی نہ تھا اُس نے محاصرہ ڈال دیا اور بیس ہزار دو سو تر اسی افیون کے کس برآمد کئے اور ساری افیون کو کما حقہ

۱۱۔ چین میں وراثت تخت برطے بیٹے کو ملنی کوئی ضروری نہ تھی، بلکہ جس کے حق میں بادشاہ وصیت کر جاتا وہی تخت پر بیٹھتا تھا۔

ضائع کر دیا۔ انگریز اس حرکت سے جتنے بھی جبراع پا ہوتے کم تھا۔ اس وقت تو وہ خاموش رہے تا لیکن کچھ ہی عرصے بعد ان کے دو جنگی جہاز آگئے ان کی ہمتیں بندھ گئیں۔ اور انہوں نے جو ان کو پر حملہ کر کے چینی کشتیاں ڈبو دیں اور اس طرح انگریزوں کی پہلی لڑائی یا جنگ افیون شروع ہوئی۔ جون ۱۸۴۰ء میں ہانگ کانگ میں، اچلی جہاز ۲ چھوٹے جہاز اور چار ہزار سپاہی انگریز آموچو ہوئے۔ اعلیٰ درجے کے اسلحہ اور سدھی ہوئی فوج کے سامنے بھلا چینیوں کی کیا جتنی شکست پر شکست ہونی شروع ہوئی اور بالآخر معاہدہ نانکن مرتب ہوا جسکی رو سے ہانگ کانگ انگریزوں کے قبضے میں آیا۔ ۱۸۴۰ء لاکھ روپہ ضائع شدہ افیون کی قیمت اور ۴ لاکھ روپہ ہر جانہ چینی حکومت سے وصول کیا گیا۔ اور کانٹن، شنگھائی اور تین اور بندرگاہوں میں تجارت کرنے کی اجازت عام ہو گئی۔ یہ معاہدہ ۱۸۴۲ء میں مکمل ہوا۔ لیکن اس معاہدہ کا اثر عوام پر بہت بُرا ہوا۔ اور لوگ انگریزوں کے سخت خلاف ہو گئے۔ کچھ ہی عرصے بعد یکم جنوری ۱۸۵۷ء کو شاہنشاہ فوت ہو گیا اور اس کا چوتھا بیٹا بین فینگ تخت پر بیٹھا۔ اسی کے زمانے میں طائی پنگ کی بغاوت شروع ہوئی جو کہیں ۱۸۶۱ء میں جا کر ختم ہوئی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جنوب میں کوئی ہنگ بن جن ایک مذہبی مصلح کے بھیس میں اُبھرا۔ جو مورتی پوجا کے سخت خلاف تھا اور ایک خدا کی پرستش کی تلقین کرتا تھا۔ اس نے ایک ”اللہ والوں کی جماعت بنائی۔ یہ خفیہ جماعتوں سے کوئی تعلق نہ رکھتی تھی۔ لیکن لفظ ”جماعت“ سے حکومت مشکوک ہو گئی اور اس کے خلاف بھی احکام جاری کر دیے۔ منہج کے غیر ہونے کی وجہ سے چینی یونہی بے حد خلاف تھے۔ ان احکامات کی وجہ سے اور بھی حکومت کے خلاف ہو گئے اور نئی جماعت میں شامل ہو گئے۔ اب باقاعدہ حکومت میں اور ان میں

لڑائی شروع ہو گئی۔ جنوب میں ان کا زور زیادہ تھا۔ اس کے علاوہ حکومت غیر ملکیوں کے جھگڑے میں ایسی پھنسی تھی کہ جان برین گئی تھی۔ اور پوری طور پر بغاوت کی طرف متوجہ نہ ہو سکتی تھی۔ ہنگ سن چن بڑھتا چلا گیا اور شہر بڑھ کر فتح کر لئے یہاں تک کہ ۱۸۵۳ء میں نانکن پر قبضہ کر لیا۔ اور خود طین وانگ (آسمانی بادشاہ) کے لقب سے بادشاہ بن بیٹھا۔ اور اپنے نائبوں کو وانگ (بادشاہ) کا لقب دے کر چار اطراف میں بھیجا تاکہ فتح کا کام جاری رہے۔ یہ وانگ کل گیارہ تھے۔ اس نے اپنے خاندان کا نام طائی پنک (مکمل امن) رکھا۔ اس کے بعد شمال کی طرف بھی بڑھا، لیکن اس درمیان میں شاہنشاہ نے بھی غیروں کی مدد سے ایک فوج ہمیا کر لی تھی۔ جس نے باغیوں کو شکست دی۔ اور بالآخر

(۱) بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ بغاوت غیر ملکیوں کی ہی عنایت تھی۔ ان کو یہ فکر تھا کہ کہیں چینی ہمت کر کے ہمارے مقابلے میں آہی نہ جائیں۔ اس لئے ایک اندرونی "مشغلہ" چینی حکومت کے لئے نکال دیا۔ یہ شک اس سے زیادہ ہوتا ہے کہ اس بغاوت کا سرغنہ عیسائی تھا۔ اور اس کی فوج کے پاس غیر ملکی ہتھیار تھے۔ آگے چل کر اس بغاوت میں وطن پرستی شامل ہو گئی۔ اور عوام اسی جذبے کے ماتحت منہج کے خلاف اس میں شامل ہوئے۔ چنانچہ جب غیر ملکیوں نے ۱۸۶۵ء میں دیکھا کہ یہ بڑھتی ہوئی طاقت وطن پرست ہوتی جاتی ہے۔ اور اگر آج منہج کے خلاف کامیاب ہو گئی تو کل دوسرے غیر ملکیوں کو نکال باہر کرے گی تو پانسہ پٹا۔ یوں منہج حکومت کو کمزور کرنے کا مقصد بھی کا حقہ حاصل ہو گیا تھا۔ پھر یہ بھی موقعہ تھا کہ بٹا منہج کی قدراری کر کے اور ان کی حکومت بچا کر ہمیشہ کے لئے ان کو منون احسان کر لیا جائے چنانچہ غیر ملکی منہج حکومت کی طرف ہو گئے اور اپنی سدھی فوج سے طائی پنک بغاوت کا خاتمہ کر دیا

۱۸۶۵ء میں نانکن دوبارہ فتح کر لیا گیا۔ اور طین وانگ اور دیگر وانگ کو فنا کیا گیا۔ اس بغاوت میں ۶۱۵ صوبے ۶۰۰ شہر اور تقریباً دو کروڑ جانیں ضائع ہوئیں^(۱)

بین فینگ کا عہد حکومت (۱۸۵۷ء سے ۱۸۶۱ء) صرف اس بغاوت کے ہی لئے مشہور نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ اور اس سے بھی زیادہ نقصان دہ جو چیز ثابت ہوئی وہ انگریزوں سے دوسری لڑائی تھی۔ ۱۸۵۷ء کے عہد نامے کے بعد بھی ایفون کی تجارت کم نہ ہوئی تھی بہت سے بد معاشی اور چوری سے ایفون لانے والے چینیوں کے جہاز اس تجارت میں مشغول تھے جو ہانگ کانگ سے چین میں ایفون پہنچاتے تھے۔ ان ناجائز طریقوں کے نقصان سے بچنے کے خیال سے یہ چینی جہاز بھی ہانگ کانگ کے ساحل ہی پر رستے تھے اور جب چین کی حد میں گھستے تو انگریزی جھنڈا ان جہازوں پر لگا لیتے تاکہ چینی پولیس تعترض نہ کرے۔ اکتوبر ۱۸۵۷ء میں اسی قسم کے ایک جہاز پر شبہ ہوا کہ وہ ایفون لایا ہے، اس لئے جب وہ چینی دریائیں پہنچا تو چینی پولیس نے اس کی تلاشی لی اور اس کے ملازمین کو حراست میں لے لیا۔ انگریزوں کو موقع ملا۔ فوراً ہی حملہ کر کے دو چار قلعے فتح کر لئے۔ اسی جنگ کی لگ کے لئے ۱۸۵۷ء میں لارڈ البن باچ ہزار تازہ سپاہی انگلستان سے چین لئے جارہے تھے۔ سنگاپور پہنچے تو لارڈ کیننگ کا اشد ضروری خط ملا جس میں ہندوستانی غدر کی اطلاع تھی اور افواج کو ہندوستان بلائے

(۱) جنگ عظیم ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء میں کل تقریباً ایک کروڑ مارے گئے اور تقریباً دو کروڑ زخمی ہوئے۔

کے لئے لکھا تھا۔ چنانچہ ساری فوج ہندوستان آگئی۔ اودھر چین میں اس تاخیر سے انگریزوں کا کوئی نقصان نہ ہوا بلکہ فائدہ ہی ہوا، کیونکہ اس درمیان میں ایک فرانسیسی پادری چین میں مار دیا گیا جس کی وجہ سے فرانسیسی بھی انگریزوں کے ساتھ ہو گئے۔ اور پھر سیاسی لوٹ کے خیال سے امریکا اور روس بھی اپنے اپنے جنگی جہاز لے کر حملے میں شریک ہو گئے جو بالآخر دسمبر ۱۹۴۵ء میں ہندوستان سے فوجیں واپس آنے کے بعد کیا گیا۔ اور کئی قلعے لے لئے گئے۔ پھر ۱۹۴۷ء میں متحدہ قوتوں کا ایک بڑا زبردست حملہ چین پر ہوا۔ اور سپیکن پہنچ کر شہر کا ایک دروازہ فتح کر لیا گیا۔ شاہنشاہ بھاگ کر بے ہول جا چھا اور اس کے بھائی پرنس کو انک۔ نے بے بسرعت تمام عہد نامے پر دستخط کر دئے جس کی رو سے حملہ کا کل خرچ و ہرجانہ، لیکن میں سفارت خانوں کا قیام، کاؤلون پر انگریزوں کا قبضہ اور مختلف بندرگاہوں پر عام تجارت کی اجازت تسلیم کی گئی۔ فرانسیسیوں نے جبل سے دو فقرے اپنے عہد نامے میں بعد میں اور بڑھائے کہ عیسائی پادری کو تمام چین میں تبلیغ کی اجازت ہوگی۔ اور گند شتہ ضبط شدہ جائیدادیں ان کو بلا معاوضہ واپس دی جائیں گی۔ اس پر بھی صبر نہ آیا تو اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے خیال سے لارڈ ایچن نے لیکن کے اس عجوبہ روزگار محل کو جس کو خود یورپ والے ہی "دنیا میں جنت" کہتے تھے توپوں سے ہمار کر دیا۔

۱۱، اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اس سے پہلے کی ایک لڑائی میں جینیوں نے ایک اتحادی جہاز فتح کر لیا اور اس میں سے ۱۲۶ اتحادی گرفتار کر لئے گئے اور ان کو ایک تنگ کوٹھڑی میں دس دن تک بند رکھا جس کی وجہ سے ۲۵ قیدی سخت تکلیف میں مر گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمانہ ہی "کال کوٹھڑیوں کا تھا۔ اس سے پہلے کلکتہ اور کانپور میں بھی یہی ہو چکا تھا۔

روس نے دریائے امور کے شمالی علاقہ پر قبضہ کر لیا اور مشرقی ساحل پر ولاڈی
دوسٹک کی بندرگاہ بنائی۔ اسی سال اگست میں شاہنشاہ کا انتقال ہو گیا اور
دوسرا شاہنشاہ ٹنگ جی کے لقب سے تخت پر بٹھایا گیا۔

ٹنگ جی ۱۸۶۱ء سے ۱۸۷۵ء سال کا بچہ تھا۔ اس لئے مین فینگ
کی دو ملکہ اس کی مدارالہام مقرر ہوئیں۔ ان میں سے ایک تو پہلی اور اصل ملکہ
تھی اور دوسری خود اس بچے کی ماں۔ پہلی ملکہ محض برائے نام تھی۔ سارے
اختیارات دوسری ملکہ زے سی کے ہاتھ میں تھے۔ یہ صورت شکل میں رعبدار
لبے قد اور تاتاری نقوش کی مالک تھی۔ اور بوں بھی نہایت مدبر اور عقلمند
عورت تھی۔

چینی حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ بغیر بحری طاقت کے اغیار کا مقابلہ ناممکن
ہے۔ اس لئے انگلستان سے بحری بیڑا خریدنے کی کوشش کی گئی بلکہ
معاملہ تقریباً پختہ بھی ہو گیا لیکن غیر ملکیوں کے مفاد کے یہ بات بالکل خلاف
تھی اس لئے عین وقت پر سوڈا منسوخ کر دیا گیا۔ ۱۸۶۷ء میں چین کی تاریخ
میں پہلی بار ایک امریکن مسٹر برنٹیم کی سرکردگی میں ایک چینی وفد دوسرے
ممالک میں گیا تاکہ چینی نقطہ نظر پیش کر سکے۔ یہ وفد انگلستان، فرانس، جرمنی
امریکہ اور روس پہنچا۔ اسی کی وجہ سے چینیوں کا امریکہ میں جانا ممکن ہو گیا۔
لیکن ملک کے اندر غیر اطمینان بخش حالت نے بعض صوبوں کو بغاوت پر
مجبور کر دیا۔ صوبہ یو۔ نان میں حکومت کے کارندوں نے مسلمانوں کو اس قدر

۱۰۔ اس کے بعد سے امریکہ میں چینی ہزاروں کی تعداد میں پہنچے۔ بہا تک کہ جلد ہی
امریکہ کو قانوناً اس رو کو روکنا پڑا۔

ستا یا کہ وہ آخر مجبور ہو کر سلطان سلیمان کی سرکردگی میں فاتی مدافعت میں اٹھ کھڑا ہو
 شاہنشاہی فوج کے سامنے ایک صوبے کی حقیقت ہی کیا تھی۔ لیکن مسلمان
 آخر تک جان توڑ کر لڑتے رہے۔ جب سب امیدیں منقطع ہو گئیں تو سلطان
 سلیمان نے اپنے آپ کو اس شرط پر حوالہ کرنا منظور کیا کہ اس کی شہر کی جان
 بخشی کی جائے اور سب کے بدلے اس کی ذات سے انتقام لے لیا جائے
 چینی رضی ہو گئے لیکن ہتیار ڈولوانے کے بعد انہوں نے وعدہ خلافی کی اور
 شہر میں گھس کر تقریباً ۵۰ ہزار نہتے مرد عورتوں اور بچوں کو ذبح کر ڈالا جنوی
 ۱۸۷۳ء اسی زمانے میں وسط ایشیا کے مسلمان تاتاری بھی آزاد ہو گئے
 تھے ازربائی حاکموں سے اپنا ملک چھین لیا تھا۔ لیکن ادھر سے شاہی افواج
 پہنچیں اور شمال سے روسیوں نے حملہ کر دیا۔ پھر بد قسمتی سے مسلمانوں کا سردار
 یعقوب خاں فوت ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۷۷ء میں یار قندار خٹن پھر
 چینیوں کے قبضے میں آ گئے۔ اس موقع پر بھی مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا۔
 ادھر قارموسا میں چند جاہلیوں کے قتل کی وجہ سے جاہلیوں نے
 ۱۸۷۸ء میں اپنا جنگی بیڑا اس جزیرہ پر لا ڈالا تھا۔ جس سے لاتعداد ہرجانہ
 دے کر بیچا چھڑا لیا گیا۔ ۱۸۷۷ء میں شاہنشاہ کی شادی ہوئی اور وہ خود
 مختار ہو گیا۔ ۲۹ جون ۱۸۷۳ء کو تیانج میں پہلی بار چینی شاہنشاہ نے اقوام غیر
 کے سفیروں کو درشن دئے۔ لیکن یہ بھی محل یاد رہا میں نہیں بلکہ ایک الگ
 عمارت میں جو وحشیوں سے خراج وصول کرنے کے لئے استعمال ہوتی تھی محل
 میں تو ۱۸۹۲ء سے پہلے کوئی غیر ملکی جا ہی نہ سکا۔ ۱۸۷۵ء میں شاہنشاہ
 مر گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ چچک سے اور بعض کا خیال ہے کہ یہ بھی مدارالہام
 ملکہ ربیعہ خود اس کی ماں کا کارنامہ تھا۔ خصوصاً اس لئے اور شک ہوتا ہے

کہ دو مہینے بعد شاہنشاہ کی حاملہ بیوی بھی قتم ہوئی۔ اور پہلے پہل منچو خاندان میں سلطنت چچا کے بیٹوں میں گئی کیونکہ اس کے بعد ملکہ نے ہین فینگ کے ساتویں بیٹے کو اپنے کو ایک سو کو جو چار سال کا تھا تخت پر بٹھا دیا اور ملکہ کی مدارالہامی دوبارہ شروع ہو گئی۔

کوانگ سو ۱۸۵۷ء سے ۱۸۹۸ء: اس کے زمانے میں شروع ہی میں انگریزوں سے جھڑپ ہو گئی۔ کہا جاتا ہے کہ برما سے معاہدہ کرتے وقت انگریزی سفارت خانے کا ایک آدمی چینیوں نے مار ڈالا جس کے بدلے میں چینی حکومت نے سائے ملک میں انگریزوں کے باحفاظت سفر کی ذمہ داری لی۔ دولاکھ ٹیل" جرمانہ دیا اور اپنا ایک وفد انگلستان بھیج کر معافی مانگی۔

کوریا میں بھی بڑی گڑبڑ ہو رہی تھی۔ چینی حکومت اس کی طرف سے بالکل بے فکر تھی اور جھکڑے میں پڑنا چاہتی تھی۔ لیکن وہاں غیر قوم اپنے اپنے نقصان کا مطالبہ کر رہی تھیں۔ فرانسیسیوں کے چند پادری مر گئے تھے۔ جاپانیوں کی تجارت کو نقصان ہوا تھا وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ جاپان فوجیں لے کر چڑھ آیا مگر بی ہنگ جانگ نے مصالحت کر لی اور طے یہ پایا کہ کوریا آئندہ کے لئے آزاد سمجھا جائے اور چینی جاپانی اپنی افواج بغیر اطلاع کئے وہاں نہ بھیجیں۔

ادھر فرانس نے کو چین چینی۔ کہو دیا اور سائیکون میں عمل دخل جمانا شروع کیا اور شاہنشاہ سے بات تک نہ پوچھی اس کا یقینی نتیجہ جنگ تھا جس میں چینیوں نے خوب ہمت سے کام لیا اور فرانسیسیوں کو مجبور کر دیا۔ اس وقت انگریزوں نے بیچ میں کود کر معاہدہ کر دیا۔ جس کی رو سے فرانسیسیوں کو کچھ

مراعات مل گئیں اس لڑائی کے بعد چین نے پہلی بار اپنی بحری طاقت بنائی اور مضبوط کی۔ ۱۸۹۰ء میں شاہنشاہ کی شادی ہوئی اور اس کے بعد سے ملکہ کی دوسری بار کی مدار لہامی ٹوٹی۔ کوریا کا فتنہ ابھی دبنا تھا۔ جاپانی چندر چند وجہ سے اپنا حق جمانے پر تلے ہوئے تھے کہ بد قسمتی سے عہد نامے کے خلاف چینی فوجیں بغیر اطلاع کوریا کے محاذ پر پہنچ گئیں۔ جاپان نے اس کو بہانا بنا کر فوراً حملہ کر دیا۔ (۱۸۹۴ء) اور چند ہی مہینوں میں قلعہ بر قلعہ فتح کئے ہوئے چین تک پہنچ گئے، تو مجبور ہو کر چینیوں نے صلح کر لی۔ سبکی روسے کوریا کی مکمل آزادی تسلیم کی گئی۔ جزیرہ ٹائیوان، فارموسا اور پکا ڈورس اوریس کرورٹیل جاپانیوں کو دے گئے۔ اور باقی مزید بندرگاہیں تجارت کے لئے کھول دی گئیں، لیکن جرمنی روس اور فرانس چینیوں کے ہمدرد بن کر بیچ میں آگئے اور لیاؤٹنگ کا جزیرہ نامزد چین کرورٹیل کے بدلے چینیوں کو واپس دلوادیا اس سے مطلب خود اپنا فائدہ تھا کیونکہ اس ہمدردی کے بدلے میں یہ تینوں اور بعد کو انگریز بھی دو دو چار چار بندرگاہیں دبا بیٹھے۔ جاپان سے لڑائی کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ چینیوں کی کمزوری پوری پوری ظاہر ہو گئی۔ اور اس سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے مغربی قومیں عجلت کے ساتھ چین کے حصے بخرے کرنے پر آمادہ ہو گئیں۔ یہاں تک کہ ۱۸۹۹ء میں بقول مسٹر براؤن چین کے تین ہزار میل لمبے ساحل میں کوئی ایک بھی بندرگاہ ایسی نہ رہی جو غیروں کے قبضے میں نہ ہو اور جہاں چینی خود اپنے جہاز بغیر انگیار کی اجازت رکھ سکیں۔“

مغربی طریقہ جنگ۔ اسلحہ اور علم کا اثر ہونا لازمی تھا۔ چینیوں میں سے بعض کا خیال تھا کہ جب تک ان طریقوں کی پیروی نہ کی جائے گی ملک کو ترقی

ہونا معلوم با اس لئے انہوں نے شاہنشاہ کو یہی صلاح دینی شروع کی۔ وہ خود بھی انقلابی اصلاحات کا قائل تھا، لیکن یہ صورت یو آ ن شی کا می اور مقرر ملکہ کو پسند نہ تھی کیونکہ ان کا یقین تھا کہ اگر مغربیت کی اس قدر تقلید کی گئی تو ملک نامتو مغربیوں کا ہی ہو رہے گا۔ اس لئے ملکہ نے اب تیسری بار عنان حکومت سنبھالنے کا ارادہ کیا۔ اور ۱۸۹۸ء میں شاہنشاہ کے صلاح کاروں کو قتل اور خود شاہنشاہ کو قید کر کے پھر تیسری دفعہ مدارالمہام بن گئی۔ اور سن ۱۹۰۷ء تک جمی رہی۔ ملکہ کے حالات اغیار کے خلاف اور زیادہ ہوتے ہی چلے جاتے تھے۔ اس کو سخت یقین ہو گیا تھا کہ یہ غیر ملکی سامے ملک پر دانت رکھتے ہیں اور موقع کے منتظر ہیں۔ اس لئے اس نے غیر ملکیوں کے نکالنے کی یہ تدبیر کی کہ تحفہ جماعتوں کو غیر ملکیوں کے خلاف کر دیا۔ اب تک یہ جماعتیں منجوروں کے خلاف تھیں۔ لیکن ملکہ نے ان کو غیروں کا خدشہ سمجھا یا۔ ان میں سے ایک جماعت نے جس کا نام ”منصف نمکے باز“ تھا بڑے جوش سے اس نئی تجویز کا خیر مقدم کیا۔ ان نمکے بازوں کی تعداد لمحہ بہ لمحہ بڑھتی چلی گئی اور غیر ملکیوں کی مخالفت نہایت تیزی سے سامے ملک میں پھیل گئی۔ جس کا آخری نتیجہ پادربوں وغیرہ کا قتل عام کی صورت میں ظاہر ہوا۔ یہی نمکے بازوں کی بغاوت کہلاتی ہے۔ عیسائیوں کا بیان ہے کہ کل ملا کر ۱۷۰۰ پادری ۵۳ بچے اور ۹ عورتیں اس میں مارے گئے۔ نمکے بازوں نے آگے بڑھ کر یکن میں جون سن ۱۹۰۷ء میں غیر ملکی سفارت خانوں کا محاصرہ کر لیا۔ اور جاپانی اور جرمن سفیر کو قتل کر دیا۔ اس محاصرے کے دوران میں جو ۶۴ دن قائم رہا چینیوں میں اختلاف ہو گیا۔ غیر ملکیوں کے موافق اشخاص کا زور بھی برابر بڑھ رہا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ محاصرے کی لڑائی کبھی بھی یکدلی اور سچائی سے نہ لڑی گئی۔ اس اثنا میں جرمن، جاپانی فرانسیسی، انگریز، امریکن اور روسی متحد فوجیں یکن پر چڑھ آئیں اور سفارت خانوں

کو محاصرے سے چھڑا لیا۔ ساتھ ہی ملکہ مہاراجہ نے صلاح کاروں کے پکین چھوڑ کر ملی گئی۔ پکین کی فوج کے بعد جو اتحادی فوجوں نے گشت و خون اور لوٹ مار شہر میں جاری رکھا ہے وہ اس قدر ہولناک تھا کہ مکے بازوں کی بغاوت اور چینیوں کی مشہور سفالیاں اس کے آگے ماند پڑ گئیں۔ اور پھر یہ پکین ہی میں نہ تھا بلکہ قریب چار کے سائے شہروں پر بھی آفت آئی۔ خواہ اس میں مکے بازوں کا گزربھی نہ ہوا ہو قتل غارت، بے عصمتی، لوٹ اور تندی کی یہ انتہا تھی کہ صرف ایک شہر ٹنگ چو ہی میں (جہاں شہر والوں نے بغیر مزاحمت اپنے آپ کو فاکین کے حوالے کر دیا تھا) اپنی عزت بچانے کے لئے ۵۰۰ شریف عورتوں نے خودکشی کر لی یہ قتل عام کسی طرح ختم ہونے ہی میں نہ آتا تھا۔ بہرہ رقت سب سے پہلے جاپانی فوجوں میں ضبط و نظام ہوا پھر امریکہ اور انگلستان کی فوجوں میں۔ جنگ کے بعد چین کو بریسی اور جاپان و فوج بھیج کر سفیروں کے قتل کی معافی مانگنی پڑی۔ اور ۵۰۰ کھروڑوں کا ہرجا دیا۔ روس نے اس ہرجا کے علاوہ منچوریا پر قبضہ کر لیا۔ اور اس سلسلے میں بلاگوڈسٹاچنکس میں جو دریائے امور پر واقع ہے چینیوں پر سخت مظالم توڑے بہاروں عورت مرد بچوں کو خیموں اور تلواروں کی نوکوں سے ہکا بکا کر دیا میں ڈوب دیا۔

روس کا منچوریا پر قبضہ ساری دوسری طاقتوں کو ناگوار گذرا۔ یہاں تک کہ جاپان نے ۱۹۰۵ء میں روس پر حملہ کر دیا اور ۱۹۰۵ء میں لیاوٹنگ اور منچوریا کو اپنے زیر اثر لے لیا۔ چین اس لڑائی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ قومیت آزادی، عزت سب کے لئے یہ ضروری تھا کہ اپنا جائزہ لیا جائے اور اصلاح کی جائے۔ قوم کو زندہ کرنے کا سوال سامنے آ گیا۔ اور ان خیالات کا بیج چینیوں کے دلوں میں پڑ گیا جو آئندہ چل کر انقلاب کا باعث ہوئے۔ خود ملکہ ہی نے

۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک میں کئی ایک اصلاحات منظور کر لی تھیں لیکن قوم کی بڑھتی ہوئی امنگوں کے سامنے یہ اصلاحات امیدوں سے کم تھیں۔ بعض کا خیال ہے کہ اسی لئے نومبر ۱۹۰۸ء میں مقید شاہنشاہ اور تاتاری شان کی آخری زبردست ہستی یعنی ملکہ مدارالمہام ایک دن کے آگے چھپے سے ختم کر دیے گئے یوں کرنے کو تو ان دونوں کے مرنے کے فوراً ہی بعد متوفی شاہنشاہ کا نتیجہ جو ابھی بچہ ہی تھا تخت پر بٹھا دیا گیا، لیکن حالات نہایت سرعت کے ساتھ بدل رہے تھے۔ منچو خاندان کے خلاف جو جماعتیں تھیں وہ پھر مصروف تھیں۔ ادھر آزاد خیال اور ترقی کے دلدادہ جمہوریت پارلیمنٹ، انتخاب، آزادی رائے نمایندگی وغیرہ وغیرہ پر زور دے رہے تھے۔ یوں تو چین جیسے قدامت پرست ملک میں جہانکا سارا دستور ہی خاندانی نظام پر مبنی ہو جمہوریت بالکل ناقابل یقین چیز ہے لیکن فوری طور پر یہ نئی چیزیں بھی منچو بادشاہت کے خلاف پڑتی تھیں اس لئے خفیہ جماعتیں بھی اس نئی تحریک میں شریک ہو گئیں۔ انقلاب کے سلسلے میں ڈاکٹر سن یٹ سین کا نام سب سے زیادہ پیش پیش ہے۔ وہ ۱۸۶۶ء میں پیدا ہوئے اور جزائر ہوائی میں نگرہزی کی تعلیم پائی۔ چین میں آکر انہوں نے منچو کے خلاف کام کرنا شروع کیا۔ اسی لئے ۱۸۹۶ء میں چین چھوڑنا پڑا اور وہاں سے جاکر امریکہ و انگلستان میں اپنے مقصد کی وکالت کرتے رہے۔ ۱۹۰۴ء میں جاپان میں انہوں نے منچوؤں کے تمام مخالفین متحد کر کے انقلاب کا کام نکالا۔ انقلاب اصل میں ۱۹۱۱ء میں ستمبر میں ہوا۔ اس کی فوری وجہ تو یہ تھی کہ یہ قوم پرست اس قرضے کے سخت خلاف تھے جو حکومت چار غیر اقوام سے لے کر ریل وغیرہ نکالنے میں خرچ کرنا چاہتی تھی۔ یہ ان کے نزدیک ملک کو گروی رکھ دینے کے مترادف تھا۔ چنانچہ جنوب میں مخالفت شروع ہوئی اور دو ہی مہینوں میں سارا

جنوب انقلابیوں کا ہو گیا۔ اس وقت جنوب میں ڈاکٹر سن یٹ سین کے علاوہ چین کی دوسری بڑی ہستی شمال میں شاہنشاہ کی طرف یوآن شی کائی کی تھی۔ یوآن نہایت گہرا دور بین اور ہشیار آدمی تھا۔ اس نے انقلابیوں کا زور صحیح طور پر سمجھ لیا۔ اور ڈاکٹر سن کی دعوتِ صلح قبول کر لی۔ دسمبر ۱۹۱۱ء میں گنگو ہوئی اور ۲۷ فروری ۱۹۱۲ء کو شاہنشاہ نے تخت سے دست برداری لکھ دی۔ یہ سارا کام بغیر ایک قطرہ خون گرائے مکمل ہو گیا۔ اس عہد نامے کی بوجب شاہنشاہ اور اس کے سارے خاندان کو معقول وظائف دے جانے منظور کئے گئے اور یہ اعلان کیا گیا کہ پانچوں خاندان، یعنی چینی، منچو، منگول، مسلمان اور تبتی بالکل مساویانہ طور پر ملک میں رہا کریں گے۔ ڈاکٹر سن یٹ سین نے اپنی بے غرضانہ خدمات کا یہ ثبوت دیا کہ وہ اس مشورۃ کی صدارت بذاتِ خود یوآن شی کائی کے سپرد کر دی۔

چینی جمہوریت

۱۲ فروری ۱۹۱۲ء کو شاہنشاہ کو علیحدہ کر دیا گیا اور یوان شی کا ئی صدر ہو گیا۔ مارچ ۱۹۱۲ء میں ایک عارضی نظام بنایا گیا، لیکن جمہوریت اس قدر عسرت سے اور بکثرت قائم ہوئی تھی کہ اس میں استقلال ہونا مشکل تھا۔ عوام کو اس زبردست تبدیلی کا پوری طرح احساس بھی نہ تھا۔ غیر ملکیتوں کو یہ نایاب موقع ہاتھ لگا اور انہوں نے اور زیادہ دخل دینا شروع کر دیا۔ ان مختلف حالات کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چین میں غیر ملکی اثر کی تاریخ کا اعادہ کر لیا جائے۔

چین اور غیر ملکی شروع میں چین کی طرف سے غیر ملکیتوں پر کوئی بندشیں نہ تھیں، لیکن مغربی قومیں جو سترھویں صدی عیسوی میں یورپ سے اہل اہل کر دنیا پر چھا رہی تھیں ان کا مقصد محض تجارت اور بجائی چارہ نہ تھا۔ بلکہ وہ ملک گیری اور غلبہ چاہتی تھیں۔ مشرقی قوموں کا ستارہ عروج غروب ہو چکا تھا۔ مصر و چین سندوستان و ایران کی تہذیبیں خوابیدہ تھیں۔ عربوں اور تاتاریوں کا طبل جنگ خاموش ہو چکا تھا۔ اس وقت یورپ اٹھا اور افریقہ ایشیا۔ آسٹریلیا اور امریکہ پر چھا گیا۔ چین میں اولاً پرتگیزی آئے اور امن پسند عرب تاجروں کو ختم کر کے کائنات پر تسلط کر لیا۔ اور یورپی قومیں بھی جلد ہی آنے لگیں اور اپنی طاقت کے زعم میں چینی حکومت چینی قانون اور رعایا کو کچھ نہ گردانا۔ آخر ان حرکتوں سے تنگ آ کر ۱۹۱۱ء میں حکومت نے اختیار کے لئے "دور باشن" کا مسلک اختیار کیا اور سوائے کانٹن اور مکائو کے اور

ہر جگہ ان کو تجارت کرنے سے ممانعت کر دی۔ اس پر بھی عیسائی پادریوں نے کنفیو شس کی توضیح نہ چھوڑی اور چینی قانون کی طرف سے بے پروائی بلور جاری رہی۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ یورپی طاقتوں کو اپنی جنگی قوت پر ناز تھا۔ اور ہر ایک طاقت اپنی حکومت اور اپنا اثر بڑھانے پر مائل ہوئی تھی۔ آزادانہ تجارت کی حمایت مظلوم اور بے کس رعایا کی طرف داری۔ تہذیب اور تعلیم کی ترویج، امن کا قیام یا پھر ہتک یا کسی جانی یا مالی نقصان کا انتقام ان میں سے کسی کو وجہ بنا کر جنگ چھیڑ دی جاتی تھی اور اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا لیا جاتا تھا۔

۱۸۶۰ء میں اتحادیوں سے جنگ کے بعد جو عہد نامہ نائن ہو اس کے ذریعہ چین نے وہ سب کچھ کھو دیا جس کے معنی خود داری اور آزادی کے

(۱) ۱۸۶۰ء میں ایک غیر ملکی جہاز *Topang* کے ملازمین نے دو چینیوں کو مار ڈالا۔ چینی حکومت نے انتہائی کوشش کی لیکن غیر ملکیوں نے نہ بھرموں کو چینیوں کے حوالے کیا نہ خود سزائیں دیں۔

(۲) جانی نقصان اکثر و بیشتر تو پادریوں کے قتل کی صورت میں ہوتا تھا۔ اور انہی کا خون ہا سب سے زیادہ اہم بھی تھا۔ کوریائیں عیسائیوں کے ایک خاص فرقے کے دو پادری مارے گئے۔ یہ لوگ جرمنی کے باشندے تھے۔ لیکن یہ اس فرقے سے تعلق رکھتے تھے جس کو جرمنی حکومت نے ملک بدر کر دیا تھا۔ لیکن اب بہانہ ہاتھ آ پا جرمنی نے چین سے ان کے خون بہا کا مطالبہ کر دیا اور ان کے عوض پورٹ آر تھر د با بیٹھے۔ یورپ کی دیکھا دیکھی جاپان نے بھی اپنے بدھ سادھو بنائے کر چین میں بھیجنے شروع کئے تاکہ وہ بھی اپنا قیمتی خون دہاں گرائیں اور ملک پرستی کا ثبوت دیں۔

ہو سکتے ہیں۔ یوں کہنے کو صرف تین چیزیں غیروں کو دی گئیں۔ لیکن اس کے بعد پھر جن کے پاس کچھ نہ بچا۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں۔

۱۔ غیر ملکوں کے مخصوص حقوق: اس کے ماتحت غیر ملکی جینی قانون سے بری ہو گئے۔ جینی حکومت غیر ملکوں پر کسی جرم پر بھی مقدمہ چلا ہی نہیں سکتی بغیر ملکوں کا مقدمہ محض ان کے اپنے ہی ججوں کے سامنے ہو سکتا ہے۔ اور ان کی سزا وغیرہ بھی اپنے مالک کے قانون کے ماتحت اپنے ججوں کی رائے سے ہو سکتی ہے۔ چین میں خواہ کسی جگہ کوئی غیر ملکی کسی قسم کا جرم کرے اس کا مقدمہ غیر ملکی عدالتوں ہی میں ہو سکے گا۔ خواہ مدعی یا مدعا علیہ چینی ہو، یا چینی حکومت اسی طرح غیر ملکوں پر چینی ٹیکس یا جلی کا عمل درآمد نہ ہو گا۔ شانگھائی کا ایک حصہ غیر ملکوں کے بسنے اور ان کی عدالتوں وغیرہ کے لئے دے دیا گیا تھا یہی بین الاقوامی آبادی کہلاتی ہے۔ شروع میں یہ ۴۰۰ ایکڑ رقبہ تھا لیکن اب ۵۵۸۴ ایکڑ ہو گیا ہے۔ اس کی کل آبادی ٹولا کھچپن ہزار ہے جن میں ٹولا کھ ۳۰ ہزار چینی ہیں۔ اسی طرح کل بلدہ کے ٹیکس کا ۷۰ فی صدی کبھی چینی ہی دیتے ہیں۔ لیکن ان کو مجلس بلدہ کی میسر تو الگ رہی اس کے انتخاب کے لئے رائے تک دینے کا حق نہیں ہے۔

۲۔ مالیات ملک پر قبضہ: ۱۸۴۳ء اور اس کے بعد کے معاہدوں کے ذریعہ چین میں اشیاء کی درآمد پر محصول بلا تخصیص جنس ہمیشہ کے لئے قیمت کا ۵ فی صدی مقرر کر دیا گیا^(۱) اور اس کو بڑھانے کا چین کو کوئی اختیار نہیں رہا۔

(۱) Extra-territoriality.

(۲) دوسرے ممالک میں درآمد پر محصول بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اور مختلف (تقریباً ۲۰۳) پر

اسی کے ساتھ برآمد پر بھی زیادہ سے زیادہ پانچ فی صدی ہی ٹیکس کی اجازت دی گئی۔ درآمد کے محصول کے علاوہ اندرون ملک میں ایک اور ٹیکس ہوتا ہے جسے چین میں لی کن کہتے ہیں^(۲) یہ چینی یا غیر چینی سب کو دینا پڑتا تھا۔ لیکن محصول درآمد مقرر ہونے کے بعد غیر ملکوں نے لی کن دینے سے انکار کر دیا۔ اور وہ اس سے بری سمجھے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس تخصیص کی وجہ سے ملکی تاجر غیر ملکوں کا کبھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ درآمد کے محصول عائد کرنے میں بھی یہ ستم ظریفی کی گئی کہ اشیا کی قیمت جو ۱۸۵۰ء میں خود غیر ملکوں ہی نے اصل قیمت کو بہت کم کر کر کے مقرر کی تھی وہ بغیر تبدیلی نصف صدی سے زیادہ تک قائم رہا گو اس زمانے میں اشیا کی قیمتیں بہت چڑھ گئی تھیں جسب بالا عہد ناموں کے کچھ ہی عرصے بعد چین کو اور لڑائیاں لڑنی پڑیں اور ان سب کے اخراجات اور ہرجانے کی رقم اس قدر ہو گئی کہ حکومت کو غیر ملکوں سے قرضہ لینا پڑ جس کی ضمانت میں درآمد کا محصول اور ملک کا محصول غیر ملکوں کے ہاتھ رہن رکھ دینا پڑا۔ پہلے انگلستان۔ فرانس، جرمنی، امریکہ نے ایک متحدہ مجلس قائم کی جس نے چین کو قرضہ دینا شروع کیا۔ پھر ۱۹۱۲ء میں روس اور جاپان بھی اس سمجھوتے میں شریک ہو گئے

صفحہ ۲۰ کا بقیہ، قسم کی اشیا پر مختلف شرح ہوتی ہے اشیا خوردنی وغیرہ مثلاً انانج وغیرہ پر کم اور سامان عیش و نشاط مثلاً شراب، سگریٹ، موٹر وغیرہ پر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ یہ ملک کی آمد کا بڑا ذریعہ ہوتا ہے۔ اور اسی سے اپنے ملک کی تجارت کو خاطر خواہ قابو میں لایا جاسکتا ہے مثلاً جاپان میں چینی لبا کو پر شرح محصول درآمد قیمت کانین سوچاں فی صدی ہے۔

(۲) - ہندوستان میں اس کو Municipal terminal tax یا چکی کہتے ہیں۔

اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ چین پر غیر ملکیوں کی گرفت اور مضبوط ہو جائے، ورنہ اصل بات تو یہ تھی کہ جاپان اور روس جس وقت اس مجلس میں شریک ہوئے اس وقت خود ان کی حکومتیں بے حد مقروض تھیں۔ ۱۹۱۲ء کے انقلاب کے بعد سے چین کو بہت قرضے کی ضرورت پڑی۔ یہ قرضہ یا ہر جانہ ادا کرنے کیلئے لیا جاتا تھا یا صنعتی ترقی کے لئے اور یا حکومت کے انتظامات کے لئے۔ ظاہر ہے کہ تینوں خصوصاً آخری دو صورتوں میں ملکی معاملات میں قرضخواہ کا کس قدر عمل دخل ہو جائے گا۔ پھر یہ قرضہ بھی ایک طرح سے یا بھجرا دیا جاتا تھا جیسا کہ اس بات سے ظاہر ہے کہ واشنگٹن کانفرنس (۱۹۲۱ء) میں جب چین نے جاپان کا ایک قرضہ ادا کرنا چاہا تو جاپان نے واپس لینے سے انکار کر دیا کیونکہ درآں صورت جاپان نے جو شان ٹنگ میں "حقوق" جمار کھے تھے ان سے دست بردار ہونا پڑتا تھا دیگر عہد ناموں میں بھی یہ شرط شامل ہے کہ بلا منظوری قرضخواہ قرضے نہیں چکائے جاسکتے۔ یہ بھی عہد ناموں کے ذریعہ طے ہو گیا ہے کہ چین بجز اس مجلس کے کسی اور سے قرضہ نہ لے سکے گا۔ ۱۹۱۲ء میں انگلستان کی کمر سب اینڈ کمپنی نرم شرائط پر چین کو حسب ضرورت قرض دینے پر تیار تھی، لیکن غیبہ ملکوں نے اس کی اجازت نہ دی اور بالآخر چین کو اسی متحدہ مجلس سے روپیہ قرض لینا پڑا پھر

-
- (۱) ۱۹۱۲ء تک چین میں شاہنشاہیت تھی اس کے بعد جمہوریت قائم ہو گئی۔
 (۲) مثال کے طور پر کانوں اور ریلوں کو بے بیچے بہت قرضے ان دو صنعتوں کے اٹھانے کے لئے بھی لئے گئے۔ چنانچہ لوہے کی بڑی کانیں کل بائنج ہیں اور ان میں سے چار کم و بیش مکمل جاپانیوں کے ہاتھ میں ہیں اور صرف ایک چینیوں کے پاس۔ اسی طرح ریلوے۔ دیکھئے صفحہ ۱۱

ایک اور دقت یہ ہے کہ چین میں چاندی کا سکہ رائج ہے، اور یہ تمام قرضے سونے کے حساب سے دئے گئے ہیں۔ اس طرح بھی شرح تبادلہ کا نقصان چینیوں کو اٹھانا پڑتا ہے۔ جنگ عظیم کے بعد وہ پہلی قرضہ دہندہ مجلس ختم ہو گئی، لیکن ۱۹۲۰ء میں امریکہ کی تجویز پر امریکہ، انگلستان، فرانس اور جاپان نے پھر ایک نئی مجلس بنائی۔ شروع شروع میں جاپان راضی نہ ہوتا تھا۔ لیکن پھر جاپان اس کے حاصر حقوق تسلیم کر لینے کے بعد وہ بھی شریک ہو گیا۔

حسب بالا مختصر سے بیان سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ چین کس طرح اغیار کے پنجے میں ہے۔ چینی حکومت کی آمدنی زمین کے لگان، نمک کے محصول، درآمد کے محصول، برآمد کے محصول، افیون کے محصول اور لی کن پر منحصر ہے۔ یہاں انکم ٹیکس، اسٹامپ وغیرہ کچھ نہیں۔ آمد کی مدات میں زمین کا لگان کم و بیش مستقل چیز ہے، بلکہ آئے دن کی بے چینیوں اور کسانوں کی احتجاج کی وجہ سے اس میں معتد بہ کمی ہو رہی ہے۔ افیون کے متعلق حکومت کی سخت کوشش ہے کہ یہ تجارت ہی ختم ہو۔ گویا یہ مذہبی کم ہو رہی ہے اور جلد ہی ختم ہو جائے گی۔ برآمد پر ہ فی صدی سے زیادہ ٹیکس نہیں لگا سکتے۔ اور اس کے علاوہ بھی برآمد پر ٹیکس لگانا اپنے پاؤں پر آپ کلھاڑی مارنا ہے۔ نمک اور درآمد کا ٹیکس بھی مقرر ہے اور اغیار کے ہاتھوں میں ہے۔ لی کن کو زیادہ کرنے سے اندرونی تجارت ختم ہو جانے کا ڈر ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ غیر ملکیوں پر یہ محصول لگ نہیں سکتا۔ گویا اس کو بڑھانے سے ملکی تاجر ختم ہو جائے گا اور محصول صفر رہ جائے گا۔ اس کے مقابلے میں نئی حکومت کے قیام کے سائے اخراجات ملک کی ترقی کی تدابیر اندرونی اور بیرونی سازشوں اور حملوں سے حفاظت یہ سب روپیہ چاہتے ہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ موجودہ صورت میں تو چینی ہمیشہ ہمشہ

محتاج رہے گا۔

۳۔ غیروں کے مذہب کی آزادی بلکہ اسکی عزت اور اولیت ۱۸۶۱ء کے عہد نامے میں فرانسیسیوں کے حمل کی بنا پر پادریوں نے جھوٹے سچے دعوے شروع کر دیے۔ برسوں قرونوں کی بنی بنائی عمارتوں کو یہ کہہ کر تڑوا دیا گیا کہ یہاں پہلے گرجا تھا اور یہ زمین ہمیں واپس ملنی چاہئے۔ اس سے جو کچھ زک حکومت کی خود داری کو پہنچی وہ ظاہر ہے۔ پادریوں کے اس طرح ملک پر چھا جانے سے چینیوں کو اور نقصان بھی پہنچے۔ چینی سوسائٹی میں تفریق ہو گئی۔ نو عیسائیوں کے نزدیک اجداد پرستی گناہ عظیم ٹھہری۔ اور برائے چینی اس کو اہم ترین عبادت سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ پادریوں نے خود کتابیں چینیوں کے متعلق لکھی ہیں۔ وہ تعصب اور سیاست کی وجہ سے سخت گمراہ کن ہیں۔ اور چینیوں کے متعلق بہت ہی خراب قسم کی معلومات بہم پہنچاتی ہیں اس طرح بین الاقوامی طور پر چینی عزت اور خود داری کو بڑا دھکا لگا ہے۔

۱۱۔ ۱۸۵۷ء سے ۱۸۶۱ء تک انگلستان، فرانس، امریکہ اور روس نے متحدہ طور پر چین کے خلاف جنگ کی اور جب چین کو بالکل پامال کر لیا تو اپنے من مانے شرائط پیش کئے جس پر چین کو دستخط کرنے پڑے۔ فرانسیسیوں نے اپنے معاہدے میں حمل کر کے دو فقرے بڑھا دیے کہ عیسائی پادریوں کو تمام چین میں تبلیغ کی اجازت ہوگی اور گزشتہ ضبط شدہ جاکدیں ان کو بلا معاوضہ واپس دی جائیں گی۔

(۲)۔ جن بعض اشخاص نے چینی تہذیب وغیرہ کی تعریف بھی کی ہے۔ اس کا بھی مقصد سیاسی ہے۔ بقول آرنزبل مسٹر برٹینڈرسل ”وہ تمام دول جو چین سے مادی طور پر انتفاع چاہتی ہیں وہاں کی برائی تہذیب اور قدامت پرستی کی بہت تعریف کرتی ہیں اور زرخیز دیتی ہیں کہ چین اسی ماحول میں جن ہے۔ اور ترقی نہ کرنے پائے گا۔“

چین میں غیر ملکی مسئلہ کے اس مختصر سے بیان کے بعد ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے کہ اب ایک عرصے سے اور خصوصاً ۱۹۱۲ء کے انقلاب کے بعد سے چین کی تاریخ کے نشیب و فراز کی ذمہ داری ملکوں سے زیادہ غیر ملکوں پر ہے۔ مارچ ۱۹۱۲ء میں ایک عارضی نظام بنایا گیا اور یوآن شئی کا نئی صدارت کے فرائض انجام دینے لگا۔ لیکن یوآن صرف صدارت سے مطمئن نہ تھا۔ اس کا مطمح نظر اپنی شاہنشاہیت تھی یہ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ جمہوریت کا پہلا حصہ بھی غدار ہو۔ یوآن نے غیر ملکوں سے خفیہ معاہدے کرنے شروع کئے۔ سب سے زیادہ ضرورت روس سے تھی اور روسیہ ہونے کی صورت میں پھر اندرونی مخالفتوں کا دبا نا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ اس لئے یوآن نے برطانیہ، فرانس، جرمنی اور جاپان کی متحدہ مجلس سے ایک زر کثیر قرضہ لے لیا۔ اس کے پس منظر میں مجلس مشاورت شامل نہ تھی۔ یہ قرضہ حکومت کی آمدنی کی ضمانت پر لیا گیا تھا اور اس حساب میں نہ کہ محصول غیر ملکوں کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ ڈاکٹر سن یٹ سین کی جماعت عوام کو مرمن ٹانگ جو اصلیت میں انقلاب کا باعث ہوئی تھی اس قرضہ پر بہت بگڑی۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر سن یٹ سین نے فوجی مداخلت بھی کرنی چاہی۔ لیکن اس میں یوآن کا نیا بیاہوار روسیہ اور غیر ملکی رفیق کام آئے اور ملک پرست کو مرمن ٹانگ کو دبا دیا گیا۔ ۱۹۱۳ء میں یوآن شئی کا یے کو مرمن ٹانگ کو خلاف قانون قرار دیا۔ اور ۱۹۱۴ء میں صوبائی مجالس مشاورت قورٹ ڈالیں۔ اسی سال اس نے شاہنشاہی مندر میں مخصوص پوجا کی رسم بھی ادا کی جو محض شاہنشاہ ہی کر سکتا ہے۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اسی سال اپنی شاہنشاہیت کا اعلان کر دے لیکن غیروں کے مطالب کے یہ بات موافق نہ تھی کہ خانہ جنگی کا فیصلہ اس آسانی سے ہو جائے اس لئے انہوں نے خصوصاً جاپان نے

اس کو نہ مانا۔ بلکہ کومن ٹانگ کے طرفدار ہو گئے۔ اُدھر یورپ میں جنگِ عظیم چھڑ گئی۔ اب اتحادیوں نے یہ کوشش شروع کی کہ کسی طرح چین بھی ان کی نظر ہو جائے اور اس کے بدلے یوآن شی کا شی سے شاہنشاہیت کا وعدہ بھی کر لیا لیکن اس وقت چین کا اتحادیوں کے ساتھ مل جانا جاپان کے مفاد کے خلاف تھا اس لئے اس نے حکمتِ عملی دباؤ اور مخالف جماعت یعنی کومن ٹانگ کو مدد دیکر چین کو شریکِ جنگ نہ ہونے دیا۔ اب حالات ایسے سقیم ہو گئے تھے کہ جون ۱۹۱۶ء میں یوآن شی کا شی کی موت ملک کے لئے رحمت ثابت ہوئی۔ اس کے بعد لی یوآن ہنگ صدر منتخب ہوا۔ ۱۹۱۱ء سے ۱۹۱۶ء تک کے عرصے میں اس طرف تو ملک میں مسلسل خانہ جنگی رہی اور ادھر منگو لیا روس کے زیر اثر آگیا اور تبت برطانیہ کی ہمت پر آزاد ہو گیا۔ ۱۹۱۳ء سے یورپی قوتیں خود اپنے ہی جھگڑے میں مشغول ہو گئیں تو چین میں جاپان کی بن آئی ۱۹۱۵ء میں جاپان نے پکن گورنمنٹ کو اپنے مشہور اکیس مطالبات پیش کئے جو انتہائی ذلیل کن اور سخت تھے اور جن کی رو سے ہر قسم کے تجارتی، سیاسی اور ملکی مفاد اپنے لئے محفوظ کر لئے گئے۔ ۱۹۱۶ء میں منچوریا کی حدود کے جھگڑے پر چین و جاپان میں جھڑپ بھی ہو گئی، لیکن ابھی وقت نہیں آیا تھا اس لئے جاپان دانستہ واپس ہٹ گیا جنگِ عظیم کے معاملہ میں جس طرح جاپان نے چینی معاملات کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالا ہے وہ اس کی حکمتِ عملی کی بہت کامیاب مثال ہے۔ چین کے اتحادیوں کے ساتھ ہو جانے سے جاپان کی مخالفت دو وجہ سے بھی جیسا کہ وائی کاؤنٹ آئمی شی جاپانی وزیر کے بیان سے ظاہر ہے اول تو جاپان کو یہ خطرہ تھا کہ اگر چین اتحادیوں کے ساتھ ہو گیا تو لڑائی کے بعد ان کی مدد سے ممکن ہے یہ میرے اثر سے نکل جائے اور دوسرے

جاپان یہ ہرگز گوارہ نہیں کر سکتا کہ چین کی فوجیں منظم اور مضبوط ہو جائیں اور آج تو وہ اتحادیوں کے ساتھ جرمنی سے لڑیں اور کل خود ہمیں ہی نکال باہر کریں۔ جاپان کی خواہشات حتیٰ المقدور پورا کرنے کی اتحادیوں کے پاس بہت معقول وجہ تھی۔ جاپان خود غیر جانب دار تھا۔ اور اس کا مقصد یہ تھا کہ آخری وقت جس کی فتح ہوئی دیکھے اسی کے ساتھ ہو جائے، تاکہ مال غنیمت میں حصہ دار ہو سکے۔ جاپان کو یقین تھا کہ جرمنی جیتے گا۔ اور اسی لئے وہ اتحادیوں سے ملنا نہ چاہتا تھا۔ ادھر اتحادیوں کو یہ فکر تھا کہ کہیں جاپان جرمنی سے نہ مل جائے کیونکہ پھر مشرق کو وہ نہ بچا سکتے تھے۔ اسی لئے وہ جاپان کو محض غیر جانبداری رکھنے کے لئے اس کی ہر قسم کی خاطر داری کے لئے تیار تھے۔ چنانچہ اس سے فائدہ اٹھا کر جاپان نے اتحادیوں سے ۱۹۱۷ء میں خفیہ معاہدوں کے ذریعہ یہ سٹے کر لیا کہ اتحادیوں کی فتح کی صورت میں چین میں جرمنی مقبوضات اور حقوق تمام و کمال جاپان کو مل جائیں گے اور اس کے علاوہ بھی شمالی چین میں جاپان کے مخصوص اور مزید حقوق تسلیم کر لئے جائیں گے۔ جب تک یہ معاہدہ نہ ہو گیا جاپان ہرگز اس بات پر رضا مند نہ تھا کہ چین اتحادیوں کا ساتھ دے اور ان کو اپنا ہمدرد بنائے۔ لیکن اس خفیہ معاہدے کے بعد سے پھر جاپان کو کوئی ڈر نہ رہا۔ اس موقع پر دو اور ایسی باتیں بھی ہو گئیں جن سے جاپان کا رہاسہا اعتراض بھی جاتا رہا۔ اول تو امریکہ جواب تک غیر جانبدار تھا اب جرمنی کے مخالف ہو گیا اور اس کی کوشش سے اور اس کے ساتھ متعدد اور حکومتیں بھی جرمنی کے خلاف ہو گئیں۔ اس سے فتح و شکست کا مسئلہ بھی مشتتبہ نہ رہا۔ دوسرے امریکہ ہی کے کہنے پر چین میں بھی شرکت جنگ کا سوال اٹھا۔ وزیر اعظم ٹھوآن چی جیوئی شرکت کے موافق تھا لیکن صدر مخالف۔ یہ اختلاف

اس قدر بڑھ گیا کہ سائے ملک میں پھیل گیا۔ اس اختلاف کو بڑھانے میں بھی جاپان کا فائدہ تھا کہ اس سے چین کی قوت گھٹتی تھی۔ اس لئے اس نے وزیر اعظم کی طرف ہو کر شرکت جنگ کا اعلان کر دیا۔ صدر نے وزیر کو علیحدہ کر دیا، لیکن بیرونی مدد کے زور پر وزیر طوآن نے بغاوت کی۔ ادھر صدر نے جانگ سن کی مدد مانگی جس نے جون ۱۹۱۷ء میں معزول بادشاہ کو پھر سے تخت پر لایا۔ لیکن طوآن وزیر اغیار کی مدد سے فوجیا بھا اور سین فو فتح کر لیا۔ صدر کو روپوش ہوتا بڑا۔ طوآن نے نیا صدر منتخب کر لیا۔ اب معاملہ صاف تھا۔ چنانچہ جاپان کی رضامندی سے طوآن نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا (اگست ۱۹۱۷ء)۔ ادھر جاپان نے اتحادیوں کے طرف دار بن کر چین میں جرمن مقبوضات پر حملہ کر دیا اور ان سب کو دبا بیٹھا۔

طوآن کی بغاوت اور بعدہ فتح کا مقامی اثر بھی بہت ہوا۔ منوعہ کو من طانگ کے تمبر پھر یکبار جمع ہوئے اور وزیر اعظم کے اس خود مختارانہ رویہ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ اور ڈاکٹر سن یٹ سین کی صدارت میں ایک عارضی اور متوازی حکومت کانٹن میں قائم کر لی۔ اس نئی حکومت نے جاپا کو غیر ملکی اس کو باقاعدہ اور چین کی اصلی حکومت گردانیں، لیکن ظاہر ہے کہ غیر ملکی جھلا ایسا کیوں کرتے۔

۱۹۱۸ء میں جنگ عظیم کے اختتام کے بعد وارسائی امن کانفرنس میں چین بھی شامل ہوا اور فاتحین کی صف میں شامل ہوا۔ یہ صحیح ہے کہ جنگ میں چین نے کوئی خاص مدد اتحادیوں کو نہیں پہنچائی، لیکن یہی حال جاپان

(۱) چینوں نے کوئی لڑائی نہیں لڑی۔ سوائے اس کے کہ بحیرہ چین میں (بقیہ صفحہ ۲۱۲ پر)

کا تھا۔ وہ بھی محض انگلی کٹا کر شہیدوں میں داخل ہوا تھا۔ امن کانفرنس میں فائینن دو نوں ہاتھوں سے مالی غنیمت لوٹ رہے تھے۔ چین بے چارے نے کوئی نئی چیز نہیں مانگی بلکہ صرف یہ خواہش کی کہ چین میں جو چرنی مقبوضات ہیں وہ واپس چین کو مل جائیں، اغیار کے حلقہ اثر میں نہ رہیں جو یٹیں ڈاکخانے وغیرہ ملک میں موجود ہیں ان کا اختیار چینی حکومت کو ہی مل جائے لیکن نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا تھا۔ جرمنی مقبوضات جاپان کو ملے۔ صرف یہی نہیں بلکہ منچوریا میں اس کے خاص حقوق تسلیم کئے گئے ریل ڈاکخانے کے مطالبہ کو یہ کہہ کر ٹال دیا گیا کہ ان چیزوں کا امن کانفرنس سے کوئی تعلق نہیں۔ غرضیکہ فائینن میں ایک صرف چین ہی تھا جو بجائے فائدے کے اور الٹا کھو بیٹھا۔ اسی زمانے سے چین میں جاپان کے خلاف سخت نفرت پیدا ہو گئی اور اسی وقت سے اسے اپنے نخلص دوست یعنی امریکہ کی ہسٹ دھرمی کا بھی پتا چل گیا۔ سب کے بدلے چین کو یہ حق دیا گیا کہ وہ مجلس اقوام (لیگ آف نیشن) کا ممبر ہو سکے گا اور بڑے زور شور سے یہ کہا گیا کہ یہ ایسی عزت افزائی ہے کہ جس پر چین جتنا بھی خوش ہو کم ہے۔

صفحہ ۲۱۱ کا بقیہ جو جرمن جہاز تھے انکو ضبط کیے اتحادیوں کے حوالے کر دیا۔ اسکے علاوہ ایک لاکھ پچھتر ہزار چینی مزدور فرانس اور بیسو پوٹیمیا میں کیمپ میں کام کرتے رہے۔ (۱) گو بعد کے واقعات بتاتے ہیں کہ یہ بھی چین کے لئے کچھ فائدہ مند چیز ثابت ہوئی ۱۹۲۶ء میں (اور اسی سال چین ممبر بھی ہوا تھا) شہر وان سین پر جو مطلق بے اسلحہ اور بے فوج کے تھا گولہ باری کی گئی۔ پھر ۱۹۳۷ء میں جاپان نے مانچوکو ودالیا، لیکن لیگ کوئی مدد نہ دے سکی۔

امن کانفرنس میں نا انصافی، جاپانیوں کی بڑھتی ہوئی دست برد، ڈاکٹر سن یٹ سین کی تعلیم اور زبان میں انقلابی اصلاحات اور پھر شاگھائی کی ہر تال یہ ایسی چیزیں تھیں کہ کم از کم کچھ روز کے لئے تو تمام چین کو متحد کر دیا۔ اور سب نے مل کر قومی فلاح اور بہبودی کی طرف توجہ کرنی شروع کی چنانچہ واشنگٹن کانفرنس منعقدہ ۱۹۲۱-۲۲ء میں چینیوں نے متفقہ طور پر وہی مطالبات پیش کئے جو امن کانفرنس میں کئے تھے اور یہ بھی چاہا کہ محاصل میں جو پابندیاں ہیں وہ تو ردی جائیں اور چین کو اختیار ہو کہ وہ درآمد و برآمد محصول لگائے۔ اس دفعہ کچھ بونہی سی اشک شوی ہو گئی۔ ڈاکٹر نہ لو رغبض ریلوں کا انتظام چینیوں کو دے دیا گیا۔ شان ظنک میں جاپانی اثر کم ہو گیا۔ اور محصول کے بارے میں گو پابندیاں وہی رہیں لیکن یہ طے ہو گیا کہ اب تک تو ناماشی ۵ فی صدی لیا جاتا تھا اب واقعی ۵ فی صدی دیا جائے۔

لیکن چین کی یہ متحد کیفیت قائم نہ رہ سکی۔ جاپانی اثر نے جلد ہی خائجگیاں شروع کرادیں۔ منچوریا کا چانگ سوئن اس کے کہنے پر ہر طرح لڑنے پر تیار تھا

(۱) شاگھائی میں ایک جاپانی کارخانے میں ایک بارہ سالہ بچی جو رات کی بارہ گھنٹے کی ڈیوٹی پر تھی ذرا سی سستی پر جاپانی مستری نے بری طرح زد و کوب کیا۔ اس کی حالت میں چینی مزدوروں نے ہر تال کر دی اور مظاہرہ کیا جس پر پولیس نے گولیاں چلائیں اور کئی چینی طلبہ مر گئے اس پر تمام ملک میں اشتعال پھیل گیا۔

(۲)۔ جاپان نے اس جنرل کو لاتعداد قرضہ اسی غرض سے دیا تھا، بلکہ اس کو ہر قسم کی مدد دے کر وہ چاہتا تھا کہ چانگ سوئن سب پر حاوی آجائے اور دوبارہ بادشاہت قائم کر لے۔ اس صورت میں چین میں جاپان کا عمل دخل مکمل ہو جاتا۔ لیکن دوسری غیر ملکی

جنوب میں ڈاکٹر سن یٹ سین کی حکومت عارضی زندگی جی رہی تھی، لیکن شمال کی حالت زدہ تھی۔ بالآخر ۱۹۲۱ء میں سوشلی چانگ نے استعفیٰ دیدیا اور صدارت کے لئے دوبارہ لی یو آن ہنگ منتخب ہوا۔ ۱۹۲۲ء میں غیر ملکی اثرات کی وجہ سے پھر شمال میں سخت قسم کی خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ مئی ۱۹۲۵ء میں ڈاکٹر سن یٹ سین فیصلہ کرانے کی نیت سے یکن گئے۔ لیکن بد قسمتی سے اسی جینے کی بارہ تاریخ کو ان کا انتقال ہو گیا۔ لیکن اس واقعہ نے ان کو ہاتھ بنا دیا، اور ملک ان کے پروگرام کو پورا کرنے کے لئے ٹوٹ پڑا۔ یہاں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ڈاکٹر سن یٹ سین کے پروگرام کا خاکہ ہدیہ ناظرین کریں جسکو جینی الہام سے کم نہیں سمجھتے:

یہ پروگرام تین اصولوں پر قائم ہے اور وہ تین اصول یہ ہیں:-
۱۔ وطنیت:- اس کے تحت میں اپنی قوم کو ابھارنا اور زندہ بنانا ہے تاکہ دیگر اقوام کے ہمسرہ ہو سکے۔

۲۔ جمہوریت:- اس کے تحت میں دو چیزیں آتی ہیں:-

(۱) انتظام حکومت:- اور اس کے پانچ شعبے ہیں:-

(۱) مجلس قانون ساز

(۲) محکمہ عدالت

(۳) مجلس انتظامیہ

(صفحہ ۲۱۲ کا بقیہ) طاقتیں اس انتظام سے خوش نہ تھیں۔ وہ ایک اور گڈے کو تخت پر بٹھانا چاہتی تھیں جاناگ سورن ۱۹۲۵ء میں ریل کے ڈبے میں بم پھٹنے سے ہلاک ہو گیا اور اس کا بیٹا جاناگ سوہا ناگ اس کا جانشین ہوا۔ لیکن جاپانیوں کی اس سے نہ بھی۔

(۴) مجلس برائے تقریر ملازمین حکومت و امتحانات۔

(۵) مجلس برائے قیام امن و پولیس۔

(ب) تحفظ حقوق عوام جس میں۔ رائے، انتخاب، آزادی رائے، تقریر و تحریر، نمایندگی وغیرہ سب آتے ہیں۔

۳۔ اشتراکیت۔ اس کے تحت میں کسانوں اور مزدوروں کے معاشی حقوق کا قیام ہے تاکہ ان لوگوں کی حالت سدھر سکے اور قوتِ لایموت اور ضروریاتِ زندگی کا توڑکھا نہ ہو جائے۔ ڈاکٹر سن بیٹ سین کا قول تھا کہ ہمیں سرمایہ داری سے لڑنا نہیں ہے بلکہ ہماری لڑائی تو فاسٹ اور قلت سے ہے۔

ڈاکٹر سن بیٹ سین کے انتقال کے بعد لوگوں میں ان کے پروگرام کو کامیاب بنانے کا غیر معمولی جوش پھیل گیا۔ اسی میں روس کے اشتراکی لیڈر خصوصاً بوروڈن بھی آ شامل ہوئے اور اس پروگرام کو حتیٰ الوسع کامیاب بنانے میں مدد دینے لگے۔ گویا اب یہ ایک نئی کومنٹاٹک پیدا ہو گئی اس وقت اس کے کارپردازان میں مسز سن (اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر سن بیٹ سین)، سن فو (فرزند ڈاکٹر سن بیٹ سین)، بی۔ وی۔ سٹونگ (مسز سن کے بھائی) اور چانگ کائی شک (جن سے مسٹر ٹی۔ وی۔ سٹونگ کی بہن منکوح ہیں) تھے۔ چنانچہ ۱۹۲۶ء میں جرنیل چانگ کائی شک نے شمال پر حملہ کر دیا اور سب کو شکست

(۱۱) چانگ کائی شک کی فوجی تعلیم ماسکویں ہوئی تھی۔ یہ شروع میں مسلمان تھے، لیکن انکی چوتھی شادی مسٹر ٹی۔ وی۔ سٹونگ کی بہن سے ہوئی جس کے بعد سے عیسائی ہو گئے ہیں۔ مسٹر ٹی۔ وی۔ سٹونگ چین میں مالیات کے ماہر اور بے انتہا امیر ہیں (بقیہ صفحہ دیگر پر)

دے کر پکنی کو بن ٹانگ کا صدر مقام بنایا۔ مارچ ۱۹۲۶ء تک اس قومی سپاہ کو بہت سی کامیابیاں حاصل ہو چکی تھیں اور اغیار کا اثر کم ہو گیا تھا، لیکن بد قسمتی سے اس مہم میں بھی اتحاد قائم نہ رہ سکا۔ ۲۴ مارچ ۱۹۲۶ء کو نانکن کی فتح پر فوج کی اشتراکی جماعت نے شہر میں اس طرح لوٹ مار مچائی کہ ان کے اتحاد عمل کا نتیجہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا اور چانگ کا ٹی شک کو مشیر تک جماعت سے الگ ہو کر اپنی جماعت الگ بنانی پڑی جس کا صدر مقام نانکن میں بنایا گیا یہیں سے چین اور روس کی مخالفت شروع ہوتی ہے۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۲۷ء کی شانگھائی کانفرنس میں کو بن ٹانگ نے روسی اشتراکیوں کے خلاف فیصلہ کر کے ان سے مقاطعہ کر لیا۔ اور بوروڈن کو نکال دیا گیا۔

کو بن ٹانگ میں شروع ہی سے دو تاثرات کار فرما تھے۔ بعض تو مکملآ اشتراکی رنگ میں رہنے جا چکے تھے۔ یہ کسانوں اور مزدوروں کے طرفدار اور دولت کی مناسب تقسیم کے قائل تھے۔ اور بعض جمہوریت اور قومیت کے تو اسی قدر قائل تھے جتنا کہ اشتراکی لیکن یہ دراصل تجار اور دیگر متوسط درجے کی مخلوق کے نمائندے تھے۔ کسان اور مزدور سے ان کو کوئی خصوصیت نہ تھی اول الذکر پارٹی گویا روسی تجربہ کی موسید تھی۔ اسی لئے جب مارشل چانگ کا ٹی شک نے اس کی مخالفت کی اور کو بن ٹانگ یا بالفاظ دیگر سائے چین کو

صفحہ ۲۱۵ کا بقیہ) انکی دولت اور صلاح ہی زیادہ تر مارشل چانگ کا ٹی شک کی کاسیانی کاراز ہے۔ ڈاکٹر سن یٹ سین کی وفات کے بعد خیال تھا کہ ڈاکٹر موصوف کا سب سے بڑا معتمد لیاؤ پنگ کا ٹی ان کا خلیفہ مقرر ہو گا کیونکہ وہ اشتراکیوں کا بھی نمائندہ تھا۔ لیکن اس کے قتل کے بعد بوروڈن کی مدد سے چانگ کا ٹی شک کو بن ٹانگ کا صدر بنا دیا گیا۔

اس اثر سے پاک کرنا چاہا تو ملک کے تمام متوسط الحال اشخاص، تاجروں، ہونو
اور اہل کارخانہ کے علاوہ ماسولے روس اور غیر ملکیوں نے مارشل جانگ
کا کئی شک کی حکومت کی ہر طرح کی مدد کا وعدہ کیا۔ در آمد کے محصول کا اجارہ
ٹوٹ گیا جو چین کے لئے سب سے زیادہ اہم بات ہے۔ برطانیہ نے ہانگو
کی مراعات سے دست برداری دیدی۔ دوسری اقوام نے بھی ہمدردانہ اور
مساویانہ سلوک برتنے کی کوشش کی۔ گویا نہ صرف ملکی روپیہ بلکہ غیر ملکی روپیہ
اور قوت بھی مارشل جانگ کا کئی شک کے ساتھ ہو گئی۔

۱۹۲۸ء کے شروع حصے میں چین میں ہر جگہ جنگ تھی۔ لیکن اسی سال
بہتر صورت ہوتی گئی جنرل جانگ کا کئی شک نے اور جرنیلوں سے اتحاد
کر لیا اور چاروں طرف سختی سے بدظمی کو دبانے شروع کیا۔ جاپان شمال میں
تکلیف دے جاتا تھا۔ ۱۹۱۶ء کے بعد اب پھر اس سے کھٹ پیٹ ہو گئی
لیکن یہ شعلہ فوراً ہی دب گیا۔ ۱۹۲۸ء کے آخر میں دارالسلطنت پکن سے
ناگن میں آ گیا۔ اور یہیں کو من ٹانگ نے حکومت کا دستور و نظام بنایا جو

یہ ہے :-

سارا ملک ۲۸ صوبوں میں تقسیم ہے جن میں ۱۹۱۵ ضلعے اور ۱۱ بلدیہ
ہیں۔ نظام حکومت اسی چر بے پر بنایا گیا ہے جو ڈاکٹر سن یٹ سین نے پیش
کیا تھا۔^{۱۱} گوڈاکٹر موصوف کے انتقال کے بعد اس پر دو چیزوں کا اثر پڑا
اول تو خود کو من ٹانگ کے اندرونی اختلاف کا اور دوسرے وہ فوجی
سپہ سالار جنہوں نے ۱۹۱۲ء کے انقلاب کو ظہور میں لانے میں مدد دی تھی

اسنے اختیارات بہت زیادہ چاہتے تھے۔ ان کے علاوہ طوچن یعنی وہ سپہ سالار جو بد نظمی کے زمانے میں عارضی طور پر صوبوں کے حاکم بنائے گئے تھے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ بنارہے تھے۔ بہر حال ۱۹۲۵ء کے نظام کا خاکہ یہ ہے

۱۔ مجلس حکومت: یہ ۵ افسروں کی مجلس ہے۔ اسی کے ہاتھ میں جبینی حکومت کے تمام آخری اختیارات ہیں۔ اس کا صدر حکومت چین کا صدر ہوتا ہے، اسی کو صلح جنگ معاہدے وغیرہ کے اختیارات ہیں۔ وہی چینی سپاہ کا سپہ سالار اعظم ہوتا ہے۔

۲۔ مجالس خمسہ: جن کو یوآن کہتے ہیں۔ ان کے کام یہ ہیں:-

(۱)۔ انتظامیہ

(ب)۔ قانون سازی

(ج)۔ عدالت

(د)۔ تقرر ملازمین حکومت و امتحان و تعلیم

(ه)۔ قیام امن و پولیس

ان مجالس کے صدر مجلس حکومت مقرر کرتی ہے۔ اور ان کے آپس کے جھگڑے بھی چکاتی ہے۔ امتحان اور تعلیم کے یوآن نے طریقہ تعلیم نئے اصولوں قائم کیا ہے پہلے یہ چاہانی طرز پر آزمایا گیا تھا لیکن موجودہ طریقہ تعلیم امریکہ جیسا ہرکلی تقسیم ہے

۱۔ ابتدائی تعلیم: چھ سال کا نصاب ہے یعنی چھ سال سے بارہ سال تک کی عمر تک۔ یہ دو حصوں میں منقسم ہے یعنی ادنیٰ و اعلیٰ جو ہر ایک تین سال کا ہے۔ قانون اتنی تعلیم لازمی ہے۔

۲۔ ثانوی تعلیم: چھ سال کا نصاب عمر بارہ سال سے اٹھارہ سال تک

یہ بھی حسب سابق ادلے و اعلیٰ میں منقسم ہے۔ رافضی
حصے کے بعد جو طلباء یونیورسٹی میں جانا چاہیں وہ
تو معمولی اعلیٰ میں داخل ہو جاتے ہیں اور جو ثانوی
تعلیم سے آگے بڑھنا نہیں چاہتے ان کے لئے
ثانوی تعلیم کا حصہ اعلیٰ فنی تعلیم کا ہوتا ہے۔

۳۔ اعلیٰ تعلیم۔ چار سال کا یونیورسٹی کا نصاب۔
اس کے علاوہ نورمل اور فوجی تعلیم کے لئے بھی مدارس ہیں۔ بعض جگہ
ثانوی تعلیم کی جگہ صنعتی تعلیم کا نصاب ہے۔ اور پھر اسی مناسبت سے اعلیٰ
تعلیم یونیورسٹی کی ہے۔

انتخاب کے مراحل ابھی طے نہیں ہوئے ہیں اور انہی پر کومن ٹانگ میں
اس قدر اختلاف ہے۔ اغلباً کومن ٹانگ کے نمائندے صوبوں کی مجالس میں
جائیں گے اور وہاں سے پھر مرکزی مجلس میں۔

عدالت کے معاملے میں چین کا انتظام ابھی تک بہت عجیب تھا۔ عدالت
محض فوجداری تھی۔ دیوانی اور مال کا نہ کوئی قانون نہ عدالت۔ اس قسم کے
تنازعے اغلباً بہت کم ہوتے ہوں گے۔ اور جو ہوئے بھی تو ان کو سربراہ یا
مختلف تجارتی انجمنیں خود ہی فیصلہ کر لیتی ہوں گی۔ اسٹامپ، وکیل یا استغاثہ
کچھ نہیں۔ منصف ہر وقت کا نوکر ہے۔ فریادی کسی وقت بھی عدالت کا گھنٹہ
بجا دے منصف کو اسی وقت مقدمہ کی سماعت کرنی پڑتی ہے اور کم سے
کم وقت میں طے کر کے سزا بھی فوراً ہی دے دی جاتی ہے۔ صرف موت کی
سزا کی منظوری حکام بالا (پہلے شاہنشاہ) کی طرف سے آتی ہے۔ عام طور
پر یہ سزائیں دی جاتی ہیں:-

ہنٹر لگانا، کوڑے لگانا، شہر بدر کرنا، ہمیشہ کے لئے جلا وطن کرنا، سزائے موت جو بذریعہ پھانسی یا گردن زدنی دی جاتی ہے۔ سزائے موت کے ساتھ کسی عضو کو قبل موت یا بعد از موت کاٹا بھی جاسکتا ہے، گو کہا جاتا ہے کہ عملاً ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ ۱۹۲۲ء اور ۱۹۳۳ء کے درمیان بہت سے دیوانی و دیگر قوانین بھی مرتب کئے گئے۔

گاؤں کا انتظام وہی پرانی طرز پر ہے کہ گاؤں کا مکھیا یا سرنچ ہی وہاں کا حاکم اعلیٰ ہوتا ہے۔

مگر یہ نظام اور دستور ابھی تک تو محض کاغذ ہی پر ہیں، کیونکہ خانہ جنگیوں سے کسی کو فرصت ہی کہاں ملی کہ کوئی تعمیری کام کیا جائے۔ دستور کو عمل میں لانے کی دفتوں کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے کہ کس طرح فوجی سپہ سالار اور طوچن اپنے اپنے مخصوص حقوق پراڑے ہوئے ہیں۔ شمالی چین کا سپہ سالار چانگ سوہ لیاٹنگ اسی بات پر ۱۹۳۳ء میں بگڑ بیٹھا اور چین پر اپنی حکومت جمالی۔ لیکن اس وقت یہ جنگاری آسانی سے دب گئی اور صلح ہو گئی۔

کومنٹانگ کی اشتر کی پارٹی بھی بالکل خاموش تھی مئی ۱۹۳۱ء میں کانٹن میں اس پارٹی نے ایک متوازی حکومت کی بنا ڈالی اور جنوب مغربی سیاسی مجلس کے نام سے کار فرما ہوئی۔ اسی زمانے میں شمال میں جاپانی فتنہ پھر جاگ اٹھا۔

(۱): انگلستان میں ۱۹۳۲ء تک دوسو سے اوپر جرائم کی سزا موت تھی۔ ۱۸۷۵ء تک کے قانون میں یہ تھا کہ باغی کو سزائے موت دینے کے بعد اس کی لاش کے چار حصے کر دیے جائیں۔

۱۹۳۴ء سے سلطنت چین کا حصہ تھا۔ اس کا رقبہ جرمنی اور فرانس دونوں کے رقبوں کے برابر ہے۔ ۱۹۲۸ء تک اس علاقے کا صوبہ دار چانگ سو لِن تھا۔ اس کے ہلاک ہونے کے بعد اس کا بیٹا چانگ سوہ لیانگ صوبہ دار یا باغلاؤ دیگر حکمران ہوا۔ جاپان کا اس حصہ ملک پر بہت عرصے سے دانت تھا چنانچہ ۱۸ ستمبر ۱۹۳۱ء کو اس نے مکدن (منچوریا کا پایہ تخت) پر حملہ کر دیا۔ اس حملے کی وجہ یہ بتائی گئی کہ جاپانی سپاہیوں کے قواعد کرتے وقت ان سے کوئی دوسو گز کے فاصلے پر ریل کی پٹری بم سے اڑادی گئی جس کے متعلق جاپانیوں کا یہ خیال ہے کہ یہ حرکت چینیوں کی تھی اور اس کا مقصد جاپانی سپاہ کو نقصان پہنچانا تھا۔ اس کے علاوہ دو اور وجوہ بھی بیان کی جاتی ہیں۔ ایک جاپانی افسر کیتان ناکامورا کا وسط منچوریا میں قتل اور دوسرے یکم جولائی ۱۹۳۱ء کا فساد جو چینیوں اور کوریا کے باشندوں میں آب پاشی کی نالی ٹکانے میں ہوا۔ لیکن اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ حملہ کی وجوہات حسب ذیل تھیں:-

۱۔ جاپان کو اپنی بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے ملک معدنیات اور پیداوار کی ضرورت تھی۔

۲۔ چین میں بیداری ہونے کے بعد سے چین کی نئی حکومت منچوریا میں اپنی افواج بھیجنے کا ارادہ کر چکی تھی۔

۳۔ جاپان نے اسی مقصد کی خاطر چانگ سو لِن کو بہت روپیہ دیا تھا اور اس کے ہلاک ہونے کے بعد سے حالات ایسے ہوتے جا رہے تھے کہ منچوریا کا جاپان کو ملنا التوا میں پڑ گیا تھا۔

۴۔ لیکن سب سے زیادہ اہم وجہ تو یہ تھی کہ چین کی نئی حکومت نے جاپانی ریلوے (ساؤتھ منچورین ریلوے) کے متوازی ایک اور ریل بنانے

کا فیصلہ کر لیا تھا، جس کا لازمی نتیجہ جاپانی ریل کا نقصان تھا۔

بہر حال وجہ خواہ کچھ ہو ہو یا یہ کہ ۱۸ ستمبر ۱۹۳۷ء کو جاپانی افواج نے مکدن پر حملہ کر دیا اور تین دن کے اندر تین شہر (مکدن، چنگ چن اور کیرن) نے لئے۔ اکتوبر کے شروع میں زیادہ حصہ ملک جاپانیوں کا تھا۔ ۲ جنوری ۱۹۳۸ء کو چن چو اور دوسرے دن شان سیکوان پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس سارے علاقے میں جاپان نے عارضی صوبائی حکومتیں مقرر کیں جن کے حاکم کو چینی تھے لیکن جاپانیوں کے مقرر کردہ۔ اس کے علاوہ ایک مجلس شوریٰ بھی تھی جس کے زیادہ تر ممبر جاپانی تھے۔ اسی مجلس نے مکدن میں ۱۹ فروری ۱۹۳۷ء میں ایک کانفرنس منعقد کی جس نے نئی حکومت مانچکواؤ کا اعلان کیا اور اس کی صدارت کے لئے چین کے معزول شدہ منچو شاہنشاہ ہنری پو۔ پی رجو دس سال سے جاپانی اسیر تھا) کو تجویز کیا۔ یہ نئی حکومت ۹ مارچ ۱۹۳۷ء کو معرض وجود میں آئی۔ اور جاپان نے اسے تسلیم کیا بلکہ ۵ ستمبر ۱۹۳۷ء کو اس سے ایک معاہدہ بھی کر لیا۔ فروری ۱۹۳۷ء میں یہ جمہوریت بادشاہت میں منتقل ہو گئی اور صدر شاہنشاہ ہو گیا۔ ۱۹۳۳ء میں اس سلطنت میں جی ہول کا صوبہ بھی شامل کر لیا گیا اور جاپانی فوجوں کا قبضہ دیوار چین کے اکثر و بیشتر دروں پر ہو گیا۔

جاپانی خود سری کا ایک فوری اثر تو یہ ہوا کہ نانکن اور کانٹن کی چینی حکومتوں نے ستمبر ۱۹۳۷ء ہی میں باہم سمجھوتہ کرنے کے لئے ایک کانفرنس کی۔ لیکن اس کی ضد نے کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلنے دیا۔ لیکن نومبر کے ختم تک سارے ملک کے طالب علم موقع پر آ جمع ہوئے اور ان کے دباؤ سے جاپانگ کا ٹی شک اور ان کے ساتھیوں کو میدان چھوڑنا پڑا اور دسمبر ۱۹۳۷ء میں کانٹن کی اشتر کی پارٹی برسرِ اقتدار ہو گئی۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ بھی جاپانگ کا ٹی شک کی ایک سیاسی

چال تھی۔ عہدے سے الگ ہوتے وقت ان کے وزیر مال نے خزانہ خالی کر کے اشتراکیوں کو سونپا تھا چانگ کا ٹی شک کا یہ خیال تھا کہ کانٹن پارٹی اس صورت میں کسی حالت سے حکومت نہ چلا سکے گی چنانچہ یہی ہوا اور مکمل ایک ماہ بعد میں یعنی جنوری ۱۹۳۲ء میں چانگ کا ٹی شک دوبارہ صدر جمہوریت بن گئے۔

مارشل چانگ کا ٹی شک نے منچوریا کے قضیہ سے اپنا دامن بالکل بچا رکھا۔ اور اپنی فوج کو کسی بلا واسطہ یا بالواسطہ طریقہ پر بھی اس جھگڑے میں نہ پڑنے دیا۔ بعض سخت گیر معترضین نے اس کے اس طریقہ عمل کو غداری سے منسوب کیا ہے لیکن اصلیت یہ ہے کہ چانگ کا ٹی شک خود اپنی جگہ مستحکم تھا برابر کے فوجی طوچن ہر وقت اس انتظار میں تھے کہ نانکن کی فوج کی توجہ بٹے تو مرکزی حکومت پر ہاتھ ماریں۔ ان کے علاوہ اشتراکیوں کے منصوبے بھی بالکل یہی تھے۔ ان دو خطروں کی وجہ سے چانگ کا ٹی شک نے یہی مناسب خیال کیا کہ منچوریا کو اس کی قسمت پر چھوڑے رہے اور نانکن میں جما بیٹھا رہا۔

۱۹۳۳ء میں سارے سال زری شان کے دو طوچن افیون کے محاصل پر قبضہ جمانے کے لئے لڑتے رہے جس میں تقریباً تیس ہزار جانیں ضائع ہوئیں۔ ۱۹۳۴ء میں مارشل چانگ کا ٹی شک کے زیر اثر چھ صوبوں سے زیادہ نہ تھے۔ اس کے مغرب میں تین چار صوبے مکمل اشتراکی تھے۔ جنوب میں کانٹن کی اشتراکی پارٹی ایک الگ گومن ٹانگ بنائے بیٹھی تھی۔ شمال میں منچوریا، جی ہول، وسط منگولیا اور ہوپی میں اصل حکومت جاپان کی تھی۔ مرکزی حکومت بھی جمہوریت سے کوسوں دور تھی، بلکہ اس کی صورت ایک مجموعی آمریت کی تھی۔ مختلف یوآن کے صدر بھی عوام کے نمائندے

نہ تھے بلکہ کومن ٹانگ کے ممبروں میں سے مقرر کردئے جاتے تھے مختصر یہ کہ ۱۹۳۷ء میں چین کی حالت بہت زدہ تھی۔ فروری ۱۹۳۷ء میں شمال میں مکمل طریقہ پر مانچکاؤ کی کم و بیش جاپانی سلطنت قائم ہو گئی، تو وہ جھگڑا مٹا۔ اس کے بعد سے نسبتاً امن کی سی کیفیت ہے۔ مارشل چانگ کائی شک موجودہ صدر و سپہ سالار اعظم چین کے سامنے ایک عظیم الشان کام ہے اور وہ چینی قومیت کی تجدید اور اس میں دوبارہ جان ڈالنا ہے۔ ملک میں خود جاری اور زندگی کا احساس پیدا کرنا، حکومت کو مستحکم بنیادوں پر قائم کرنا، اصول اور حکومت کی پابندی، باقاعدگی، نظم اور باضابطگی کی تعلیم دینا، حکومت کو رشوت، نااہلی، غداری، ورغہ خرضی کی خرابیوں سے پاک کرنا، مقصد اور عمل میں اتحاد پیدا کرنا یہ ایسی چیزیں ہیں جو موافق سے موافق حالات میں بھی سخت مشکل سے حاصل ہوتی ہیں۔ اور چین میں تو بلکہ ایسے اثرات زیادہ ہیں اور حاوی تر ہیں جن کے مقصد کی تکمیل ہی چینیوں کی تباہی اور تذلیل میں ہے یہی دور حجابات ہیں جو چین میں اس وقت دست و گریباں ہیں۔ ایک طرف مارشل چانگ کائی شک تعمیری پروگرام میں لگے ہوئے ہیں اور حکومت کے استحکام کے ساتھ ساتھ وہ لوگوں کی انفرادی حالت بھی سدھارنا چاہتے ہیں کیونکہ بہر حال حکومت بھی آخر افراد کے مجموعے کا ہی نام ہے۔ اسی لئے انہوں نے تحریک حیات نو نکالی ہے جس کا مقصد زیادہ تر اشتراکیوں کی ریشہ دوانیوں

۱۱۔ تحریک حیات نو۔ یہ تحریک ۱۹۳۷ء میں مارشل چانگ کائی شک نے نکالی۔ بنچو خاندان کے زمانے کی بد اخلاقیوں، سپہ سالاروں کی خود غرضیاں اور اشتراکی لجنوں کی ریشہ دوانیوں ملک میں اس قدر سرباگ کر گئی تھیں کہ ان کی اصلاح ضروری تھی ۱۹۳۷ء (بقیہ صفحہ ۲۲۴ پر)

کی کاٹ ہے۔ دوسری طرف غیر ملکی ہر ممکن طریقہ سے چین کو کمزور اور مائل رکھنے کی کوشش میں ہیں۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ غیر ملکیوں کے تعلقات پر ایک اور نظر ڈال لی جائے کیونکہ چین میں چینیوں سے زیادہ اہم غیر چینیوں کی نقل و حرکت ہے۔

(صفحہ ۲۲ کا بقیہ) کے بعد سے مارشل چانگ کائی شک اشتراکیوں سے لڑائیاں لڑتے رہے اور ملک کو ان کے اثر سے پاک کیا۔ اسی اشار میں انہوں نے یہ سوچا کہ سوچ پر دہشت کے خلاف کوئی ایسی تحریک جاری کرنی چاہئے جو ملک کے دماغ کو سموم ہونے سے بچائے چنانچہ انہوں نے یہ تحریک حیاتِ نو نکالی۔ اشتراکیوں کی مخالفت میں مارشل چانگ کائی شک کے خیالات فاشٹی ہو گئے اور وہ اٹلی اور جرمنی کی تقلید میں ترقی کرتے گئے بہانہ کہ ۱۹۳۷ء میں انہوں نے کم و بیش اپنی آمریت کا اعلان کر دیا۔ یہ تحریک حیاتِ نو بھی ایسے ہی خیالات کا نتیجہ ہے، گو چین کی مناسبت سے اس تحریک کی بنیاد چین کی چار اخلاقی نیکیوں کو بتایا گیا ہے جو یہ ہیں:-

۱۔ رلی = یعنی آداب و تمیز ۲۔ آئمی = یعنی اپنی اور دوسروں کی خدمت

۳۔ لین = یعنی صداقت اور دوسروں کے حقوق کا تحفظ۔

۴۔ چہہ = یعنی بلند خیالی اور عزت۔

ان کے ماتحت مارشل چانگ نے چینی قوم کو بے عیب زندگی گزارنے کی دعوت دی ہے۔ اس تحریک کے بعض ادا مرد تو ابھی یہ ہیں:-

۱۔ بازاروں، دفتروں، مدرسوں اور ریل و ٹریم میں ادب قاعدے کا لحاظ رکھا جائے۔

۲۔ دھوکہ، جھل اور رشوت سے بالکل الگ رہا جائے۔

جنگ عظیم کے بعد چین میں غیر ملکبوں کا توازن اور ان کے مقاصد بالکل بدل گئے۔ فوراً ہی توجرمنی اور روس اس اکھاڑے سے غائب ہو گئے لیکن روس جلد ہی پھر آن دھمکا۔ امریکہ، انگلستان اور دوسری یورپی طاقتوں کا مفاد اور مقصد اب صرف یہی ہے کہ چین میں تجارت کی مکمل آزادی رہے اور ساری قومیں مساویانہ حقوق کے ماتحت تجارت کر سکیں۔ ان طاقتوں میں

(صفحہ ۲۲۴ کا بقیہ) - ۳۔ بازاروں اور دیگر عام مقامات پر تبا کو نوشی نہ کی جائے۔

۴۔ جوا اور افیون کی قطعاً ممانعت ہے۔

۵۔ عورت اور مرد کے مشترک حمام ناجائز ہیں۔ مخرب اخلاق کتابوں اور تصویروں کو دیکھنا اور رکھنا ناجائز ہے۔

۶۔ کوڑھ اور جزام کی بیماری والے سر بازار آزاد نہ پھریں نہ بھیک مانگیں۔

۷۔ تھیسٹر یا کسی عام جلسے میں ہر شخص کو ٹوپی اتارنی چاہئے۔

۸۔ ”علبر داری“ کے جلسے میں سب کی حاضری لازمی ہے۔

۹۔ کوئی شخص ایک وقت کے کھانے پر دس ڈالر سے زیادہ خرچ نہیں کر سکتا

نہ چند ڈالر سے زیادہ قیمتی تحفہ کسی کو دے سکتا ہے۔

۱۰۔ نمائش اور نزاکت کی مخالفت کی گئی ہے۔ حجاموں کو ہدایت ہے کہ وہ کسی کے

بال گھونگر والے نہ بنائیں اس کے علاوہ حفظانِ صحت، مناسب غذا اور نجی زندگی کے متعلق

بھی ہدایتیں دی گئیں ہیں۔ ہر خاندان کو حکم ہے کہ تین ماہ تک روزانہ اپنے نوکروں کو ایک ایک

گھنٹہ کی چھٹی دیں تاکہ وہ اصلاحی درس میں شریک ہو سکیں۔ اس تحریک کا ایک یہ بھی اثر

ہوا کہ اس کے ممبروں میں غول کے غول بے یک وقت شادیاں کر رہے ہیں۔

ایک بھی ملک گیری یا سیاسی اقتدار کا خواہاں نہیں ہے^{۱۱}۔ لیکن جاپان اور روس کا معاملہ بالکل مختلف ہے اور اصلیت یہ ہے کہ اب چین میں غیر ملکی مسئلہ کی اہمیت ہے تو صرف ان دو طاقتوں کی وجہ سے ہے۔ جاپان اور روس کی دشمنی کوئی نئی نہیں۔ روس کے اشتراکی ہو جانے کے بعد سے یہ اختلاف اور بھی زیادہ ہو گیا ہے۔ اس اپنی دشمنی کے ساتھ ساتھ ان دونوں کی اغراض چین سے بھی بہت زیادہ وابستہ ہیں اور دونوں میں بھی اس کے قریب ترین ہمسائے۔

اس سوال کا جواب کہ چین میں جاپان کے کیا ارادے ہیں خود جاپان نے کبھی صاف صاف نہیں دیا ہے، لیکن یہ چیز کوئی ایسی نہیں جو چھپی رہ سکے۔ جاپان میں بہت سی ایسی اشیا نہیں ہوتیں جن کے بغیر اس کی صنعت معرفت ایک دن بھی نہیں چل سکتی۔ لوہا، روئی، ریشم اور دیگر اجناس اسے باہر سے خریدنی پڑتی ہیں۔ یہ ساری چیزیں چین میں باافراط دستیاب ہو سکتی ہیں اور ہوتی ہیں۔ جاپان کی خواہش ہے کہ چین کی منڈی ہمیشہ اس کے ہاتھ میں ہے تاکہ وہ اجناس ضروری ہمیشہ وہاں سے لیتا رہے اور اپنی مصنوعات وہاں

۱۱۔ ملکی نقطہ نظر سے انگریزوں سے اس وقت صرف ایک معاملہ چل رہا ہے یعنی برما اور چین کی سرحد کا معاملہ۔ سو وہ بھی تقریباً طے ہو گیا ہے۔ اس کا تصفیہ کرنے کے لئے مجلس اقوام نے ایک کمیشن مقرر کر دیا ہے جس کا صدر جاپان کے علاوہ ایک تیسرے ملک کا ہے۔ اس کمیشن نے زیادہ تر کام ختم کر لیا۔ اب صرف مغربی شان سنٹ میں دو سو میل کا معاملہ رہ گیا ہے۔ کمیشن اس سال بھی کام کر رہا ہے اور خیال ہے کہ دو ایک ہفتہ میں یہ قصہ طے ہو جائے گا۔

بھیجتا رہے۔

دوسرے جاپان کے سرمایہ دار یہ چاہتے ہیں کہ چین میں نفع بخش کاموں میں روپیہ لگا کر وہاں سے منافع حاصل کریں۔ چین کی حالت برسوں سے اس قدر ابتر رہی ہے کہ وہاں نفع بخش اصلاحات بھی ابھی مطلق نہیں کی گئی ہیں چینیوں کے پاس اس کام کے لئے نہ روپیہ نہ علم۔ جاپانی سرمایہ دار اس حالت سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اور ریل، نہر، کارخانے، بجلی اور سائیکل زراعت کو کام میں لانا چاہتے ہیں۔

تیسرے جاپان کی سول حکومت کے سامنے وہاں کی آبادی کا سوال درپیش ہے۔ خود جاپان کی وسعت محدود اور تنگ ہے۔ اور آبادی اس قدر تیزی سے بڑھ رہی ہے کہ کچھ ہی عرصے میں سارے جاپانیوں کا جاپان میں رہ سکرنا ناممکن ہو جائے گا۔ فی الحال ہی آبادی کا دباؤ بہت زیادہ ہے۔ اس لئے جاپانی حکومت شمالی چین کے کم آباد حصوں کو نوآبادیات کی طرح کام میں لانا چاہتی ہے۔

چوتھے جاپانی فوجی طبقہ (جو اور دوسری ہر قسم کی پارٹیوں سے زیادہ با اثر ہے) یہ چاہتا ہے کہ چین اور اشتراکی روس کے درمیان ایک ایسی آزاد ریاست قائم ہو جائے جو جاپان کے زیر اثر ہو۔ اس کے دو مقصد ہوں گے۔ اول تو روسی اشتراکیت کے مقابلے کے لئے جاپان کے واسطے یہ ایک نہایت عمدہ محاذ ہوگا اور یہاں جاپان اپنی فوجی قوت مستحکم کر کے اشتراکی خدشے کا سدباب کر سکے گا اور دوسرے چین بھی روس کی ہمسائیگی سے بچ جائے گا۔ اور اشتراکی اثر سے آئندہ کے لئے محفوظ رہے گا۔ اسی خاطر اب بھی جاپان کے زیر اثر مانتو، جی ہول، چاہار اور ہو پی مین۔ لیکن یہ ویران اور صحرائی علاقے

ہیں اور ایسے نہیں جہاں معقول خرچ کرنے کے بعد بھی اتنی آمد ہو سکے جو ایک کثیر جاپانی فوج کے اخراجات کی کفیل ہو جائے۔ اس لئے جاپان کی اصلی خواہش یہ ہے کہ دریائے ہوآنک ہو کے شمال کا تمام علاقہ (پانچ صوبے جن کی آبادی ساڑھے سات کروڑ ہے یعنی جاپان کی کل آبادی سے بھی زیادہ) اس مقصد کے لئے اسے مل جائے^(۱)۔

اسی طرح روس کے منصوبے بھی کچھ ایسے ہی سے ہیں۔ تجارت کے علاوہ زیادہ تر اس کا مقصد چین کو اشتراکی بنانا ہے تاکہ اپنے جریف جاپان کی مکمل کاٹ کر سکے۔ چنانچہ ان دو مملکتوں کے درمیان میں چین کی مرعی "حلال" ہو رہی ہے۔ چین ان دونوں حکومتوں سے سخت عاجز ہے۔ ۱۹۱۵ء کی امن کانفرنس کے موقع پر تو جاپان کی طرف سے اس کا دل بالکل بھٹ گیا اور پھر ۱۹۲۲ء میں ٹانگن کی فتح کے وقت اشتراکیوں کا وہ سخت مخالف ہو گیا۔ مارشل چانگ کا نئی شک نے اشتراکیوں سے اشتراکی پر و پند ادا بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، لیکن اب بھی ملک کسی ایک بات پر پوری طرح متفق نہیں ہے۔ شمالی چین کے طوچن جاپانیوں کے زیر اثر ہیں۔ شمال مغربی صوبوں میں اشتراکی اثر زیادہ ہے۔ نانکن کی حکومت ابھی کسی لڑائی میں پڑنا نہیں چاہتی خصوصاً جاپان سے الجھنے میں اسے خطرہ ہی نظر آتا ہے، اس لئے وہ ہر ممکن طریقے پر جنگ کو ٹال رہی ہے شمال مغربی صوبوں کے لوگ اس طرز عمل سے خوش نہیں۔ وہ جاپان کے مقابلے پر مصر ہیں اور

۱۱۔ ان میں سے بعض نکات کو ایک مضمون میں اور زیادہ وضاحت سے بتایا گیا ہے جو حال میں اخبار اسٹیٹسمن میں شائع ہوا۔ (دیکھو۔ "جاپان کے منصوبے" اسٹیٹسمن ۱۶ دسمبر جنوری ۱۹۳۷ء)

حکومت کی خاموشی کو اس کی نااہلی سے تعبیر کرتے ہیں یہی وجہ تھی کہ دسمبر ۱۹۳۶ء میں کن سٹوا اور من سی کی فوجیں اشتراکی اثر کے ماتحت نانگن حکومت سے بگڑ بیٹھیں۔ اور مارشل چانگ کا کئی شک کو مخالف فوجوں کے جنرل چانگ سو لیا نک نے سیاہ فوہ میں ۵ روز تک قید رکھا یہ فتنہ ابھی تک پوری طرح دبا نہیں ہے^(۱)

(۱)۔ اس قضیہ کی مختصر سی تاریخ یہ ہے :-
صوبہ زن سی میں اشتراکی اثر زائل کرنے جنرل چانگ سو لیا نک کی فوجیں بھی گئیں لیکن وہ خود ہی اس رنگ میں رنگی گئیں اور نانگن حکومت سے جاپان کے خلاف جنگ کا سہارا کیا۔ اس بے چینی کو دبانے خود مارشل چانگ کا کئی شک وہاں گئے لیکن مخالف فوج نے ان کو سیاہ فوہ میں گرفتار کر لیا بہت خطرہ کے بعد بالآخر مارشل چانگ کا کئی شک محلہ اپنے گرفتار کرنے والے جنرل چانگ سو لیا نک بھرت نانگن پہنچ گئے جنرل چانگ سو لیا نک پر دکھاوے کا ایک مقدمہ چلایا گیا اور ۳ جنوری ۱۹۳۷ء کو ان کو دس سال قید کا حکم سنایا گیا دوسرے دن یہ سزا معاف کر دی گئی۔ مارشل چانگ کا کئی شک کی گرفتاری کے ایام میں نانگن کی فوج نے نہایت تھل اور بردباری سے کام لیا۔ لیکن ان کی رہائی کے بعد مرکزی فوج نے اس بغاوت کو کما حقہ دبانا چاہا۔ اس پر ۸/۹ جنوری کو آپس میں کچھ جھڑپ بھی ہوئی جسکی وجہ سے سیاہ فوہ کے انگریز و امریکن باشندوں کو نکالنے کی تجویز بھی کی گئی۔ ۱۱ جنوری سے ۱۳ جنوری تک سیاہ فوہ پر کلکلا سرخ فوجوں کا قبضہ رہا۔ مرکزی حکومت کی کوششیں اب اس فتنہ کو بغیر لڑائی کے دبانے کی ہوئی اور اسی لئے یہ صلاح ہوئی کہ جنرل چانگ سو لیا نک کو پھر شمال مغربی افواج کا سپہ سالار بنادیا جائے۔ ۱۸ جنوری تک عارضی صلح رہی لیکن ۱۹ کو یہ امید ٹوٹ گئی اور پھر ہوسبن کے مقام پر حکومت اور جنرل چانگ سو لیا نک ہوسبن کی فوجیں ٹکرائیں۔ حکومت کو کامیابی ہوئی (بقیہ صفحہ ۲۳۰ پر)

ملکی بد امنیوں، جاپانی دھمکیوں اور اشتراکی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہنے کی صرف یہی صورت ہے کہ حکومت کے پاس سدھی ہوئی، وفادار مقبول فوج اور دیگر سامانِ مدافعت ہوں۔ دو چار برس پہلے تک محکمہ مدافعت حسب ذیل پر مشتمل تھا:

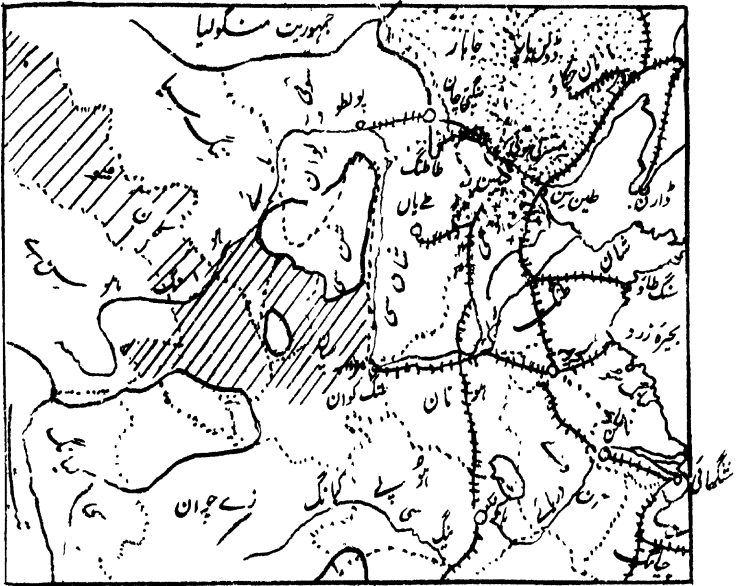
بڑی طاقت: چین کی کل فوج اغلباً ۲۰ لاکھ ہوگی، لیکن اس کے یا اسکے سہ سالاروں اور ان کے نظام کے متعلق بہت نامکمل واقفیت ہے۔

بحری طاقت: ۱۸۸۱ء میں پہلی بار بحری بیڑا بنایا گیا تھا، لیکن نسبتاً زیادہ مضبوط ہونے کے باوجود بد انتظامی کی وجہ سے ۱۹۰۸ء میں جاپانی بیڑے سے ہار گیا۔ ۱۹۰۸ء سے نظام قائم ہوا ہے، لیکن اب موجودہ بحری طاقتوں کے مقابلے میں چین کا بیڑا نہایت حقیر سا ہے۔ ہر قسم کے کل ملا کر بارہ پندرہ جہاز ہیں۔

ہوائی طاقت: اس کی حالت بحری طاقت سے بہتر ہے۔ تقریباً پندرہ سو ہوائی جہاز اس محکمے میں ہیں۔ لیکن اب کچھ عرصے سے لازمی فوجی ملازمت کے اصول پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔ اس لئے فوج کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے جنرل فان سیکٹ اور ۷۰ دیگر جبرین فوجی افسروں کے زیر تعلیم ۱۶ ڈویژن بالکل نئے اصولوں کے ماتحت تیار کئے گئے ہیں جن کے آگے اب کسی صوبجاتی فوج کی کچھ پیش نہیں جاتی۔

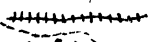
صفحہ ۲۲۹ کا بقیہ لیکن ۴ فروری کو پھر بیان فوہ اشتراکیوں کے ہاتھوں میں آگیا۔ اور انہوں نے مطالبہ کیا کہ ان کے سردار چانگ سٹولیاٹک کو واپس کیا جائے۔ لیکن یہ خود سری زیادہ عرصہ قائم نہ رہی۔ ۹ فروری ۱۹۳۷ء کو بیان فوہ حکومت نے فتح کر لیا۔

فوج اور جنگ کے سامان بڑھانے اور معقول بنانے سے بہت سی مشکلات کا حل تو بے شک ہو گیا اور ہو جائے گا لیکن اس میں دو قباحتیں ایسی ہیں جن کا کوئی حل سمجھ میں نہیں آتا۔ اول تو یہ کہ اندرونی بغاوتوں کو فرو کرنے کے لئے تو بے شک مناسب اور کافی فوج مہیا ہو سکتی ہے، لیکن غیر ملکی دشمن کے مقابلے کا تو خیال بھی نہیں کیا جاسکتا۔ چین کا معاملہ اب زیادہ تر جاپان اور روس سے ہے اور ان دونوں کے پاس اس قدر سامان جنگ ہے کہ چین خواہ کچھ بھی کرے اس کا عشرِ عشر بھی مہیا نہیں کر سکتا۔ دوسری چیز اس سے بھی کمزور اور اہم ہے اور وہ ایسی ہے کہ اندرونی ملکی بغاوتوں کو دبانے کے لئے جس قدر سامان جنگ کی ضرورت ہے اس کے پورا کرنے میں بھی ہارج ہو رہی ہے، اور وہ روپیہ کا سوال ہے۔ یخیم فردری ۱۹۳۷ء کے پانچویں مسٹر جارج ٹیلر نے اس مسئلے پر بحث کی ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ مرکزی حکومت کی آمد کا بہت زیادہ حصہ مرکزی فوج پر خرچ ہو رہا ہے، اور صوبائی حکومتوں کی فوجیں زمین کے لگان کا بیشتر حصہ ختم کر دیتی ہیں۔ ملک کی آمد کے بذاتِ محدود ہیں اس لئے مزید آمدنی حاصل کرنے کا اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں کہ کسانوں پر ٹیکس بڑھایا جائے۔ بعض بعض جگہ تو اب کسانوں کو شروع کے مقابلے میں تین سو فی صدی زیادہ ٹیکس دینا پڑ رہا ہے۔ اس چیز کا جو کچھ بھی نتیجہ نہ نکلے وہ کم ہے۔ اور ماہرین کا خیال ہے کہ اگر جلد ہی کچھ نہ کیا گیا تو چین میں سیاسی بے چینی سے کہیں زیادہ یہ معاشی مسئلہ اٹھنے والا ہے۔



شمالی چین

یکم جنوری ۱۹۴۹ء کو بسا کی گئی اور اثرات

- ۱۔ ہونی۔ چاہار کونسل کے ماتحت = 
 - ۲۔ چینی اشتراکیوں کے زیر اثر = 
 - ۳۔ جاپانی فوج کے ماتحت = 
 - ۴۔ جرنل چانگ سوہ لیانگ کی فوج کے ماتحت = 
 - ۵۔ ریل = 
 - ۶۔ حدود صوبجات = 
- مشرقی ہونی
- پیمانہ = ایک انچ = چار سو میل

ضمیمہ

سنہ وار فہرست شاہان چین

۱۔ دیومالا کا زمانہ

پان کو	<i>Pan ku</i>
آسمانی بادشاہ	(۱۲ بجائی)
ارضی بادشاہ	(۱۱ بجائی)
انسانی بادشاہ	(۹ بجائی)
ازمنہ ترقی	(دس)

۲۔ پانچ حکمران کا زمانہ :-

۲۸۵۲ ق م	<i>Fu - hai.</i>	فوہی
" " ۲۷۲۷	<i>Shen - rung.</i>	شن رینگ
" " ۲۶۹۷	<i>Hwang - ti.</i>	ہوانگ - طی
" " ۲۵۹۷	<i>Shao - hao.</i>	شاو ہاو
" " ۲۵۱۳	<i>Chwan - hu</i>	چوان ہو
" " ۲۴۳۵	<i>Ti - kuh</i>	طی کوہ
" " ۲۳۶۵	<i>Ti - chih</i>	طی چہ

۲۳۵۶ ق م	yao.	یاو
" " ۲۲۵۵	Shun.	شن

Hia Dynasty.

۳- خاندان ہی آ

" " ۲۲۰۵	yu.	یو
" " ۲۱۹۷	Ki.	کی
" " ۲۱۸۸	Tai Kang.	ٹائی کانگ
" " ۲۱۵۹	Chung Kang.	چُنْگ کانگ
" " ۲۱۴۶	Siang.	سیانگ

(چالیس سال کا وقفہ)

" " ۲۰۷۹	Shao Kang.	شاو کانگ
" " ۲۰۵۷	Chü.	چو
" " ۲۰۴۰	Hwai	ہوائی
" " ۲۰۱۴	Mang.	مانگ
" " ۱۹۹۶	Sieh.	سیہ
" " ۱۹۸۰	Pa Kiang.	پو کیانگ
" " ۱۹۲۱	Kiung.	کیونگ
" " ۱۹۰۰	kin.	کن
" " ۱۸۷۹	Kung Kia.	گنگ کیا
" " ۱۸۴۸	Kao.	کاو

۱۸۳۷ ق م

Fa.

فائے کیوی

" " ۱۸۱۸

kie kwei.

Shang (yin) Dynasty

۴ - خاندان شانگ

" " ۱۷۶۶

Tang.

ٹانگ

" " ۱۷۵۳

Tai - kia.

ٹائی کیا

" " ۱۷۲۰

Yut ing.

یوٹنگ

" " ۱۶۹۱

Tai Keng.

ٹائی کینگ

" " ۱۶۶۶

Siau kia.

سیاؤ کیا

" " ۱۶۴۹

Yung ki.

یونگ کی

" " ۱۶۲۷

Tai Mow

ٹائی مو

" " ۱۵۶۲

Chung ting.

چنگ ٹنگ

" " ۱۵۴۹

Wai jen.

وائی جن

" " ۱۵۳۴

Ho tan kia.

ہوٹان کیا

" " ۱۵۲۵

Tsu yih.

ٹسو یہ

" " ۱۵۰۶

Tsu sin.

ٹسو سین

" " ۱۴۹۰

Yu kia.

یو کیا

" " ۱۴۶۵

Tsu ting.

ٹسو ٹنگ

" " ۱۴۳۳

Nan keng.

نان کینگ

" " ۱۴۰۸

Yang kia.

یانگ کیا

" " ۱۴۰۱

Pan keng.

پان کینگ

۱۳۷۳ ق م	<i>Siao sin.</i>	سیاوسن
" " ۱۳۵۲	<i>Siao yih.</i>	سیاویہ
" " ۱۳۲۴	<i>Wu-ting.</i>	وڈٹنگ
" " ۱۲۶۵	<i>Tsu Keng.</i>	سو کینگ
" " ۱۲۵۸	<i>Tsu kia.</i>	سوکیا
" " ۱۲۲۵	<i>Lin sin.</i>	لین سن
" " ۱۲۱۹	<i>Keng ting.</i>	کینگ ٹنگ
" " ۱۱۹۸	<i>Wu-yih.</i>	وویہ
" " ۱۱۹۴	<i>Tai-ting.</i>	ٹائی ٹنگ
" " ۱۱۹۱	<i>Ti-yih.</i>	ٹی یہ
" " ۱۱۵۴	<i>Chou sin.</i>	چاوسن

۵ - خاندان چو Chou Dynasty.

" " ۱۱۲۲	<i>Wu wang.</i>	وڈوانگ
" " ۱۱۱۵	<i>Cheng wang.</i>	چینگ وانگ
" " ۱۰۷۸	<i>Kang wang.</i>	کانگ وانگ
" " ۱۰۵۲	<i>Chao wang.</i>	چاؤ وانگ
" " ۱۰۰۱	<i>Muh wang.</i>	موہ وانگ
" " ۹۴۴	<i>Kung wang.</i>	کنگ وانگ
" " ۹۳۴	<i>I wang.</i>	آئی وانگ
" " ۹۰۹	<i>Hiao wang.</i>	ہیاؤ وانگ

۸۹۴ ق م	I wang.	آی وانگ
" " ۸۶۸	Li wang.	لی وانگ
" " ۸۲۶	Swan wang.	سوان وانگ
" " ۷۸۱	yew wang.	یو وانگ
" " ۷۷۰	Ping wang.	پینگ وانگ
" " ۷۱۹	Hwan wang.	هوان وانگ
" " ۶۹۴	Chwan wang.	چوانگ وانگ
" " ۶۸۱	Hi wang.	هی وانگ
" " ۶۷۴	Hwei wang.	هوی وانگ
" " ۶۵۱	Siang wang.	سیانگ وانگ
" " ۶۱۸	king wang.	کنگ وانگ
" " ۶۱۲	Kwang wang.	کوانگ وانگ
" " ۶۰۴	Ting wang.	تینگ وانگ
" " ۵۸۵	Kien wang.	کین وانگ
" " ۵۷۱	Lin wang.	لینگ وانگ
" " ۵۴۴	king wang.	کنگ وانگ
" " ۵۱۹	king wang.	کنگ وانگ
" " ۴۷۵	yuan wang.	یوان وانگ
" " ۴۶۸	Cheng ling wang.	چینگ لینگ وانگ
" " ۴۴۰	kao wang.	کاو وانگ
" " ۴۲۵	Wai lich wang.	وای لیچ وانگ

۴۰۱ ق م	Ngan wang.	نگن وانگ
" " ۳۶۵	Lieh wang.	لیه وانگ
" " ۳۶۸	Hein wang.	هین وانگ
" " ۳۲۰	Shen tsing wang.	شن سینگ وانگ
" " ۳۱۴	Nan wang.	نان وانگ
" " ۲۲۵	Tung Chou Kun.	طنگ چو کُن

۴- خاندانِ تسین Tsin Dynasty.

" " ۲۲۹	Chuan Siang wang.	چوان سیانگ وانگ
" " ۲۲۱	Cheh Hwang ti.	چیه هوانگ طی
" " ۲۰۹	Erh Cheh Hwang ti.	اره چیه هوانگ طی

۵- خاندانِ هان Han Dynasty.

" " ۲۰۲	Kao tou	کاو تسو
" " ۱۹۴	Hwei ti	هوی طی
" " ۱۸۷	Lu How.	لو هو
" " ۱۷۹	Wen ti.	وین طی
" " ۱۵۶	King ti.	کینگ طی
" " ۱۴۰	Wu ti.	وو طی
" " ۸۶	Chao ti.	چاو طی
" " ۷۳	Suan ti.	شوان طی

۴۸ ق م	yuan ti.	یوان طی
" " ۳۲	cheng ti.	چنگ طی
" " ۶	Ngau ti.	نگائی طی
عیسوی ۱	Ping ti.	پنگ طی
" ۶	Tu tz ying.	جوڑے ینگ
" ۹	Wang mang.	وانگ مانگ
" ۲۳	Huai yang wang.	ہوائ پانگ وانگ
" ۲۵	Kwang wu ti.	کوانگ ووطی
" ۵۸	Ming ti.	منگ طی
" ۷۶	Chang ti.	چانگ طی
" ۸۹	Ho ti.	ہو طی
" ۱۰۶	Shang ti.	شانگ طی
" ۱۰۷	Ngan ti.	نگن طی
" ۱۲۶	Shun ti.	شن طی
" ۱۴۵	Chung ti.	چنگ طی
" ۱۴۶	Chih ti.	چہہ طی
" ۱۴۷	Huan ti	ہوان طی
" ۱۶۸	ding ti	دنگ طی
" ۱۹۰	Hien ti	ہین طی

۸۔ تین حکومتوں کا زمانہ

Minor Han Dynasty ا خاندان ہان خورد

۲۲۱ عیسوی	Chao Lieh ti.	چاؤ لیہہ طی
" ۲۲۳	How Chu.	ہو چو
	Wei Dynasty.	ii خاندان وی
" ۲۲۰	Wen ti.	وین طی
" ۲۲۶	Ming ti.	مینگ طی
" ۲۴۰	Fei ti.	فی طی
" ۲۵۴	Shao ti.	شاو طی
" ۲۶۰	yuan ti.	یوان طی
	Wu Dynasty.	iii خاندان وُو
" ۲۲۲	Tai ti.	ٹائی طی
" ۲۵۲	Fei ti.	فی طی
" ۲۵۸	king ti.	کنگ طی
" ۲۶۴	Mo ti.	مو طی

Western Tsin Dynasty.

" ۲۶۵	Wu-ti.	وُو طی
" ۲۹۰	Hwei ti	ہوئی طی
" ۳۰۶	Huai ti	ہوئی طی
" ۳۱۳	Min ti.	مین طی

Eastern Tsin Dynasty.

" ۳۱۶	yuan ti.	یوان طی
-------	----------	---------

۹- خاندان سین مغربی

۱۰- خاندان سین مشرقی

۳۲۳ عیسوی	Ming ti.	منگ طی
" ۳۲۶	Cheng ti.	چنگ طی
" ۳۲۳	Kang ti	کانگ طی
" ۳۲۵	Muh ti.	موه طی
" ۳۶۲	Ngai ti.	نگای طی
" ۳۶۶	Ti. yih.	طی ییہ
" ۳۶۱	Hien wen ti	کین وین طی
" ۳۶۳	Hiao wu ti	ہیائو ووطی
" ۳۹۷	Ngan ti.	نگن طی
" ۴۱۹	Kung ti.	گنگ طی

Earlier Sung
Dynasty

۱۱- خاندان سُنک اول

" ۴۲۰	Wu ti.	ووطی
" ۴۲۳	Shao ti.	شاو طی
" ۴۲۳	ying yang wang	ینگ یانگ وانگ
" ۴۲۴	Wenti.	وین طی
" ۴۵۴	Hiao wu ti.	ہیائو ووطی
" ۴۶۵	Fei ti.	فی طی
" ۴۶۵	Ming ti.	منگ طی
" ۴۷۳	Tsang wu wang.	سانگ ووانگ
" ۴۷۳	Chu ti.	چو لی

۴۷۷ عیسوی

Shun ti.

شن طی

The Tsi
Dynasty.

۱۲- خاندان سی

" ۴۷۹

Kao ti.

کاو طی

" ۴۸۳

Wu ti.

وو طی

" ۴۹۴

yu lin wang.

یو لین وانگ

" ۴۹۴

Hai ling wang.

های لینگ وانگ

" ۴۹۴

Ming ti

مینگ طی

" ۴۹۹

Tung Hwen how.

تنگ وین هاو

" ۵۰۱

Ho ti.

هو طی

Liang
Dynasty.

۱۳- خاندان لیانگ

" ۵۰۲

Wu ti

وو طی

" ۵۵۰

Kuen wan ti

کین وین طی

" ۵۵۱

yu changwang

یو چانگ وانگ

" ۵۵۲

yuan ti.

یوان طی

" ۵۵۵

Cheng yang haw

چنگ یانگ هاو

" ۵۵۵

King ti

کنگ طی

Sui
Dynasty.

۱۴- خاندان سوی

" ۵۸۱

Wen ti.

وین طی

۴۰۵ ییسوی

yang li.

یوانگ طی

" ۴۱۷

kung ti yew.

کنگ طی یو

" ۴۱۸

kung ti kung.

کنگ طی کنگ

Tang
Dynasty

۱۵- خاندان طانگ

" ۴۱۸

kiao fu.

کاؤ سو

" ۶۲۷

Tai tsung.

طای تسنگ

" ۶۵۰

kiao tsung.

کاؤ تسنگ

" ۶۸۴

chung tsung.

چنگ تسنگ

" ۶۸۴

wu how

وو هاؤ

" ۷۱۰

lui tsung.

لوی تسنگ

" ۷۱۳

hsan tsung.

هسان تسنگ

" ۷۵۶

su tsung.

سو تسنگ

" ۷۶۳

tai tsung

طای تسنگ

" ۷۸۰

ti tsung.

طی تسنگ

" ۸۰۵

shun tsung.

شن تسنگ

" ۸۰۶

hein tsung.

هین تسنگ

" ۸۲۱

mu tsung.

مو تسنگ

" ۸۲۵

king tsung.

کنگ تسنگ

" ۸۲۷

wen tsung.

وین تسنگ

" ۸۴۱

wu tsung

وو تسنگ

۸۴۷ عیسوی	Suan tung.	سوان سُنک
" ۸۶۰	I tung.	آئی سُنک
" ۸۷۴	Hi tung.	هی سُنک
" ۸۸۹	Chao tung.	چاو سُنک
" ۹۰۵	Chao Suan ti.	چاو سوان طی

Five little
Dynasty.

۱۶- پانچ خور د خاندان

The later Liang.

i- خاندان لیانگ ثانی -

" ۹۰۷	Tsai tou.	طائی سُو
" ۹۱۵	Mo ti.	مو طی

The later Tang.

ii- خاندان طانگ ثانی

" ۹۲۳	Chwan tung.	چوانگ سُنک
" ۹۲۶	Ming tung.	منگ سُنک
" ۹۳۴	Min ti.	مین طی
" ۹۳۴	Fei ti.	فی طی

The later Tsin.

iii- خاندان تسین ثانی

" ۹۳۶	Kao tou	کاؤ سُو
" ۹۴۲	To'i wang.	سائی وانگ

The later Han.

iv- خاندان ہان ثانی

" ۹۴۷	Kao tou.	کاؤ سُو
" ۹۴۸	yin ti.	یین طی

The later Chou.

۷- خاندان چو ثانی

۹۵۱ عیسوی

Tai tsu.

طای سُو

" ۹۵۴

Stih tsung.

شیهه سُنک

" ۹۶۰

Kung ti.

کُنک طی

The Sung
Dynasty.

۱۰- خاندان سُنک

" ۹۶۰

Tai tsu.

طای سُو

" ۹۶۶

Tai tsung.

طای سُنک

" ۹۹۸

Chen tsung.

چین سُنک

" ۱۰۲۳

Jen tsung.

چین سُنک

" ۱۰۶۴

Yung tsung.

یُنک سُنک

" ۱۰۶۸

Chen tsung.

چین سُنک

" ۱۰۸۶

Chen tsung.

چیهه سُنک

" ۱۱۰۱

Hwei tsung

هوی سُنک

" ۱۱۲۶

Kim tsung.

کِن سُنک

(جنوبی سُنک)

" ۱۱۲۷

Kao tsung.

کاو سُنک

" ۱۱۴۳

Hiao tsung.

هیاو سُنک

" ۱۱۹۰

Kwang tsung.

کوآنک سُنک

" ۱۱۹۵

Ning tsung.

ننگ سُنک

۱۲۲۵ عیسوی	Li tsung	لی سنگ
" ۱۲۶۵	Tu tsung	ٹو سنگ
" ۱۲۷۵	Kung ti.	گنگ طی
" ۱۲۷۶	Twan tsung.	طوان سنگ
" ۱۲۷۸	To-Ping	طی پنگ

yuan (Mongol)
Dynasty.

۱۸- خاندان یوآن یا خاندان مغل

" ۱۲۶۰	Shi tsu <i>(Kublai Khan)</i>	شی سُو کبلائی خان
" ۱۲۹۴	Cheng tsung.	چنگ سنگ
" ۱۳۰۸	Wu tsung.	وُو سنگ
" ۱۳۱۲	Jen tsung.	جن سنگ
" ۱۳۲۱	Ying tsung.	ینگ سنگ
" ۱۳۲۲	Tai ling ti	طائی لنگ طی
" ۱۳۲۹	Ming tsung.	منگ سنگ
" ۱۳۳۰	Wen ti	وین طی
" ۱۳۳۳	Shun ti.	شُن طی

Ming
Dynasty.

۱۹- خاندان منگ

" ۱۳۶۸	Tai lou.	طائی لُو
" ۱۳۹۹	Hwei ti.	ہوئی طی
" ۱۴۰۳	Cheng tsu.	چنگ سُو

۱۴۲۵ عیسوی	Jen tsung.	جین سنگ
" ۱۴۳۶	Suan tsung.	سوان سنگ
" ۱۴۳۶	ying tsung.	ینگ سنگ
" ۱۴۵۰	Tai tsung.	طائی سنگ
" ۱۴۵۷ (دوباره تاج پرتیگا)	ying tsung.	ینگ سنگ
" ۱۴۶۵	Hein tsung.	هین سنگ
" ۱۴۸۸	Hiao tsung.	هیاو سنگ
" ۱۵۰۶	Hia tsung.	هیاو سنگ
" ۱۵۲۲	She tsung.	شے سنگ
" ۱۵۶۷	Muh tsung.	موه سنگ
" ۱۵۷۳	Shen tsung.	شین سنگ
" ۱۶۲۰	Kwang tsung.	کوانگ سنگ
" ۱۶۲۱	Hu tsung.	هی سنگ
" ۱۶۲۸	Chwang lich ti.	چوانگ لیبه طی

Manchu
Dynasty.

۲۰- خاندان منچو

۱۶۴۴-۱۶۲۷	Tien tsung.	طین سنگ
۱۶۶۱-۱۶۴۴	Shun chih	شن چیه
۱۶۴۴-۱۶۶۱	Kang tsu.	کانگ سی
۱۶۴۶-۱۶۴۲	Yung cheng.	یونگ چنگ
۱۶۹۶-۱۶۴۶	Kein tsung.	کین سنگ

- ۱۸۲۰-۱۷۹۴ Kia King کیا کنگ
 ۱۸۵۰-۱۸۲۰ Tao Kwang. طاؤ کوآنگ
 ۱۸۶۰-۱۸۵۰ Hien feng. ہن فینگ
 ۱۸۷۵-۱۸۶۰ Tung Chih. ٹنگ چی
 ۱۹۰۸-۱۸۷۵ Kwang lou. کوآنگ لو
 ۱۹۱۲-۱۹۰۸ swan tung سوان ٹنگ
 جمہوریت: مارفروری ۱۹۱۲ء - اس کے بعد سے صدر ہونے لگے
 ۱۹۱۶-۱۹۱۲ Yuan Shih Kai ۱۔ یوان شی کائی
 ۱۹۱۷-۱۹۱۶ Li Yuan hung. ۲۔ لی یوان ہنگ
 ۱۹۱۸-۱۹۱۷ Feng Hsu Chang ۳۔ فینگ کو چانگ
 اسی کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر سن یٹ سین نے اپنی صدارت کا اعلان کر کے
 کانٹن میں اپنا صدر مقام قائم کیا۔ یہ صدارت مارچ ۱۹۲۵ء تک رہی مگر
 غیر اقوام نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔
 ۱۹۲۱-۱۹۱۸ Hsu Shih Chang. ۴۔ سوشی چانگ
 ۱۹۲۶-۱۹۲۱ Li Yuan hung. ۵۔ لی یوان ہنگ (دوبارہ)
 ۱۹۲۶- Chiang Kai Shek. ۶۔ چانگ کائی شیک
 (درمیان میں کچھ عرصے کے لئے یہ صدارت سے الگ بھی ہو گئے تھے
 لیکن پھر بھی ہو گئے اور اب بھی ہیں)

